

تحریکِ خلافت و ترکِ موالات کے دوران گاندھی کے دجل و فریب کا شکار،  
بعض مسلمان قائدین کی کوتاہ بینی اور اس کے مضمرات پر ایک چشم کشا تالیف  
جو اسلامیان ہند کیلئے منارِ نور ثابت ہوئی

# النور

دوقومی نظریہ پر ایک مستند تالیف



پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ



دوقومی نظر تہ ایک مستند تالیف

# النور

پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف رحمۃ اللہ علیہ  
صد شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اذا لا ینا کننا شیئاً لہو

کتاب	: الثور
تصنیف	: سید محمد سلیمان اشرف
بار اول	: ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء
طبع جدید	: شعبان ۱۴۲۹ھ / اگست ۲۰۰۸ء
	: (مع مقدمہ)
ضخامت	: ۳۲۰ صفحات
تعداد	: گیارہ سو
مطبع	: اصغر پرنٹنگ پریس، لاہور
ناشر	: ادارہ پاکستان شناسی، ۲/۲۴ سوڈھیوال کالونی، ملتان روڈ، لاہور۔ ۵۴۵۰۰
	: فون: ۷۴۱۴۸۶۴
قیمت	: ۳۳۰ (تین صد تیس روپے)

### ڈسٹری بیوٹرز

اورینٹل پبلی کیشنز، تجل ٹاور، میلارام، دربار مارکیٹ، تنج بخش روڈ، لاہور  
فون: ۷۴۱۴۵۷۸

خان بک کمپنی، ۳ کورٹ اسٹریٹ، لوئر مال، لاہور  
فون: ۷۳۲۵۲۶۳

دارالعلوم نعیمیہ، دستگیر بلاک نمبر ۱۵، فیڈرل بی ایریا، کراچی  
فون: ۶۳۲۴۲۳۶

## فہرست

۵	سید نور محمد قادری	مقدمہ
۳۶	ظہور الدین خاں	تکمیل مقدمہ
۷۹	سید محمد سلیمان اشرف	اشور
		(فہرست اندر ملاحظہ فرمائیں)

## عکسِ نوادر

- ۲۶ ۱- تاریخی رسالہ 'انفسِ افکر فی قربانِ البقر': (۱۲۹۸ھ) از امام احمد رضا،  
مطبوعہ بریلی طبع دوم۔ ۱۹۲۱ء..... عکس سرورق
- ۲۷ ۲- 'انفسِ افکر'..... عکس صفحہ ۱۹ (مراسلہ محررہ مئی ۱۹۱۱ء از مسلم لیگ ضلع بریلی  
برائے استفادہ مساعی بندش قربانی گاؤں)
- ۳۳ ۳- رسالہ 'الرشاد' (۱۹۲۰ء) مصنفہ پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف،  
مطبوعہ علی گڑھ..... عکس سرورق
- ۳۳ ۴- حدیث میں تحریف اور 'الرشاد' کا صفحہ ۲۵ کا عکس
- ۴۹ ۵- رسالہ 'الحجۃ المؤمنہ فی آیۃ الممتحنہ': (۱۳۳۹ھ) از امام احمد رضا،  
مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء..... عکس سرورق
- ۵۰ ۶- 'الحجۃ المؤمنہ'..... عکس صفحہ ۲ (مراسلہ پروفیسر مولوی حاکم علی،  
اسلامیہ کالج لاہور بابت استفادہ مسئلہ ترک موالات)
- ۷۹ ۷- 'الثور' نسخہ مطبع مسلم یونیورسٹی انٹرنیشنل ٹیوٹ علی گڑھ (۱۹۲۱ء)
- ۲۰۸ نقشہ سلطنت عثمانیہ زمانہ عروج (۱۹۰۸ء)
- ۲۰۹ نقشہ سلطنت عثمانیہ دور زوال (۱۹۲۰ء)

## مقدمہ

(۱)

پہلی عالمی جنگ میں ترکی کی عثمانیہ حکومت نے جرمنی کا ساتھ دیا اور المناک شکست سے دو چار ہوئی، عوام پر بے پناہ مصائب ٹوٹے اور یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ اتحادی، ترکی کے حصے بخرے کر کے مسلمان حکومت کا اس علاقہ سے نام و نشان تک مٹادیں گے۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء کے آغاز میں بمبئی کے دو مسلمان تاجروں سیٹھ احمد صدیق کھتری اور سیٹھ عمر سوبانی نے تحفظِ خلافت، تحفظِ اماکنِ مقدسہ اور مظلوم ترکوں کی امداد و اعانت کے لئے بمبئی میں ایک مقامی انجمن بنام ”خلافت کمیٹی“ قائم کی۔ اس مختصر سی خلافت کمیٹی کو آل انڈیا سطح پر قائم کرنے کا خیال سب سے پہلے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو پیدا ہوا اور انہوں نے اس مقصد کے لئے آل انڈیا مسلم کانفرنس کا اجلاس لکھنؤ میں طلب کیا۔ ۲

جناب سردار علی صابری اپنے ایک مضمون ”مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی“ میں فرماتے ہیں۔

”حضرت باری میاں کا ایک اور عظیم غیر فانی کارنامہ یہ ہے کہ بمبئی کی چھوٹی سی خلافت کمیٹی کو جو محض ایک مقامی جماعت تھی ”آل انڈیا مجلس خلافت“ کی پُر عظمت شکل میں تبدیل کر دیا۔ باری میاں جنگِ عظیم کے خاتمے پر ترکوں کے المناک مصائب سے بہت متاثر تھے، انہوں نے مظلوم ترکوں کی حمایت میں آواز بلند کرنے کے لئے پہلے ایک انجمن قائم کرنی چاہی، لیکن جب بمبئی میں چند بھردارین اسلام نے ”خلافت کمیٹی“ کے نام سے ایک انجمن قائم کر لی تو باری میاں کو یہ نام پسند آیا اور اسے ”آل انڈیا“ بنانے کی جدوجہد شروع کر دی۔ اس مقصد کے لئے حضرت باری میاں نے مسلم عمائد و اکابر کی ایک کانفرنس لکھنؤ میں طلب کی جس میں شرکت کے لئے ہندوستان کے مختلف حصوں سے نمایندے آئے تھے۔

۲۔ روزنامہ ”جنگ“ راولپنڈی، ۲۷ جون ۱۹۷۴ء، عنوان ”مولانا عبدالکامہ بدایونی“

لکھنؤ کی اس آل انڈیا مسلم کانفرنس میں بمبئی کی خلافت کمیٹی کو ہندوستان کی مرکزی جماعت بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ کانفرنس میں یہ بھی طے ہوا کہ آل انڈیا مجلس خلافت کا مرکزی دفتر بمبئی میں رکھا جائے اور اس کی تنظیم کے لئے مولانا شوکت علی بمبئی بھیجے گئے۔ نوزائیدہ مجلس خلافت کی سب سے پہلی شاخ لکھنؤ میں قائم ہوئی تھی اور حضرت باری میاں نے اس کی صدرات کا منصب سید ممتاز حسین بیرسٹر کو تفویض کیا تھا۔<sup>۱</sup>

خلافت کمیٹی کی بنیاد تو ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء کو رکھی گئی، لیکن اس سے پہلے ”جلیانوالہ باغ“ فائرنگ کی وجہ سے پبلک میں عام بے چینی اور حکمرانوں کے خلاف نفرت کا شدید لہا اُبل رہا تھا۔ آگے جانے سے قبل اگر جلیانوالہ فائرنگ اور اس سے وابستہ مظالم کا بھی سرسری مطالعہ کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔

عالمی جنگ شروع ہوتے ہی برعظیم میں انگریزوں نے سخت رویہ اختیار کر لیا۔ ۱۹۱۵ء میں پنجاب کے کاشتکاروں میں بے چینی پھیلی۔ پنجاب میں دہشت پسندوں کی انقلابی کارروائیاں شدت اختیار کر گئیں۔ اس کے علاوہ امریکہ اور کینیڈا سے ملک بدر کئے جانے والے سکھوں نے ہندوستان واپس پہنچ کر مظاہروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ انگریزی حکومت کو خدشہ پیدا ہو گیا کہ برعظیم میں بے چینی، مظاہرے اور دہشت پسندوں کی انقلابی کارروائیاں کہیں عام بغاوت کی شکل اختیار نہ کر لیں، اس خوف کے پیش نظر ۱۹۱۷ء میں ”رولٹ کمیشن“ کا تقرر کیا گیا جس کا مقصد سیاسی مجرموں کے خلاف تادیبی کارروائی کے بارے میں سفارشات تیار کرنا تھا۔ رولٹ کمیشن نے جو سفارشات پیش کیں ان کے متعلق جسٹس جاوید اقبال تحریر فرماتے ہیں:-

”رولٹ کمیشن نے سیاسی مجرموں کے خلاف تادیبی کارروائی کے سلسلہ میں جو سفارشات انگریزی حکومت کو پیش کیں، اُن میں انتظامیہ اور پولیس کو نا واجب اختیارات دیئے گئے تھے۔ پولیس جسے چاہے بغیر وارنٹ کے گرفتار کر سکتی تھی۔ عدالتی حکم کے بغیر جس مکان کی تلاشی لینی چاہے لے سکتی تھی اور سیاسی مجرموں کے لئے سخت اور منظم سزائیں تجویز کی گئی تھیں۔ بالآخر ان سفارشات نے رولٹ

<sup>۱</sup> روزنامہ ”جنگ“ راولپنڈی ۱۹ جنوری ۱۹۷۱ء، ص ۳

ایکٹ کی صورت اختیار کی جو شدید مخالفت کے باوجود ۱۸ مارچ ۱۹۱۹ء کو پاس ہو گیا۔

اس ایکٹ کے پاس ہوتے ہی ہندوستان میں ہڑتالیں اور مظاہرے شروع ہو گئے، جلسوں اور جلسوں کا غیر منقطع سلسلہ شروع ہو گیا۔ ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو امرتسر کے جلیانوالہ باغ میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں ہندو، مسلمان اور سکھ کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ جنرل اوڈوائز نے بے دردی سے اس جلسہ پر فائرنگ کا حکم دیا اور سینڑوں انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ جلیانوالہ کے سانحہ کے فوراً بعد گورنر پنجاب مائیکل اوڈوائز نے پنجاب میں مارشل لا نافذ کر دیا اور اس مارشل لا میں پنجاب کے شریف اور بے گناہ شہریوں کے ساتھ دنیا کے عیار ترین حکمرانوں نے جو وحشیانہ اور انسانییت سوز سلوک کیا اس کی ایک جھلک ڈاکٹر عاشق حسین بنا لوی کے قلم سے ملاحظہ کیجئے۔

اس (مائیکل اوڈوائز) نے لاہور، قصور، امرتسر، گجرات، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، اٹل پور (فیصل آباد) وغیرہ میں مارشل لا جاری کر کے مظالم کی وہ آگ برسانی جس کی مثال ہندوستان کی تاریخ میں صرف ۱۸۵۷ء کا کشت و خون ہی پیش کر سکتا ہے۔ ان مظالم کے ذکر سے سینکڑوں نہیں ہزاروں صفحات سیاہ ہو چکے ہیں۔ چودہ چودہ برس کے بچوں کو گھنٹی میں باندھ کر کوڑوں سے چینا گیا۔ کم از کم بیس کوڑوں کی سزا مقرر تھی۔ حالانکہ بڑے بڑے سخت جان کی کھال جیسے (۶) کوڑوں کے بعد ادھڑ جاتی ہے اور وہ بے ہوش ہو جاتا ہے۔ ہر ہر محلے سے چن چن کر معززین کو گھروں سے نکالا گیا اور برہنہ سر برہنہ پا جھٹکڑیاں اور بیڑیاں ڈال کر بازاروں میں پھرایا گیا تاکہ کھلے بندوں ان کی تذلیل ہو۔ جو لوگ اپنی قابلیت کی بنا پر آئندہ ہائی کورٹ کے جج اور صوبے کے وزیر بننے والے تھے انہیں گورافونج کے سپاہیوں سے پتوا کر پھانسی کے مجرموں کی کوٹھیوں میں بند کیا گیا۔ مٹی کی گرمی میں لاہور کے کالجوں کے طلبہ کو حکم دیا گیا کہ اپنے سروں پر اپنے بستر اٹھا کر دن میں چار مرتبہ سولہ میل کا فاصلہ طے کر کے آئیں اور یونین جیک کو سلامی دیں۔ لاہور کے تمام باشندوں کو حکم مل گیا کہ اپنی موٹر کاریں، سائیکلیں، بجلی کے پنکھے اور بجلی کے لیپ فونج کے حوالے کر دیں۔ سکول کے بچوں کو ہر روز دھوپ میں کھڑے ہو کر، ایک

۱۔ زندہ زود (جلد دوم) از جاوید اقبال، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۲۴۳



فوجی افسر کے سامنے، یہ کہنا پڑتا تھا: ”حضور! ہم نے کوئی قصور نہیں کیا۔ ہماری توبہ! آئندہ بھی ہم سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوگی۔“

ایک پوری برات کو جس میں ڈولھا بھی شامل تھا بلاوجہ پکڑ کر کوڑوں سے پٹوا ڈالا گیا۔ ریل گاڑیوں پر سفر کی ممانعت کر دی گئی اور سوائے ان لوگوں کے جن کو فوجی حکام پاس عنایت کرتے تھے اور کوئی شخص سفر نہیں کر سکتا تھا۔ عورتوں کی کھلے منہ بے حرمتی کی گئی۔ ایک گلی مقرر کی گئی جس میں سے ہر شخص کو پیٹ کے بل ریٹگتے ہوئے گزرنا پڑتا تھا۔ اوپر گورافوج کا سپاہی بندوق کا گند اس کی پشت پر مارتا تھا۔ شہر کے بعض معزز اور سربر آوردہ لوگوں کے مکانوں پر مارشل لا کے احکام کے اشتہار چسپاں کر دیئے جاتے تھے اور حکم تھا کہ اگر کسی نے اس اشتہار کو پھاڑ دیا تو مالک مکان کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ چنانچہ صاحب خانہ کو محض اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے دن بھر اپنے مکان سے باہر دیوار کے قریب کھڑے رہنا پڑتا تھا تاکہ کوئی شخص اشتہار کو ہاتھ نہ لگائے۔ لاہور میں سرفصل حسین، خلیفہ شجاع الدین اور پیر تاج الدین جیسے اصحاب کے مکانوں پر بھی اس قسم کے اشتہار چسپاں کئے جاتے تھے اور انہیں تمام دن مکان سے باہر کھڑے رہنے کی ذلت برداشت کرنا پڑتی تھی۔

دیال سنگھ کالج کی بیرونی دیوار پر کسی نامعلوم شخص نے ایک اشتہار لگا دیا جس کا مضمون فوجی حکام کے نزدیک قابل اعتراض تھا۔ اس جرم کی پاداش میں کالج کے پرنسپل کو گرفتار کر لیا گیا اور بالآخر اس غریب کو ڈھائی سو روپے جرمانہ ادا کر کے رہائی حاصل کرنا پڑی۔

حکم صادر ہو گیا کہ جو نہی کوئی انگریز نظر آئے مقامی باشندوں کا فرض ہے کہ فوڑا تانگے سے اتر کر کھڑے ہو جائیں اور جھک کر سلام کریں۔ ایک پچیس فٹ لمبے اور بارہ فٹ چوڑے کمرے کے اندر مئی کے مہینے میں پچیس آدمیوں کو بند کر دیا گیا جہاں وہ ہفتہ بھر مقید رہے اور بول و براز کے لئے بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ قصور میں منادی کر دی گئی کہ جو لوگ ۱۰ اپریل ۱۹۱۹ء سے پہلے یا اس تاریخ کے بعد شہر سے باہر چلے گئے تھے اگر چار روز کے اندر واپس نہ آئے تو ان کی

جانیدادیں (جانداویں) ضبط کر لی جائیں گی۔

جب فوجی عدالتوں کے سامنے مقدمات پیش ہونے لگے تو صفائی کی طرف سے کسی وکیل کو پیروی کرنے کی اجازت نہیں ملتی تھی ملزموں کو پھانسی اور عمر قید کے علاوہ مشکل ہی سے وائی اور سزا ملتی تھی۔ قصور میں ستائیس آدمیوں کو پھانسی اور تیرہ کو عمر قید کی سزا ہوئی۔ جو جرائنوالہ میں محض اس جرم میں کہ پنوار خانہ و آگ لگا دی گئی تھی پانچ آدمیوں کو پھانسی اور دس وحبس دوام کی سزا ہوئی۔ امرتسر میں چونتیس کو پھانسی اور پندرہ کو حبس دوام کی سزا ملی۔ اسی طرح لاہور میں امرتسر ایسے شہروں سے لے کر چھوٹے چھوٹے قصبوں تک میں سزاؤں کی وہ بھرمار ہوئی کہ اس کی مثال پہلے کبھی نہ دیکھی گئی تھی۔ ایک شخص کو محض اس جرم میں کہ اس نے ایک پولیس افسر کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ ”تم ہمارے بھائی ہو ہم تمہارے بھائی ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ مل جاؤ۔“ حبس دوام کی سزا ملی۔<sup>۱</sup>

جدیاناوالہ باغ کے قتل عام اور اس کے بعد مارشل لا کے دور میں پبلک کے ساتھ اس سلوک کی وجہ سے پورے ہندوستان میں تمام قوموں (مسلمان، ہندو، سکھ) میں غم و غصہ اور نفرت کی لہر دوڑی ہوئی تھی۔ اسی اثناء میں ترکی کی شکست نے مسلمانوں کو زیادہ ہی متاثر کر دیا اور انہوں نے تحفظ خلافت اور مظلوم ترک عوام کی امداد کے لئے ”مجلس خلافت“ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء کو لکھنؤ میں قائم کر لی اور اس پر جلتی کا کام اس ہنگامی معاہدہ صلح نے کیا جو جرمنی اور اس کے حلیفوں کی شکست کے بعد اتحادیوں نے عارضی طور پر ترکی سے لیا اور اس میں طے پایا۔

۱- ترکی اپنی تمام افواج برخواست کر دے گا۔

۲- اس کے جنگی جہاز فائین ضبط کر لیں گے۔

۳- ملک کی ریلوں کی نگرانی اور کنٹرول کا اتحادیوں کو حق ہوگا۔

۴- ایشیائے کوچک اور عرب میں سرحدوں کے تعین کے علاوہ اندرون ملک کا انتظام ترکی

ہی کے اختیار میں ہوگا۔<sup>۲</sup>

۱۔ اقبال کے آخری دو سال از عاشق حسین بناؤں، مطبوعہ آئینہ ادب، لاہور ۱۹۷۸ء۔ اشاعت سوم، ص ۱۰۱-۱۰۳

بحوالہ نظام پنجاب کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ (۱۹۲۰ء)

۲۔ علی بیادان مرتبہ سید رئیس احمد، مغربی، مطبوعہ محمد علی انڈیا، لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۶۳۳

سانچہ جلیانوالہ باغ، ترکی کی شکست اور ہنگامی معاہدہ صلح کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے جا بجا احتجاجی جلسے ہوئے جن میں قابل ذکر حسب ذیل ہیں:-

۱۷ جنوری ۱۹۱۹ء مدراس میں بصدارت سیٹھ یعقوب حسن

۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء لکھنؤ میں بصدارت مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی

۲۲ ستمبر ۱۹۱۹ء لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم کانفرنس

۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء دہلی میں بصدارت مسٹر فضل الحق

ان میں سے آل انڈیا مسلم کانفرنس میں خلافت کمیٹی قائم کی گئی اور دہلی کا جلسہ ”خلافت کانفرنس“ کے نام سے منعقد ہوا۔ دہلی کے جلسہ سے پہلے مسلمان لیڈروں نے محسوس کیا کہ ”اگر ہندو بھائیوں خصوصاً مسٹر گاندھی کو اعتماد میں لے لیا جائے اور وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں تو ہمارے مطالبات اور پروگرام کو اس سے تقویت ملے گی۔“ چنانچہ مسلمان اکابر نے اس سلسلے میں اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ قاضی محمد عبدالغفار اپنی تصنیف ”حیات اجمل“ میں — کانگریس اور خلافت کا اتحاد — کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں کہ

”جب پنجاب کے مظالم کی خونچکاں داستان ہندوستان کے ہندو مسلمانوں کے دلوں کو بے چین کر رہی تھی اسی زمانہ میں خلافت اور اماکن مقدسہ کا مسئلہ بھی مسلمانوں کے لئے سخت تردد کا باعث بن گیا تھا۔ اماکن مقدسہ اور خلیفہ کے متعلق برطانوی وزراء کے تمام وعدے جھوٹے ثابت ہو چکے تھے اور صلح کانفرنس کی جو خبریں ہندوستان آرہی تھیں ان سے واضح ہوتا تھا کہ نہ تو ترکوں کے لئے آزادی اور عزت کا کوئی راستہ کھلا رکھا گیا ہے اور نہ جزیرۃ العرب کے متعلق برطانوی حکومت کے وعدوں کے پورا کئے جانے کے کوئی آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ اب عام مسلمانوں اور ان کے لیڈروں کو یقین ہو گیا تھا کہ اگر انتہائی قربانیاں نہ کی گئیں تو ان مسائل کا خاتمہ بہت بڑی طرح ہوگا۔ شوکت علی اور محمد علی ہنوز چھنڈ واڑہ میں نظر بند تھے، مولانا ابوالکلام آزاد بھی مقید تھے۔ مسلمان لیڈروں میں صرف ڈاکٹر انصاری، حکیم صاحب اور مولانا عبدالباری ہی ایسے تھے جو مہاتما گاندھی، مسٹر تلک اور بعض دوسرے لیڈروں سے ان مسائل کے متعلق مشورے کر رہے تھے۔ مہاتما گاندھی اس

۱۔ علی برادران مرتبہ سید رئیس احمد جعفری، مطبوعہ محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۶۳۳، ۶۳۴

بات پر آمادہ تھے کہ خلافت کے مسئلہ کو ہندو مسلمانوں کا مشترکہ مسئلہ بنا کر خلافت اور مظالم پنجاب اور آزادی وطن، سب کے لئے ایک ہی محاذ جنگ قائم کیا جائے۔<sup>۱</sup> مسلمان عمائد اور گاندھی مندرجہ بالا تجویز پر متفق ہو گئے اور ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کے جلسہ خلافت میں مہاتما گاندھی کی سربراہی میں ہندو لیڈر بھی شریک ہوئے۔ مسٹر فضل الحق نے خطبہ صدارت پڑھا اور خطبہ میں ہندوستان کی غیر مسلم اقوام سے تائید حاصل کرنے کی مصلحت پر زور دیا۔ کانفرنس کے ریزولوشنوں میں مشہد مقدس اور دیگر مقامات مقدسہ میں اتحادی افواج کی زبردستیوں اور مظالم پر احتجاج کیا گیا اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ

۱۔ وہ جشن صلح میں شریک نہ ہوں اور اس کے خلاف جلسے کریں۔

ب۔ مسٹر گاندھی کے مشورے کے مطابق مسلمان حکومت سے عدم تعاون کریں۔

ج۔ آرٹیکل کانفرنس کا فیصلہ مسلمانوں کی منشا کے مطابق نہ ہو تو واپسی مال کا بائیکاٹ کیا جائے۔

د۔ مسٹر گاندھی اور ان دوسرے ہندو لیڈروں کا شکریہ ادا کیا گیا، جنہوں نے

تحریک خلافت میں مسلمانوں کے ساتھ اشتراک عمل منظور کیا تھا۔<sup>۲</sup>

یہ تجاویز، خلافت کانفرنس منعقدہ ۲۳ نومبر کو منظور کی گئیں اور اس سے اگلے دن یعنی ۲۴ نومبر کو مجلس خلافت اور کانگریس کا مشترکہ اجلاس زیر صدارت مسٹر گاندھی منعقد ہوا جس میں ممتاز ہندو لیڈر شریک ہوئے۔ مہاتما گاندھی نے اپنی تقریر میں مسئلہ خلافت کے تمام پہلوؤں پر ایک پرمغز تقریر کی اور مسلمانوں کو یقین دلایا کہ خلافت کے مسئلہ میں مسلمانوں کے ساتھ ان کے ہندو بھائی ہر طرح آمادہ رفاقت ہیں۔ مہاتما گاندھی نے ہندوؤں سے درخواست کی کہ وہ اس وقت تک جشن صلح میں شریک نہ ہوں جب تک انہیں اس بات کا پورا اطمینان نہ دایا جائے کہ سلطنت عثمانیہ کے ہزارے اور خلافت کے برقرار رکھنے میں مسلمانوں کے جذبات کا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔<sup>۳</sup>

(۲)

خلافت کا تحفظ اور بقا مسلمانوں کے لئے ایک دینی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے

۱۔ حیاتِ جمل مرتبہ قاضی محمد عبدالغفار، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۵۰ء۔ انجمن ترقی اردو (ہند) ص ۲۰۹

۲۔ علی نے اور ان مرتبہ سید رئیس احمد جعفری، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء۔ اشاعت اول، ص ۶۳۳

۳۔ حیاتِ جمل مرتبہ قاضی محمد عبدالغفار، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۵۰ء۔ اشاعت اول، ص ۲۱۰ اور ۲۱۱

آگے جانے سے پہلے مناسب ہے کہ اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈال لی جائے کہ ”مسلمانوں کے لئے خلافت کی بقا اور تحفظ کیوں ضروری ہے؟“ مولانا سید سلیمان اشرف زیر نظر کتاب میں مسئلہ خلافت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو حق سبحانہ نے خاتم النبیین فرما کر ہمیشہ کے لئے نبوت کا دروازہ بند فرما دیا، اب مجال قطعی ہے کہ کوئی دوسرا نبی یا رسول ہو۔ اسی طرح شریعت محمدیؐ کو خاتم الشرائع اور ہر پہلو سے کامل و تمام فرما کر اس سے آگاہ کر دیا کہ قیامت تک یہی شریعت قائم رہے گی کسی نئی شریعت کا نزول نہ ہوگا۔

پس ایک ایسی شریعت جسے قیامت تک دنیا میں قائم رکھنا تھا اُس کے لئے اس کی ضرورت تھی کہ اس خاکدانِ عالم میں جہاں فرزندِ آدم بستے ہیں نہ کہ ملک و فرشتہ اس کی حفاظت اس طرح کی جائے کہ مذہب کا بازو سیاست سے قوی کر دیا جائے۔ یہ ایک حقیقت واقعی ہے کہ جو مذہب اپنی حفاظت نہیں کر سکتا یا اپنی مامون زندگی کے لئے طاقت روا نہیں رکھتا اُس کا وجود محالاتِ عادیہ میں سے ہے ایسا مذہب فلسفہ خیال سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتا۔ وہ ہاتھ جس میں اخلاقِ حسنہ کی کتاب ہو محفوظ و فائدہ بخش اسی وقت ہوگا جب کہ دوسرے ہاتھ میں خونچکاں شمشیر بھی نظر آ رہی ہو۔ مذہب اسلام پاکیزہ سے پاکیزہ تر اخلاق کی ہمیں تعلیم بھی دیتا ہے اور پھر ارتکابِ جرائم پر حد و تعزیر سے سزا دینا بھی کرتا ہے، اس کی تبلیغ کے یمن و یسار، سیف و سنان، میمنہ و میسرہ بن کر حمایت و حفاظت میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں، قلبِ سلیم کے لئے تذکیر و موعظت ہے اور مفسدین و اعداء کے لئے تیغ جو ہر دار سے

آں کہ میگویند آں بہتر ز حسن

یا ما ایں دارو و آں نیز ہم

اسلام کے محفوظ و مامون رہنے کے لئے تین اصول قرار دیئے گئے۔ پہلا اصل یہ تھا کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز ہونا چاہئے، دوسرا اصل یہ تھا کہ مرکزی مقام کا ایک امیر ہونا چاہئے، تیسرا اصل یہ تھا کہ مرکزی مقام پر ایسی قوت مجتمع رہے کہ کوئی

۱۔ علامہ اقبال نے بھی درج ذیل اشعار میں اظہارِ اسی جانب اشارہ کیا ہے:

سوئے ایں شمشیر و ایں قرآن مگر!

کائنات زندگی را محور اند!

گلفہ گر از راز من داری خبر

این دو قوت حافظ یک دیگر اند

بداندیش نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی نہ کرے۔

حرمین شریفین یعنی مدہ معظمہ اور مدینہ طیبہ زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً مرکز اسلام قرار پائے، جزیرۃ العرب کے شمول سے مرکزی مقام کا استحفاظاً تصرف اختیار سے پورا کر لیا گیا۔ ذات مقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام مرکزی کے امیر اور مسلمانوں کے (کی) ہر طرح کی حاجتوں کا ماہ اولجا۔ سارے کلمہ گو مسلمان مرکزی مقام اور امیر مرکز کے خادم و مطیع قرار پائے۔

کلب احادیث و سیر کے جاننے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ شریعت کی روشنی اسی ذات پاک سے تھی، تزکیہ نفس اسی روح پرور کے انفاس قدسیہ سے تھا۔ میدان جنگ میں وہ سپہ سالار تھا، انتظامات ملکی میں ایک بڑا مدبر سلطان تھا، نزاعات باہمی و مناقشات کے فیصلہ میں ایک بے نظیر حاکم عادل تھا۔

غرض کہ مسلمانوں کی کوئی ضرورت و حاجت ایسی نہ تھی، جس میں بجز اپنے پیغمبر کے کسی اور طرف وہ متوجہ ہوتے۔ جب یہ مجمع الانوار عہد ختم ہو گیا اور پیغمبر نے اپنی امت سے پردہ کیا تو تعظیم گاہ نبوت کے ارشد تلامذہ یعنی خلفاء اربعہ کا زمانہ نوبت بہ نوبت اسی جامعیت کے ساتھ امت محمدی کی نمائندگی کرتا رہا۔

ہاں جب بنو امیہ کا عہد آیا تو اس وقت بارگاہ خلافت میں یہ جامعیت باقی نہ رہی۔ معاش خلیفہ کی بارگاہ میں لے جاتا، معادائے اہل بیت کے آستانوں پر حاضر کرتا تھا اور مسائل شرعیہ کے لئے محدثین و فقہاء کا حلقہ درس تھا۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خلیفہ المسلمین کی اطاعت و خدمت اس وقت بھی ائمہ دین و علمائے مسلمین نے اپنے اوپر واجب ہی سمجھی جس وقت کہ بارگاہ خلافت سے جامعیت مٹ چکی تھی سلطنت ترکہ کی اس وقت تک مسلمانان عالم کی طرف سے ان کے سارے فرائض جو تحفظ دین سے متعلق تھے ادا کرتی تھی، مرکزی مقام جس کی خدمت فرض کفایہ ہے سلطنت ترکہ کی ہی نے اسے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ ساری دنیا اپنے قصر و ایوان، باغ و رانغ کے تعمیر و تزئین میں مصروف تھی، لیکن سلطنت عثمانیہ کا تاجدار بیت اللہ و مدینہ الرسول کی خدمت میں مشغول تھا۔

۱۔ انور۔ از: محمد سلیمان اشرف، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۳۳۹ھ۔ ۱۹۲۱ء۔ ص ۱۶۸-۱۷۱

”یہ مسئلہ بالکل قطعی ہے کہ نصبِ امام اُمت پر واجب ہے، شرائطِ امام میں تو البتہ گروہِ مسلمین کا اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن نصبِ امام کے واجب ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔ رہی قوتِ دفاعی اُس کا ہمہ وقت موجود رکھنا فرض ہے اس سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

اسی جگہ ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیجئے خلافت بمعنی نیابتِ نبی جسے امامتِ گبرئی کہتے ہیں بعد امام حسن علیہ السلام حضرت عمر بن عبدالعزیز میں پائی گئی۔ ان نفوسِ قدسیہ کے سوا جس قدر خلفاءِ بنو اُمیہ یا بنو عباس میں گزرے ان میں سے کسی کی بھی خلافتِ امامتِ گبرئی کے معنی میں نہ تھی، یہ سب اسلام کے (کی) قوتِ دفاعی تھے، انہیں خلیفہ جو کہا جاتا تھا اور ان کی اطاعت جو ضروری سمجھی جاتی تھی وہ محض اسی وجہ سے کہ شمشیرِ اسلامی کے یہ محافظ تھے اور حریمِ شریفین کے خادم مرکزی مقام کی سیادت اور خدمت و حفاظت ان سے متعلق تھی۔ جب خلفائے عباسیہ کا عہد تمام ہو گیا اور یہ نعمت باسعادت خاندانِ عثمان میں آئی تو اب مسلمانوں پر ان کی اطاعت واجب ہوئی۔ یہ مسئلہ نہ تو اجتہادی ہے نہ اس میں ظن و احتمالات کی گنجائش ہے بلکہ یہ قطعی و یقینی اور ضروریاتِ دین میں سے ہے کہ مسلمانوں پر حریمِ شریفین کی خدمت فرض ہے اور ایسی قوت کا قائم رکھنا جو اعدائے اسلام کو ان مقاماتِ مطہرہ سے دفع کر سکے یہ بھی فرض ہے.....

جنگِ یورپ نے جب کہ اسلام کی قوتِ دفاعی کو فنا کر دیا تو اب مسلمانوں پر یہ فرض ہو گیا کہ اُس قوت کو وہ پیدا کریں..... یہ ایسا فرض نہیں جو کسی خاص خطہ پر بسنے والے مسلمانوں ہی کا فرض ہو۔ یورپ نے خود ہی سلطنتِ عثمانیہ کو پارہ پارہ کر کے یہ تحریکِ عامِ عالمِ اسلامی میں پیدا کر دی کہ جو مسلمان جہاں کہیں بھی ہے اپنے اس فرض کے (کی) ادائیگی کے لئے آمادہ ہو جائے۔“ ۱

”الثور“ کے مندرجہ بالا اقتباسات کے ساتھ اگر سر آغا خاں مرحوم اور سید امیر علی مرحوم کے اُس مشترکہ خط کا بھی مطالعہ کر لیا جائے تو مزید دل چسپی اور معلومات کا موجب ہوگا، جو انہوں نے عصمتِ پاشا مرحوم کو اُس وقت لکھا جب عصمتِ پاشا اور مصطفیٰ کمال پاشا مرحوم کی جماعت

۱۔ الثور، ص ۱۷۳-۱۷۴

کامیاب و کامران ہو چکی تھی اور وہ خلافت کو ہمیشہ کے لئے ترکی سے ختم کرنے کے متعلق سوچ رہے تھے اور ان کے اس ارادے سے برعظیم کے مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس خط کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ یہ مسند مسلمانان عالم کے لئے کس قدر دینی اہمیت رکھتا تھا، مذکورہ خط ملاحظہ ہو۔

”یوراپلیسی لینسی!“

”جدید ترکی کے پرانے دوست ہونے کی حیثیت سے اس کی موجودہ امنگوں کا جو بحیثیت آزاد ملک ہونے کے ہیں پورا احترام کرتے ہوئے ہم آپ کی اجازت سے اعلیٰ قومی اسمبلی کی توجہ اس بے چینی کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو سنی مسلمانوں میں خلیفہ المسلمین کی موجودہ غیر یقینی حیثیت کی وجہ سے ہے۔ ہمیں یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ اسلام باوجود ایک زبردست اخلاقی اور اتحادی طاقت ہونے کے سنی مسلمانوں کے ایک بہت بڑے طبقہ میں اپنا اثر کھورہا ہے، اس کی وجہ خلیفہ کی عزت و تکریم میں کمی ہے۔ مصلحتاً ہم چند حقائق کی طرف مخصوص اشارہ نہیں کرتے، لیکن ان کی صحت سے انکار کرنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

(۱) مسلمانوں کی جماعت میں جیسا کہ بخوبی واضح ہے روحانی سرداری ایک زنجیر ہے جو تمام پیروں (پیروں) کو اسلام کے حلقہ میں جمع رکھتی ہے۔ جب خلیفہ پر باہر کی طاقتوں نے یورش کی تو مسلمانان عالم میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکوں کی مدد کی اور ان سے ہمدردی ظاہر کی، وہ یہ سمجھتے تھے کہ ترکوں کی جدوجہد آزادی میں ساتھ دینے کے معنی یہ ہیں کہ وہ بھی اس ادارہ کی بقا کے لئے لڑ رہے ہیں جو عالم اسلام کے اتحاد کا مظہر ہے۔ ان بڑے سزوں میں ہم مسلسل ترکوں کی جدوجہد میں ان کی مدد کرتے رہے۔ ترکی اور اطالیہ کی جنگ طرابلس سے برطانوی مسلمانوں کی ایک جماعت ترکوں کی دشواریوں اور مصیبتوں کو دور کرنے میں لگی رہی۔ لہذا ہمیں امید ہے کہ ہمارے مشاہدات و تجاویز آں جناب کی حکومت ہمدردی سے سنے گی۔ یہ ایسا مسند ہے جس میں ہم تمام مسلمان عالم کے ساتھ بہت دل چسپی لیتے ہیں۔

(۲) ہمارے ان جملوں سے ہرگز یہ مراد نہ لی جائے کہ ہم عوام کے نمائندوں کی طاقت اور ان کے اختیارات میں کوئی کمی چاہتے ہیں۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ



سُنی دنیا کی مذہب کی سرداری کو شریعت کے مطابق بدستور رکھا جائے۔ ہماری رائے میں خلیفہ کی تکریم میں کوئی کمی یا ترکی کی سیاست میں سے ان کا مکمل اخراج اسلام کے انتشار کے مترادف ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ عملاً وہ دنیا میں ایک اخلاقی قوت نہ رہے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ ایسی چیز ہے جو نہ تو اعلیٰ قومی اسمبلی اور نہ اس کے صدر غازی مصطفیٰ کمال پاشا پسند کرتے ہیں۔

(۳) ہمارے خیال میں خلیفۃ المسلمین، اہل سنت و جماعت کے اتحاد کا مظہر ہیں۔ یہ حقیقت کہ وہ ترک ہیں اور ترکی قوم کے بانی کی اولاد ہیں ترکوں کو اسلامی اقوام میں ایک ممتاز مقام دیتی ہے۔

(۴) چودہ صدیوں سے اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ رہا ہے اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ اس مسئلہ پر اجماع امت ہے کہ خلیفہ یعنی نائب الرسول، اہل سنت و جماعت کے امام کے ہیں اور وہ ایک لڑی ہیں جس میں وہ منسلک ہیں۔ مسلمانوں کے دماغ سے یہ صوفیانہ خیال بغیر دنیائے اسلام میں ایک ہنگامہ برپا کئے دور نہیں کیا جاسکتا۔

(۵) یورائیکسی لینسی! غالباً ہمیں یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ جب خلیفہ کے پاس کوئی دنیاوی اقتدار نہ تھا اس وقت بھی بڑے بڑے بادشاہ اور سرداران سے ”فرمان“ حاصل کرتے تھے۔ یہ فرمان انہیں اس علاقہ پر حکومت کرنے اور امامت کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ اگر دنیا میں اسلام کو بحیثیت ایک عظیم اخلاقی قوت کے باقی رہنا ہے تو خلیفہ کا مرتبہ کسی صورت میں بھی... کم نہیں ہونا چاہئے۔

(۶) ان وجوہ کی بنا پر ہم ترکی کے سچے دوست کی حیثیت سے بصد ادب اعلیٰ قومی پارلیمان اور اس کے عظیم اور دوراندیش راہنما سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خلافت کو ان بنیادوں پر باقی رکھیں جن سے مسلمانوں کو بھروسا اور عزت حاصل ہوتا کہ اسلام کی مذہبی اور اخلاقی بنیادیں استوار ہیں اور اس طرح سلطنت ترکی کو خاص قوت اور عزت حاصل ہو۔

ہم ہیں یورائیکسی لینسی آپ کے فرماں بردار خادم

(دستخط) آغا خاں (دستخط) امیر علی

۱۔ پرنس آغا خاں مرتبہ محمد امین زبیری، مطبوعہ ماہنامہ ایلپی ایس ایٹن کراچی۔ طبع اول ۱۹۵۱ء، جس ۱۵۳-۱۵۷

”اتوڑا کے اقتباسات اور مندرجہ بالا تاریخی خط کے ساتھ عد سے مسئلہ خلافت کی سیاسی و  
 دینی اہمیت واضح ہو جاتی ہے اور یہ کہ اس مسئلہ پر صرف اہل سنت و جماعت ہی نہیں بلکہ اہل تشیع  
 اور وہابیہ بھی متفق تھے۔ اس لئے جب ترکی و شدت ہوئی اور اہل انبیا ن ترکی کو بے پناہ مصائب و  
 مظالم سے واسطہ پڑا تو بڑے عظیم کے مسلمانوں کے لئے ایسا ہی مجلس کا قائم کرنا ناگزیر ہو گیا جو  
 خلافت کے تحفظ اور مظلومین ترکی کی امداد کے لئے اپنی تمام سعی بروئے کار لائے۔ چنانچہ ان  
 ہی وجوہات کی بنا پر ”مجلس خلافت“ المجمعہ میں قائم ہوئی اور دہلی کے اجلاس میں مسٹر گاندھی سے  
 سنت و شنید کے بعد مسلمانوں کے اہم ترین مطالبہ و فاض دینی کو بحال اور قائم رکھنے کے لئے  
 مشرین ہند کی طرف ہاتھ بڑھایا گیا اور اسی اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ ”اگر حکومت  
 مسلمانوں کے مطالبات منظور نہ کرے تو حکومت سے عدم تعاون کیا جائے۔“

دہلی اجلاس کے ایک ماہ بعد دسمبر ۱۹۱۹ء میں کانگریس اور مجلس خلافت کا مشترکہ اجلاس

امرتسر میں منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ

”مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق مسلمانوں کے مطالبات پیش کرنے کے

لئے بہتر کردگی مسٹر محمد علی ایک وفد انگلستان بھیجا جائے۔ خلافت فنڈ قائم کیا جائے

اور اس کے لئے اس لاکھ روپیہ جمع ہوا۔“

مجوزہ وفد کے انگلستان روانہ ہونے سے قبل ہندو مسلمانوں پر مشتمل ایک وفد ۱۹ جنوری

۱۹۲۰ء کو وائسرائے سے ملا تا کہ وہ مطالبات جو وفد برطانیہ کے وزیر اعظم کے سامنے پیش کرنا چاہتا

ہے پہلے ان کے بارے میں وائسرائے ہند سے بات چیت کی جائے اور اس کی اخلاقی مدد حاصل

کی جائے۔ اس وفد میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے۔

۱- مسٹر گاندھی

۲- سیٹھ چھوٹانی (جان محمد)

۳- مولانا ثناء اللہ امرتسری

۴- مولانا ابوالکلام آزاد

۵- مفتی کفایت اللہ

۶- مولانا حسرت موہانی

۷- مسٹر سید حسین (ایڈیٹور اخبار انڈین پبلسٹک آپریٹو)

۸- مولانا عبدالباری ذکری محل

۹- حکیم اجمل خاں

۱۰- ڈاکٹر سیف الدین چلو

۱- علی برادران مرتبہ سید رئیس احمد بھغری، مطبوعہ ۱۱، پور ۱۹۶۳ء، ص ۶۳۲

۱۲- مولانا محمد علی

۱۳- سید ظہور احمد

۱۶- سید سلیمان ندوی

۱۸- راجہ صاحب محمود آباد

۱۱- ڈاکٹر مختار احمد انصاری

۱۳- مولانا عبدالماجد بدایونی

۱۵- مولانا فاخرالہ آبادی

۱۷- آغا محمد اشرف قزلباش اور

دند نے جو ایڈریس وائسرائے کو پیش کیا اس میں سلطنتِ ترکیہ کی سالمیت اور خلیفہ کی حیثیت سے سلطانِ ترکی حاکمیت برقرار رکھنے کی ضرورت بتائی گئی اور اس پر اصرار کیا گیا کہ ”یہ لوازمِ اسلام میں سے ہے کہ دینی اور دنیوی حیثیت سے خلافت کا وجود مسلسل قائم رہے۔“  
دند نے یہ بھی کہا کہ

”اگر حکومتِ برطانیہ نے اپنے تمام وعدے حرفِ بحرف پورے نہ کئے تو اس کو ایسا سخت اخلاقی دھکا لگے گا کہ بڑے سے بڑے زرخیز علاقے اور عظیم ترین سیاسی نفع سے بھی اس کی تلافی نہ ہو سکے گی اور پھر اخلاقی وقار کی بربادی اس کو اس وجہ سے گراں گزرے گی کہ اس اعلانِ شاہی کی قلعی کھل جائے گی جو جنابِ والا کے پیش رو وائسرائے نے ترکی کے ساتھ جنگ شروع ہونے پر کیا تھا۔“ ۲

وائسرائے کا جواب مایوس کن تھا، اس پر دند میں شامل حضرات نے ایک بیان شائع کیا کہ ”اگر معاہدہ صلح کی شرائط مسلمانوں کے مذہب اور جذبات کے خلاف ہوئیں تو حکومتِ برطانیہ کے ساتھ مسلمانوں کی وفاداری اس کا تحمل نہ کر سکے گی۔ اس کے بعد یہ مطالبہ کیا کہ جزیرۃ العرب ان حدود کے ساتھ جو اسلامی روایات کی رو سے معین ہیں اور اسلام کے مقدس مقامات خلیفہ کے اختیار و انتظام میں رہنے چاہئیں اور وہ تمام وعدے پورے کئے جائیں، جو مسلمانوں سے وزیرِ اعظمِ برطانیہ نے کئے ہیں۔“ ۳

اس کے بعد خلافت کانفرنس کا تیسرا اجلاس فروری ۱۹۲۰ء میں بمبئی میں منعقد ہوا جس میں انگلستان کو روانہ ہونے والے مجوزہ دند پر اظہارِ اعتماد کاریز دیوشن منظور ہوا، مطالبات ضابطے کے ساتھ متعین کئے گئے اور حکومتِ برطانیہ کو متنبہ کیا گیا کہ

۱۔ علی برادران جس ۱۹۳۳ء، پاکستان ناگزیر تھا۔ از سید حسن ریاض، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء۔ اشاعت ششم، ص ۸۸  
۲۔ علی برادران جس ۱۹۳۳ اور ۱۹۳۵  
۳۔ علی برادران جس ۱۹۳۵

”اس مطالبے میں اُتر کوئی کمی نہ تھی تو اس سے نہ صرف مسلمانوں کے عمیق ترین مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچنے کا بلکہ ان اعلانات اور مواعید صالحہ کی بددہی بے حرمتی اور خلاف ورزی ہوئی جو اتحادی اور ان کی حریفوں کے نمائندہ ماہرین سیاست نے اُس وقت کئے تھے جب وہ مسلمان قوم اور مسلمان سپاہ کی تائید و مدد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یہ مطالبہ صرف مسلمانوں ہی کا نہیں ہے بلکہ ملک کی پوری ہندو آبادی اس میں ان کے ساتھ شریک ہے۔ اگر غلط فیصلہ کیا گیا تو اس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔“

چنانچہ بمبئی کے اجلاس کے فیصلہ کے مطابق مسلمانوں کا ایک نمائندہ وفد، اوائل مارچ ۱۹۲۰ء میں انگلستان کے وزیر اعظم لانگ جارج سے گفتگو کرنے کے لئے لندن پہنچا۔ امیر وفد مولانا محمد علی جوہ اور باقی ممبران درج ذیل حضرات تھے۔

- |                        |                         |
|------------------------|-------------------------|
| ۱- سید سلیمان ندوی     | ۲- ابوالقاسم صاحب       |
| ۳- سید حسین            | ۴- حسن محمد حیات        |
| ۵- محمد شعیب قریشی اور | ۶- عبدالرحمن صاحب صدیقی |

مولانا محمد علی جوہ نے بڑی قابلیت اور بے باکی سے وفد کے مطالبات، برطانیہ کے عمائدین اور وزیر اعظم لانگ جارج کے سامنے پیش کئے، لیکن وزیر اعظم بڑے رکھائی سے پیش آئے، انہوں نے تمام وعدوں اور یقین دہانیوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی سے کہا: ”ترکوں کے ساتھ ان سے مختلف اصولوں پر معاملہ نہیں کیا جاسکتا جو مسیحی ملکوں کے ساتھ برتے گئے ہیں۔ ترکیہ کو ترکی سرزمین پر دنیوی اختیار برتنے کی اجازت ہوگی مگر وہ علاقے اُس کے قبضے میں نہیں چھوڑے جائیں گے جو ترکی نہیں ہیں۔“

وفد کے ساتھ جو کچھ انگلستان میں ہوا اس سے برعظیم کے مسلمانوں کو بہت زیادہ روحانی اور ذہنی تکلیف ہوئی۔ مجلس خلافت کی اپیل پر ۱۹ مارچ ۱۹۲۰ء کو ”یوم غم“ منایا گیا۔ حضرت علامہ اقبال اس وفد کے برطانیہ جانے کے حق میں نہیں تھے، اس کی ناکامی پر انہوں نے مندرجہ ذیل

۱۔ علی برادران، ص ۶۳۵

۲۔ علی برادران، ص ۶۳۵

۳۔ ”پاکستان تاثرات“ از سید حسن ریاض، مطبوعہ شعبہ تصنیف و تالیف، ترجمہ کراچی یونیورسٹی، کراچی ۱۹۹۲ء۔ اشاعت ششم، ص ۹۱

اشعار بعنوان ”در یوزہ خلافت“ لکھے جو اس وقت، بانگِ درا میں شامل ہیں۔

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے  
تو احکامِ حق سے نہ کر بے وفائی  
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا؟  
خلافت کی کرنے لگا تو گدائی!  
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے  
مسلمان کو ہے نگ وہ پادشائی!  
”مرا از شکستن چناں عار ناید  
کہ از دیگران خواستن مومیائی“

وفدا بھی یورپ ہی کا دورہ کر رہا تھا کہ اتحادیوں کے نمائندے فرانس کے شہر سان رومیو میں جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ حسبِ ذیل شرائط پر ترکی سے صلح کی جائے اور خلیفہ ترکی کو طوعاً و کرہاً اس نازیبا اور ذلت آمیز معاہدہ پر دستخط کرنے پڑے۔

(۱) سلطان اتحادیوں کی حمایت کے ساتھ قسطنطنیہ میں حکومت کرے گا۔  
(۲) اتحادیوں کو یہ حق ہے کہ آ بناؤں پر قبضہ کر لیں اور یہ بھی کہ ایشیائی ترکی کے کسی حصے پر قابض ہو جائیں۔

(۳) آرمینیہ کی ایک نئی دولت (حکومت) قائم کی جائے گی جس میں مندرجہ ذیل صوبے داخل ہوں گے:

مشرقی اناطولیہ، ارض روم، وان، تبلس، ترا بزون اور ارزنجان۔ اس دولت کی حدود ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی مدد سے قائم کی جائیں گی۔

(۴) ترکی، عرب کے متعلق اپنے تمام دعوؤں سے دست بردار ہوگا۔  
(۵) شام کی حکمرانی فرانس کو، عراق اور اردن کی برطانیہ کو دی جائے گی۔

عدیہ اٹلی کو، سمرنا اور مغربی اناطولیہ یونان کو عنایت کیا گیا۔  
یہ ذلت آمیز شرائط مئی ۱۹۲۰ء میں مرتب کی گئیں، لیکن اس معاہدہ پر دستخط سلطان ترکی نے باہر مجبوری ۲۰ اگست ۱۹۲۰ء کو سیورے کے مقام پر کئے اور اس طرح یہ معاہدہ ”معاہدہ سیورے“ کے نام سے مشہور ہوا، جب اس معاہدہ کی تفصیلات اخبارات کے ذریعہ ۱۴ مئی کو ہندوستان میں پہنچیں تو مسلمانوں میں غم و غصہ اور اضطراب اور بے چینی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ اوائل جنگ میں برطانیہ کے تمام ذمہ دار لیڈر مسلمانوں سے یہ وعدہ کر چکے تھے کہ

”ہم اس لئے نہیں لڑ رہے ہیں کہ ترکی کو اس کے دارالسلطنت سے محروم کر

۱۔ علی برادران (مرتب) رئیس احمد جعفری، سید۔ مطبوعہ اشرف پریس لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۶۳۶

دیں یا اسے ایشائے کوچک اور تھریس کی زر خیز زمینوں سے محروم کر دیں۔ ہم سلطنتِ ترکی کے قیام و بقا (تحفظ) کو اس کے وطن کو اور اس کے دار الحکومت کو چیلنج نہیں کرتے۔“ ۱

”معابد سیورے“ کی دفعات شائع ہونے کے بعد خلافت کمیٹی کا بمبئی میں ۲۸ مئی ۱۹۲۰ء کو جلسہ ہوا جس میں طے پایا کہ ”مسلمانوں کے مقاصد کی تکمیل کا واحد ذریعہ عدم تعاون ہے۔ مسٹر گاندھی و تحریک عدم تعاون کا لیڈر قرار دیا گیا۔ تمام تمغے اور خطابات حکومت کو واپس کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا۔“ ۲

تحریک عدم تعاون یا دوسرے لفظوں میں ترکِ موالات، گاندھی کی راہنمائی میں ۲۸ مئی ۱۹۲۰ء کو شروع ہوئی۔ بعد میں سوال نا فرمانی بھی پروگرام میں شامل کر لی گئی۔ عدالتوں کا بائیکاٹ کیا گیا۔ رضا کار بھرتی کئے گئے۔ پرنس آف ویلز کی آمد پر احتجاجی جلوس نکالے گئے، ہڑتالیں کی گئیں، خطابات اور تمغے واپس کئے گئے اور انتخابات کا بائیکاٹ کیا گیا۔ لیکن فروری ۱۹۲۲ء میں پیش آنے والے ”چوراچوری“ کے سانحہ کو بہانہ بنا کر اس تحریک کے ڈکٹیٹر مسٹر گاندھی نے بیک جہش قدم سب کئے پر پانی پھیرا، یا اور تحریک و اس وقت بند کرنے کا اعلان کر دیا جب یہ کامیابی سے ہم نوار ہو رہی تھی۔

خلافت کمیٹی ستمبر ۱۹۱۹ء میں لکھنؤ میں قائم ہوئی اور فروری ۱۹۲۲ء میں مسٹر گاندھی کے مذکورہ اعلان کے بعد اس کی سرگرمیاں عملاً ختم ہو گئیں، لیکن دو سالوں میں عصر حاضر کے سب سے بڑے ”شاطر“ اور ”عیار“ بندو کی ذہانت اور مسلمان اکابر کی سادہ لوحی سے جو کچھ مسلمانوں پر بیت گئی وہ ایک دلدوز اور المناک داستان ہے۔ مسلمانوں کے ایک عظیم مذہبی شعار ”قربانی“ کو مسلمان لیڈروں ہی کی مدد سے بند کرانے کی کوششیں کی گئیں۔ انھوں نے مسلمان ہجرت کر کے تباہ و برباد ہو گئے، ان کی دولت، عزت، ناموس سب چھ لیڈروں کی عاقبت نااندیشی کی بھیجٹ چڑھ گیا۔ مسلمانوں کے تعلیمی ادارے تباہ و برباد کر دیئے گئے اور گاندھویت کے زیر اثر اسلام کے اصولوں اور احکام کی قویاں و فعلا تو جین کی گئی، لیکن اس افراتفری کے دور میں بھی چند مردانِ حق ایسے موجود تھے

۱۔ بسنی آف دی کانگریس بحوالہ ”اقبال“ کا سیاسی کارنامہ از محمد احمد خاں، مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور۔ طبع اول ۱۹۱۹ء، ص ۲۳

۲۔ حیات قائد اعظم از چوہدری محمد سرور محمد خاں۔ پبلشر زیونائینڈ لاہور۔ طبع ۱۹۳۹ء، ص ۱۵۰  
۳۔ علی ہمدانی، سید رحیم احمد مغربی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء، ص ۶۳۶ (ملخصاً)

جنہوں نے اپنی دینی بصیرت سے کام لے کر مسلمان لیڈروں اور عوام کو بڑے درد اور سوز سے آگاہ کیا کہ جس راستہ پر آپ جا رہے ہیں وہ مکہ کو نہیں بلکہ ”گاندھستان“ کو جاتا ہے۔ تاریخ کا یہ باب بڑا تفصیل طلب ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم مسئلہ قربانی، تعلیم، ہجرت اور اسلامی اصولوں و احکام کے خلاف بیانات پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالتے ہیں۔

## مسئلہ قربانی

گائے ہندو کے لئے معبود کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن اس کے برعکس مسلمان کے لئے اس کی قربانی اور ذبیحہ مذہبی شعار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے جب بھی مسلمان گائے کو ذبح کرتا ہے تو ہندو سمجھتا ہے کہ چھری گائے کے گلے پر نہیں میرے گلے پر چل رہی ہے اور وہ مسلمان کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے، وہ ذبیحہ کو گائے کشی کے نام سے پکارتا ہے اور زبردستی، منت، خوشامد اور عیاری اور مکاری یعنی ہر حیلے اور بہانے سے مسلمان کے اس مذہبی شعار کو بند کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اُسے اس سے غرض نہیں کہ گائے ہندو کی دل آزاری کے خیال سے چوراہے پر ذبح کی گئی ہے یا اُس کی دل آزاری سے بچنے کے لئے ایک پوشیدہ اور محفوظ جگہ پر کی گئی ہے۔ اُسے جب بھی اور جیسے بھی موقع ملتا ہے وہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے۔ مثلاً:

شاہ شجاع الملک اور رنجیت سنگھ کے مابین جو معاہدہ ۲۵ جون ۱۸۳۸ء کو بمقام شملہ طے پایا اس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ

”جن اوقات میں رنجیت سنگھ اور شاہ شجاع الملک ایک ہی جگہ مقیم ہو وہاں گائے کافی نہ جائے گی۔“

اس شق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رنجیت سنگھ نے شاہ شجاع الملک کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ذبیحہ گائے کی ممانعت کی حدود کو کابل تک پھیلا دیا۔

اب اُن کوششوں کا اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے جو اہل ہندو کی طرف سے اور ان کے ہمنواؤں ہم زبان بدنام کنندہ نکلونامے چند، قسم کے عاقبت نااندیش مسلمان لیڈروں نے تسلسل کے ساتھ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے لے کر تشکیل پاکستان اور اس کے بعد بھی جاری رکھی ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ”سرحد اور جدو جہد آزادی“ از اللہ بخش یوسفی، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۹ء۔ اشاعت دوم، ص ۶۰

۱۲۹۸ھ ۱۸۸۰ء میں ہندوؤں نے بکمال تدلیس و تبلیغ ایک استفتاء مرتب کیا اور اسے  
 وضعی ناموں سے برعظیم کے تمام بڑے بڑے شہروں میں فتویٰ کے لئے علماء کرام کی خدمت میں  
 روانہ کیا۔ علمائے حق جن کا فریضہ حیات ہی اسلام اور اہل اسلام کی خدمت ہے، ہندوؤں کے  
 ناپاک عزائم اور مقاصد کو بھانپ گئے اور انہوں نے بالکل عقلیہ نقلیہ سے ثابت کیا کہ ذبیحہ گاؤ کے  
 متعلق اہل بنود کا ادعا اور خدشات باطل اور بے بنیاد ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ محمد فاروق چڑیا کوٹی،  
 مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور مولانا عبدالحی فرنگی مکی رحمۃ اللہ علیہم کے فتاویٰ بڑے جامع اور  
 مدلل ہیں۔ ذیل میں ہم اہل بنود کی طرف سے جاری کئے اس استفتاء اور مولانا بریلوی کے فتویٰ کو  
 درج کرتے ہیں۔

**استفتاء۔** ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین مذہب حنفیہ اس مسئلہ میں کہ گاؤ کشی کوئی  
 ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا اگر  
 کوئی (شخص) معتقد اہانت ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا  
 گوشت نہ کھایا ہو، یہ چند کہ اکل (کھانا) اس کا جائز جانتا ہے، تو اس کے اسلام  
 میں کوئی (چیم) فرق نہ آئے گا اور وہ کامل مسلمان رہے گا۔

گاؤ کشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گناہگار ہوتا ہے یا اگر کوئی شخص گاؤ کشی  
 نہ کرے صرف اہانت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گناہگار نہ ہوگا، جہاں بلا وجہ اس  
 فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ و فساد اور منہجی بہ ضرر اہل اسلام ہو اور کوئی فائدہ  
 اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عملداری اہل اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ اس فعل سے  
 کوئی باز رہے تو جائز ہے یا یہ کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصد اہانت فتنہ و فساد  
 ارتکاب اس کا واجب ہے اور قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گائے کی؟ پتو اتوجروا۔

از مراد آباد شوال ۱۲۹۸ھ

اب دو ایمان افروز جواب ملاحظہ ہو جو مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف  
 سے آیا گیا۔

(الف) گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ

۱۔ نفس الفکر فی قربان البقہ (۱۲۹۸ھ) از امام احمد رضا، شوال رسالہ رضویہ جلد دوم (مرتب) عبدالحکیم اختر  
 شاہجہانپوری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۲۱۵۔ فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۴، ص ۵۴۵ اور ۵۵۰



اُس کا تارک باوجود اعتقادِ اباحت بنظرِ نفس ذاتِ فعل گنہگار نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شے کا کھانا یا لٹینین فرض، مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجبِ لعینہ اور اُس کا ترک حرامِ لعینہ نہیں یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امر ان سے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں، لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں، بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری و حتمی ہے، یوں ہی واجبات و محرمات لغیر ہا میں بھی امتثال و اجتناب اشد ضروری ہے، جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مضر نہیں اور اُن سے بالجبر باز رکھنے میں بے شک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔ ہم ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بڑو بریٹانیا، گاؤ کشی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظِ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے، تو کیا اس میں ذلتِ اسلام متصور نہ ہوگی، کیا اس میں خواری و مغلوبیِ مسلمین نہ سمجھی جائے گی، کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر رد نہیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شامت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ کیا بلاوجہ و جیہہ اپنے لئے ایسی دنائت (دنایت) و ذلت اختیار کرنا ... ہماری شرع مطہر جائز فرماتی ہے؟ حاشا وکلّا۔ ہرگز نہیں۔ نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روا رکھیں۔ سائل لفظ ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے، اُس نے ترک اور کف میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اُس سے بالقصد باز رہنا اور بات۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صد ہا منافع ہیں، یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا اور مسلمانوں کے اسبابِ معیشت میں کمی یا تنگی کر دینا۔“

(ب) باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ ”اس فعل کے ارتکاب سے ثورانِ فتنہ و فساد ہو۔“ ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہما گاؤ کشی کی قانوناً ممانعت

۱۔ انسٹنٹ الفدرنی قربان البقر از امام احمد رضا، مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء۔ بار دوم، مشمولہ رسائل رضویہ (جلد دوم) مرتبہ عبداعظیم اختر شاہجہان پوری۔ ۱۱ ہجرت اول ۱۹۷۶ء، ص ۲۱۸-۲۱۹، فتاویٰ رضویہ، ج ۱۳، ص ۵۵۳

ہے وہاں جو مسلمان کائے ذبح کرے گا البتہ اٹار تہ فتنہ و فساد اس کی طرف منسوب ہو سکتی ہے اور وہ قانوناً مجرم قرار پائے گا اور اس امر کو ہماری شرعاً مظہر بھی روا نہیں رکھتی اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر شوران فتنہ و فساد ہوگا تو لا جرم بنو د کی جانب سے ہوگا اور جرم انہیں کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرتے دیتے اور اگر ایسا ہی خیال بنو د کے فتنہ و فساد کا شرعاً ہم پر واجب کرے گی تو بہ جگہ کے بنو د کو قطعاً اس رسم کے اٹھا دینے کی سہل تدبیر باتھ آئے گی جہاں چاہیں کے فتنہ و فساد برپا کریں گے اور بیڈ ٹیم جہاں شرعاً ہم پر ترک واجب کر دے گی اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی و چاہیں گے اپنے فتنہ و فساد کی بنا پر بند کرادیں گے بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارٹ عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے براہ جہالت ذبح گاؤں کا مرتکب ہونا بے شک مسلمانوں کو تو جین و ذلت کے لئے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں وہاں سے بھی بازار بنا اور بنو د کی بے جا ہٹ بجا رکھنے کے لئے یک قلم اس رسم کو اٹھا دینا ہرگز جائز نہیں۔“

یہ بات تو تھی ۱۸۸۰ء کی، اب آگے چلئے۔

(۲) ۱۹۱۱ء

۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں ہندوؤں نے ہندوستان سے گاؤنشی بند کرانے کے لئے از سر نو کوششیں تیز کر دیں، گورنمنٹ کو عرضداشت پیش کی کہ گاؤنشی سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے اس پر قانوناً پابندی لگائی جائے۔ ان کی اس عرضداشت پر کانگریسی ذہن کے مسلمان لیڈروں نے بھی مہر تصدیق ثبت کر دی تو آل انڈیا مسلم لیگ کی بریلی شاخ کے جوائنٹ سیکرٹری سید عبدالودود نے ہندوؤں اور مسلمان نیشنلسٹ لیڈروں کے مشترکہ ناپاک عزائم کو ناکام بنانے کے لئے مسلم لیگ کی طرف سے ایک استفتاء مرتب کیا اور اظہار حق کے لئے علماء کرام کی خدمت میں بھیجا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب، مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف ”بہار شریعت“ اور مولانا نواب میرزا خاں کی طرف سے ذبیحہ گاؤں کے مذہبی شعار کی تائید اور غیروں کے ناپاک منصوبوں کے خلاف زور دار فتوے جاری ہوئے۔ ذیل میں مسلم لیگ کا استفتاء اور مولانا بریلوی کا جواب ملاحظہ ہو۔

۱۔ رسالہ رضویہ جلد دوم (مرتب) عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری، ۱۱، پور۔ طبع اول ۱۹۷۶ء، ص ۲۲۲-۲۲۳

فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۳، رضا فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۵۵۷-۵۵۸

الحمد لله

گاوکشی کے معاملہ میں مفصل تحقیقات ہندو نکار و نجات

سکی بنام تاریخی

انفس الفکر

فی  
قریبان البقر

مصنفہ

امام اہلسنت مجدد دین و ملت حامی سنت اسی بدعت علیہم السلام مولانا مولوی مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب

قادی برکاتی نور اللہ مستدہ

باہتمام و اشاعت جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب اعظمی قادی

مطبع اہل سنت و جماعت بریلی مطبع ہوا

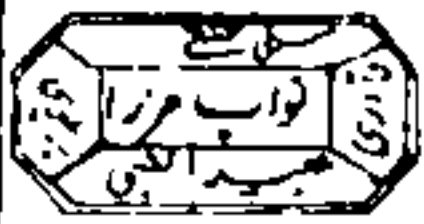
سرورق: یہ رسالہ انفس الفکر فی قریبان البقر از امام احمد رضا بطبوعہ بریلی اشاعت نومبر ۱۹۲۱ء

مسئلہ! از ظلم لیک ضلع بریلی مرسلہ سید عبدالودود جنبٹ سکرٹری لیکٹ اور جلدی ملاوی  
فحیح و نصلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شیعہ متین اس بارے میں کہ آج کل اہل ہند کی طرف سے نہایت سخت  
کوششیں اس امر کی ہو رہی ہیں کہ ہندوستان سے گاؤں کشی کی رسم موقوف کرادی جائے اور اس غرض سے انہوں نے  
ایک بہت بڑی عرصہ صاف گوشت میں پیش کرنے کے لیے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگان ہندوستان کے  
دستخط کرنا جاری ہے یہ بھی ناقابل تردید مسلمان بھی اس عرصہ صاف گوشت پر ہندوؤں کے کئے گئے  
دستخط کر رہے ہیں ایسے مسلمانوں کی بابت شیخ شریف کا کیا حکم ہے اور اس غماہی رسم کے جو شمار اسلام میں سے  
ہے ہندوؤں کے ہر مرد دین والے گنہگار اور عند اللہ مواخذہ دار میں رہا نہیں۔ بیوا ابواب بالتفصیل واللہ  
بیدی من یقار الی سواک سبیل۔

ابجواب

گائے کی قربانی شاعر ہمارے سے ہے قول اللہ تعالیٰ والبدن جعل لکم من شعاع ثرا اللہ شاعر  
اونٹ گائے بیل ہمنے ان کو کیا تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے مسلمانوں کو ہندوؤں کے ہاتھ



اس معاملہ کے انسداد میں شرکت ناجائز و حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ بیانی نواب مرزا

محلہ منہ عام المصلح علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
فی الواقع گاؤں کشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب اللہ رباب میں  
متعدد جگہ موجود ہے اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی ہمہ پیشی حضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش  
نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا برخواہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا صاحب دینی غفرلہ



بیت فتنی النفس الفکر فی قرآن البقرہ کا صفحہ ۱۹

استفتاء۔ ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آج کل ہنود کی طرف سے نہایت کوشش اس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤ کشی کی رسم موقوف کرادی جائے اور اس غرض سے انہوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگان ہندوستان کے دستخط کرائے جارہے ہیں۔ بعض ناعاقبت اندیش (عاقبت نا اندیش) مسلمان بھی اس عرضداشت پر ہندوؤں کے کہنے سننے سے دستخط کر رہے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ اور اس مذہبی رسم کے جو شعائر اسلام میں سے ہے بند کرانے میں مدد دینے والے گناہگار اور عند اللہ مواخذہ دار ہیں یا نہیں؟“ ۱۔

جواب اعلیٰ حضرت بریلوی۔ ”فی الواقع گاؤ کشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے، اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔“ ۲۔

(۳) ۱۹۱۳ء

۱۔ مشیر حسین قدوائی نے اخبار ”لیڈر“ ۵ نومبر ۱۹۱۳ء، ۵ رزوی الحجہ ۱۳۳۱ھ میں اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ

”مسلمانوں کو از خود اجودھیا میں گائے کی قربانی بند کر دینی چاہئے کیونکہ اجودھیا ہندوؤں کا مقدس تیرتھ ہے اور وہاں گایوں کے ذبح ہونے سے ان کی سخت دل آزاری ہوتی ہے۔ گائے کے بجائے بکروں کی قربانی کا آسانی سے انتظام کیا جاسکتا ہے اور ایک فنڈ قائم کیا جاسکتا ہے جس سے مسلمانوں کو اس زائد خرچ میں مدد دی جاسکتا ہے جو گایوں کی بجائے بکریوں یا بھیڑوں کی قربانی دینے سے ان کو برداشت کرنا پڑے گا۔“ ۳۔

۱۔ نفس الفکر فی قربان البقر از امام احمد رضا مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء۔ اشاعت دوم، ص ۱۹۔

۲۔ نفس الفکر فی قربان البقر از امام احمد رضا مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء۔ بار دوم، ص ۱۹۔

۳۔ ہندو مسلم اتحاد پر کھلائے مہاتما گاندھی کے نام (۱۹۲۰ء) از محمد عبدالقدیر، مطبوعہ مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۲۵ء۔ اشاعت دوم، ص ۱۶۔ بحوالہ اخبار ہمدرد ۱۶ نومبر ۱۹۱۳ء۔ نوٹ: محمد مقتدی خاں شروانی (ناشر) کے بقول، اس رسالہ کے حقیقی مصنف جناب عزیز الدین بلگرامی (علی گڑھ) ہیں۔ دیکھئے: فہرست ذخیرہ کتب حکیم محمد موسیٰ امرتسری، مخزنہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، لاہور۔ ۱۹۹۶ء، جلد اول، ص ۶۷۲ (ظہور)

ب۔ مسٹر مظہر الحق نے فرمایا:

”میں اس امر سے پورے طور پر متفق ہوں کہ مسلمان کانپور اور اجودھیا میں گائے کی قربانی کرنے سے محترز رہیں۔“ ۱

(۴) ۱۹۱۹ء

۱۔ ”بقعید (۱۳۳۷ھ) کے موقع پر مولوی فضل الحسن حسرت موبانی نے خود کنار پور جا کر یہ کوشش کی کہ وہاں کے مسلمان ہندوؤں کی خاطر سے گائے کی قربانی ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں۔“ ۲

ب۔ ”دسمبر ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا مسلم لیگ نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی سعی اور تحریک سے یہ رزلویشن پاس کیا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ہندوؤں کے جذبات کا لحاظ کریں اور گائے کی قربانی از خود ترک کر دیں۔“ ۳

(۵) ۱۹۲۰ء

۲۔ خولجہ حسن نظامی نے ”رسالہ ترک گاؤنشی“ میں لکھا۔ ”ہندو ہمارے پڑوسی ہیں اور گاؤنشی سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے لہذا ہم گائے کی قربانی نہ کریں اور اس کے عوض دوسرے جانوروں کی قربانی کافی سمجھیں۔“ ۴

ب۔ مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری نے گاؤنشی بند کر کے زیر عنوان لکھا کہ ”میں اعلان کرتا ہوں جیسا کہ میں نے پچھلے سال (یعنی ۱۹۲۰ء میں) کیا تھا کہ ہندو بھائیوں کی طرف سے کسی مطالبہ یا مداخلت سے پہلے ہی مسلمانوں کو بجائے گائے کے بکریاں اور بھیڑیں قربانی کرنی چاہئیں۔“ ۵

ج۔ جناب حکیم اجمل خاں صاحب نے امرتسر میں بحیثیت صدر مسلم لیگ اپنے خطبہ میں ارشاد کیا کہ

”گاؤنشی کا ذکر ہم لوگ عرصہ سے اشاروں اور استعاروں میں کرتے رہے

۱۔ ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام (۱۹۲۰ء) از محمد عبدالقادر، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء، ص ۱۷

۲۔ ایضاً ص ۱۷

۳۔ ایضاً ص ۱۷ بحوالہ امڈین ریویو جنوری نمبر ص ۲۲

۴۔ رسالہ ترک گاؤنشی از خولجہ حسن نظامی، مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس، دلی ۱۹۲۰ء، ص ۲۰

۵۔ روزانہ پیسا اخبار لاہور، ۱۰ اگست ۱۹۲۱ء، ص ۴، کالم ۳

ہیں، لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ اس مسئلہ کا زیادہ صفائی اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا جائے تاکہ ہم کسی معقول نتیجہ تک پہنچ سکیں۔ ہمارے ہندو بھائیوں نے جو طریقے گاؤ کشی کے انسداد کے اختیار کئے تھے وہ بعض صورتوں میں بہت زیادہ قابل اعتراض تھے اور وہ قدرتی طور پر حصول مدعا میں ناکامیاب ثابت ہوئے۔ اب کہ ہندو اور مسلمان ایک نئے دور سے گزرے (گزرے) ہیں اور ان کے اختلافات مٹ مٹا کر اتحاد کی صورتیں اختیار کر رہے ہیں۔ ان دونوں قوموں میں وہ اسپرٹ پیدا ہو گئی ہے جو صرف گاؤ کشی ہی کے مسئلہ کے لئے نہیں بلکہ بہت سے اختلافی مسائل کے حل کرنے کے لئے ایک مضبوط بنیاد کا کام دے گی۔

ہمارے ہندو بھائیوں نے ایک عرصہ سے ہر جگہ اتحاد کا ہاتھ ہماری طرف بڑھانے میں پیش دستی کی ہے جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ اب ہم مسلمان بحیثیت ایک شریف قوم کے اس کا جواب سوائے (سوا) اس کے اور کچھ نہیں دے سکتے کہ زیادہ جوش اور سرگرمی کے ساتھ اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھائیں۔ مجھ سے اگر سوال کیا جائے کہ اس مسئلہ کی طرف عملی قدم کس طرح اٹھانا چاہئے تو میں سب سے پہلے یہ مشورہ دوں گا کہ ہندوؤں کے مقدس شہروں سے جیسے کاشی، اجودھیا، متھرا اور بندر بن ہیں اس کا آغاز کیا جائے اور ان شہروں میں جس قدر جلد ممکن ہو دوسرے جانوروں کی قربانی کو اختیار کیا جائے اور اسی کے ساتھ ساتھ دوسرے شہروں میں بھی اس کوشش کا آغاز کیا جائے۔“

اس خطبہ میں حکیم صاحب نے قربانی کی مذہبی حیثیت پر بھی بحث کی ہے اور رواروی میں ایک حدیث پاک میں تحریف تک کر گئے۔ مقصد صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ ”اسلام میں گائے کی بجائے بھیڑ کی قربانی زیادہ افضل ہے اور یہ کہ اسلامی احکام میں گائے کی قربانی کہیں بھی صراحتاً لازم نہیں ہے۔“

حکیم صاحب کے پیش نظر جو ہدف تھا، اس لحاظ سے ان کی حکمت یہی تقاضا کرتی تھی کہ گائے کی قربانی ترک کرنے پر اسلامیان ہند کو آمادہ اور قائل کیا جائے۔ عرب میں عمومی طور پر بھیڑ

۱۔ حیات اجمل مرتبہ قاضی محمد عبدالغفار، ص ۲۱۳-۲۱۶

۲۔ ایضاً ص ۲۱۵

اور ذبے کی قربانی کا چلن ہے۔ ایک عام مسلمان بھی مالی استعداد رکھتا ہو تو بکرے یا ذبے کی قربانی کو ترجیح دیتا ہے، لیکن ہمیشیت مسلمانوں کو کم پیسے خرچ کر کے قربانی کا جو موقع مل سکتا ہے، اسے محض بندو کی خوشنودی کے لیے ترک کرنا، سیاسی قائدین کی مصلحت تو ہو سکتا ہے، دینی احکام کے مطابق نہیں۔

ہمارے نزدیک ظلم یہ ہوا کہ بندوؤں کی دل جوئی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد میں تحریف تک کر ڈالی۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا رايتك هلال ذى الحجة  
واراد احدكم ان يضحى فليمسك عن شعره واطفاره. ۱  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو ذی الحجہ کا چاند دیکھے اور قربانی کا ارادہ کرے تو وہ بال  
کوننا اور تاخن تراشنا چھوڑ دے۔

اب اس میں "باشاۃ" یعنی بھیڑ یا بکری کا اضافہ کرنے کی جسارت حکیم صاحب جیسی شخصیت کو ہرگز زیب نہ دیتا تھا، جس پر مولانا سید سلیمان اشرف تو سکتے میں آ گئے، چنانچہ انہوں نے صاحب موصوف سے بذریعہ مراسلہ نہایت نیاز مندانہ طور پر سوال کیا کہ حضرت ام سلمہ سے مروی روایت کس کتاب سے آنجناب نے نقل فرمائی، ادھر سے جواب نہ ملنے پر مولانا سلیمان اشرف، حکیم صاحب کے دیوانہ کدو پر دہلی بہ نفس نفیس دو مرتبہ حاضر ہوئے، لیکن ملاقات کی کوشش بار آور نہ ہوئی۔ ازاں بعد سید صاحب نے بعض حضرات اہل علم جن کا حکیم صاحب کے ہاں آنا جانا تھا ان کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ حدیث شریف میں جو غلطی ہو گئی ہے اس کی تہجج کی طرف حکیم صاحب کو توجہ دلائیے، لیکن سید سلیمان اشرف صاحب کی یہ کوشش بھی بے اثر رہی۔ مزید برآں مختلف مواقع پر علماء سیاسی سے بالمشافہ عرض کیا گیا کہ ترک قربانی گاؤ کی تحریک فتنہ عظیمہ ہے۔ خدارا بندو کی خاطر مسلمانی کا گانا نہ گھونٹئے۔ دیکھئے حدیث میں جعل و تحریف تک کی نوبت آ گئی، تین مہینے بزرگے اور کوئی اعلان نہیں کرتا ہے کہ اصل حدیث میں لفظ شاقہ نہیں ہے، غلطی سے لکھا گیا ہے۔ الغرض سید صاحب کی ان کوششوں کا علماء مؤسسین اتحاد ہندو مسلم پر کوئی اثر نہ ہوا، انہوں نے اعتراض کیا اور مسلسل سکوت اختیار کئے رکھا تو آپ نے مسلمانوں کو امر حق سے آگاہ

۱۔ از شاد، از محمد سلیمان اشرف، مطبوعہ انسٹی ٹیوٹ ملی مذاہب، کالج ۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۰ء، ص ۲۶

۲۔ دیکھئے۔ انوار سید محمد سلیمان اشرف، مطبوعہ ملی نژاد، ۱۹۲۱ء، ص ۱۹-۲۰، ۲۱۹، ۲۳۳



کرنے کے لیے زیر نظر کتاب ”الثور“ کی تصنیف سے پہلے رسالہ ”الرشاد“ لکھا جس میں یہ واضح کیا کہ ہمارے سیاسی لیڈران قوم ”ہندو مسلم اتحاد“ کے خیال کو چکانے اور بردران وطن کی دلنوازی کے لئے کن کن طریقوں سے آج سنت ابراہیمی کو مٹانے کے لئے کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ اور مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی تحریک اور حکیم اجمل خاں صاحب کی سعی سے یہ رزلوشن پاس کر دیا کہ ”ہمیں ہندوؤں کے جذبات کا خیال کر کے گائے کی قربانی ایک قلم موقوف کر دینا چاہئے“۔

امرواقعہ یہ ہے کہ حدیث کی کسی ایک کتاب میں بھی شاة کا کہیں ذکر تک نہیں ہے۔ اس لئے ”الرشاد“ میں مولانا سید سلیمان اشرف نے مسلم شریف، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، جامع ترمذی، سنن، مسند احمد بن حنبل میں قربانی سے متعلق روایات کو یکجا کر دیا ہے۔ چنانچہ اس جانب اشارہ کرتے ہوئے ”مقام تحریف“ کے زیر عنوان فرماتے ہیں:

”مسلم شریف کی ساری روایتیں نقل کر دی گئیں اس میں ہر شخص تلاش کرے

کہ بکری کہاں ہے۔“ ۲

آگے چل کر سلیمان اشرف رقمطراز ہیں:

”کتب احادیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جس قدر روایتیں بیان

تحریک خلافت و ترک موالات پر کام کرنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ لازمی ہے۔ تاریخ کے اس باب کو محفوظ کرنے کے لیے یہ نایاب رسالہ مکتبہ رضویہ، لاہور نے ۱۹۸۱ء میں سید نور محمد قادری کے پیش لفظ کے ساتھ شائع کر دیا تھا۔ علامہ حکیم محمد حسین عرشی امرتسری (۱۸۹۲ء - ۱۹۸۵ء) نے ماہنامہ فیض الاسلام راولپنڈی، نومبر ۱۹۸۱ء میں الرشاد پر تفصیلی تبصرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھا کہ ”مؤلف (سلیمان اشرف صاحب) اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہیں۔ ہندو ذہن آج بھی وہی ہے جو ۲۱-۱۹۲۰ء میں تھا۔ آج بھی مسلمانوں پر وہی (بلکہ زیادہ) مظالم جاری ہیں اور جاری رہیں گے جب تک کہ مسلمانان عالم صحیح معنی میں مسلمان بن کر اپنے حقوق اقوام عالم سے نہ منوالیں۔ اس رسالے کی اشاعت پورے برصغیر میں ہونی چاہئے، لیکن ہندو اس کلمہ حق کو برداشت نہیں کر سکیں گے“۔

ہمارے موجودہ حکمرانوں نے کانگریس مثلاًؤں کی ریت زندہ کرتے ہوئے، بھارتی نیتاؤں کی خوشنودی کے لیے کیا کیا پاپز نہیں بیلے؟ کشمیر کے معاملہ میں اپنے دیرینہ جائز موقف سے مسلسل پسپائی اور اقوام متحدہ کی قراردادوں تک سے دست برداری کے باوجود کیا حاصل ہوا۔ اب یہ بات کوئی راز نہیں رہی کہ ہماری سرحدوں کے اندر خلفشار اور مغربی سرحدی علاقہ میں شورش برپا کرنے کے لیے ”را“ سرگرم عمل ہے اور دہشت گردی کے لیے اسلحہ بھارت سے براستہ افغانستان فراہم ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد باقر مرحوم نے سچ ہی کہا تھا ”ہمیں اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ آج مشرکین ہند سے روابط قائم کر کے ہم کہاں کھڑے ہیں؟“ (ظہور)

۲ رشاد۔ از محمد سلیمان اشرف، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۲۰ء، ص ۲۶



مذہب کو چھوڑنا اور غیر منافی بہ قول کو اس اطمینان و سکون سے بیان کرنا کیسا  
 حمایت دین ہے جیسا اس سے قربانی کی اہمیت کم کر کے دکھانا مقصود نہیں ہے  
 حیرت افزا ستم تو یہ ہے کہ ایک حدیث حضرت ام سلمہ سے روایت کی جاتی ہے  
 اور اس سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ عرب میں بکری کی قربانی کا رواج تھا  
 حدیث پوری نقل نہیں کی گئی اس لئے کہ پھر مدعا کا ثابت ہونا مشکل تھا عوام الناس  
 بھی گھٹک جاتے کہ یہ الفاظ حدیث نہیں خطبہ صدارت کی عبارت یہ ہے۔

نقل کردہ حدیث  
 کی حیثیت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رايتہ لہلال ذی الحجۃ  
 اراد احدکما ان یضعی بالشاة الم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے یا ارشاد فرمایا کہ جب تم عید الغنمی کا چاند بکھو اور تم میں سے کوئی بکری کی قربانی کرنی چاہے

اس حدیث سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں علی العموم بکری کی قربانی کا رواج تھا۔

یہ حدیث جلیل بجز امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک جماعت کثیر محدثین سے مروی  
 ہے لیکن کسی روایت میں لفظ بالشاة یعنی بکری کا نہیں پایا جاتا۔

۱) روایت صحیح مسلم | امام مسلم صحیح شریف میں اسی حدیث جلیل کے لئے  
 ایک باب منقذ کرتے ہیں۔

باب غنمی۔ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَشْرَ ذِي الْحِجَّةِ وَهُوَ مَرِيْدُ النَّصِيْبَةِ أَنْ يَأْخُذَ  
 مِنْ شَعْرِهِ أَوْ لَأْظْفَارِهِ شَيْئًا يَعْنِي اس باب میں اس مسئلہ کا بیان ہے کہ عشرہ ذی الحجہ  
 جبکہ ایسے شخص کوٹے جو قربانی لینے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس سے قربانی دینے سے  
 قبل ناخن تراشنا اور اصلاح بنانا نہ چاہئے۔

اس میں کوئی تخصیص گائے اونٹ اور بھیڑ بکری کی نہیں صاحب قربانی یعنی

قنی ہیں ان سب کو میں نے جمع کر دیا لیکن لفظ "باشاؤ" یعنی ببری جو (عظیم صاحب کے خطبہ سمدارت میں) مایہ دلیل اور دار و مدار برہان ہے اس کا ہمیں نام نہیں۔

مذکورہ رسالہ میں ستر (۷۰) سے زائد ذیلی عنوانات قائم کر کے مولانا سلیمان اشرف نے عقلی اور عقلی دلائل سے حلال جانوروں (گائے سمیت) کے ذبح و قربانی کو نہایت خوش اسلوبی سے ثابت کر دکھایا ہے اور ذبح گاؤ کے خلاف ہندوؤں کے مسلمانوں پر مظالم بھی کھول کھول کر بیان کیے ہیں اور خود ہنود کی مقدس کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ ان میں ذبح گاؤ کے خلاف کوئی حکم نہیں، بلکہ عہد قدیم میں خود ہندو ذبح گاؤ کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ "الرشاد" ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ اور مطبع خادم التعليم لاہور سے یکے بعد دیگرے طبع ہوا۔ مولانا سید سلیمان اشرف نے مسلمانان ہند کی راہنمائی کے لئے "الرشاد" کے کم و بیش تین ہزار نسخے اپنی جیب خاص سے لیڈران قوم کے علاوہ مختلف شہروں اور قصبہات تک میں مفت تقسیم کئے۔ یہ تالیف جہاں مولانا کی ایک اعلیٰ علمی کاوش ہے وہیں اس نازک اور پُر آشوب دور میں ہندو کے دام تزویر کے اسیر علماء کی جانب سے شعائر اسلام سے روگردانی کی مہم کے تار و پود بکھینچنے کے لئے اور اسلامی احکام واضح کرنے میں مددگار ثابت ہوئی۔ ان مساعی سے اس طرح ہندوستان میں مسلمانوں کا یہ دینی رکن اور عظیم شعائر ذبح و قربانی گاؤ جسے اہل ہنود نے گاؤشی کا نام دے دیا تھا، مصون و محفوظ ہو گیا اور پھر تقسیم بر عظیم پاک و ہند کے زمانہ تک یہ فتنہ نہ ابھرا۔

## تکمیل مقدمہ

ظہور الدین خاں امرتسری

پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف علیہ الرحمہ (۱۸۷۸ء-۱۹۳۹ء) کا رسالہ ”الرشاد“ جو ۱۹۲۰ء میں علی گڑھ اور لاہور سے شائع ہوا تھا، پاکستان میں پہلی بار ۱۹۸۱ء میں سید نور محمد قادری مرحوم (۱۳/۱۳) نے ۱۹۲۵ء تا ۱۵ نومبر ۱۹۹۶ء) کے گرانقدر ”دیباچہ“ کے ساتھ طبع ہوا تو قادری صاحب موصوف نے ”دیباچہ“ کے آخر میں یہ نوید سنائی کہ مکتبہ رضویہ، لاہور جناب سید سلیمان اشرف کی ایک اور تالیف ”الثور بہت جلد شائع کر رہا ہے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ ۱۹۶۸ء کے لگ بھگ قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم (م-۱۹/ جنوری ۱۹۷۸ء) بھی ”الثور“ کو تحریک پاکستان کی گم شدہ کڑیاں (یا تحریک پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب) کے عنوان سے شائع کرنے کا عزم کر چکے تھے۔ ”الرشاد“ چھپنے کے بعد قادری صاحب مرحوم نے ”الثور“ کا مقدمہ لکھنا شروع کر دیا، اس سلسلہ میں راقم حروف ۱۹۸۲ء میں ان کے دولت کدہ پر بھی حاضر ہوا جو ضلع منڈی بہاء الدین کے ایک دور افتادہ گاؤں چک ۱۵ شمالی میں واقع ہے، یہاں پر آپ کا کتب خانہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ بر عظیم کی تحریکوں پر قادری صاحب کی گہری نظر تھی۔ ”الثور“ کے ”مقدمہ“ کے زیر نظر صفحات قادری صاحب کی موضوع پر گرفت اور نظریہ پاکستان کے ساتھ ان کی اٹوٹ وابستگی پر دلیل ہیں۔ مگر افسوس خالق حقیقی کے بلاوے نے انہیں تکمیل کار کی مہلت نہ دی۔

”الثور“ کی اشاعت کی مزید تاخیر سے بچنے کے لئے حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ صاحب

۱۔ جناب شفیق صدیقی مرحوم کی کتاب حیات علامہ شبیر احمد عثمانی کا دوسرا ایڈیشن احقر کے بسط مقدمہ کے ساتھ شائع ہوا جس میں ”الثور“ کے بعض حوالہ جات درج تھے تو مختلف اطراف سے ”الثور“ کا تقاضا ہونے لگا۔ چنانچہ کھلا بٹ، ہری پور سے جناب الحاج قادری، راقم کے نام اپنے مراسلہ ۲۰/۲۳ جولائی ۲۰۰۳ء میں لکھتے ہیں:-

”حیات صحیح اسلام علامہ شبیر احمد عثمانی“ کتاب پر آپ کا تحریر کردہ مقدمہ پڑھا اور جواب دے میں ہے ماشاء اللہ آپ نے علامہ سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الثور“ کے حوالہ جات سے کتاب کے مقدمہ کو مزید چار چاند لگائے ہیں۔ خط لکھنے کی ضرورت بھی اس لئے محسوس ہوئی ایک تو اتنی اچھی معلومات دینے پر اور دوسرے علامہ مذکور صاحب کی کتاب ”الثور“ کے لئے

مرثوی مرحوم، مفتون (م-۱۹۹۹) نے یہ رائے دی تھی کہ "مقدمہ" کے انہی صفحات و قاعدوں صاحب کا جواب نہیں اور کتاب شائع کریں۔ یہی وجہ ہے کہ مسئلہ قربانی کے علاوہ ۲۱-۱۹۲۰ء میں پیش آنے والے دیگر مسائل جیسے تعلیم، ہجرت اور ہندو مسلم یکائیت کی خاطر اسلامی احکام اور مولوں کی خلاف ورزیوں کا ذکر قاعدوں کی صاحب کے مقدمہ میں نہ آسکا۔

کاش قادری صاحب اس مقدمہ کی تکمیل کر پاتے اور ہندوؤں کا احاطہ انہی کے قلم سے ہو جاتا، تاہم یہ تو اب ممکن نہیں رہا۔ اب یہی راہ عمل باقی رہ جاتی ہے کہ ضروری عنوانات مثلاً تعلیم، ہجرت وغیرہ پر دستیاب مواد کی روشنی میں پتہ چلے گیا جائے۔ قادری صاحب مرحوم کے مقدمہ میں وہی پونڈہ کا کر اس کے حسن کو بہانے کی بجائے "تعمیل مقدمہ" کے عنوان سے راقم الحروف اپنی روشنی میں لکھا ہے۔ امید ہے قارئین محترم میری ممانعتی اور ضروریوں سے درگزر فرمائیں گے۔

گزشتہ صفحات میں قادری صاحب مرحوم کے قلم سے اس پرچہ مسئلہ قربانی (نہ ہندوہ) کی نام دیا ہے) کا ذکر آچکا۔ اس دور کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (م-۲۰۰۰) نے بھی اپنی تالیف "مولانا ظفر علی خان، حیات، خدمات و آثار" میں مسئلہ گاندھی کی کتاب "تلاش حق" کے حوالے سے "نورِ ہمشا" کا تذکرہ کیا ہے جیسا کہ خلافتِ عینی کے اجلاس علی منعقدہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کی ایک نشست کی صدارت گاندھی جی نے کی تھی۔ اس اجلاس میں وائی شرما، ہاند اور پھول اور ہندو رہنما بھی شریک تھے۔ متذکرہ اجلاس میں مسلمان لیڈروں اور علماء کی فراخ دلی کا ذکر کرتے ہوئے گاندھی جی "تلاش حق" میں لکھتے ہیں۔ "مولانا عبدالباری صاحب نے اپنی تقریر میں کہا: "خواہ ہندو ہماری مدد کریں خواہ نہ کریں، مسلمانوں کو اپنے براہِ اور ان وطن کے مذہبات کا لحاظ کر کے گاؤں گمشدہ ترک کر دینا چاہیے" اور ایک زمانے میں واقعی یہ حالت تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ مسلمان گاؤں گمشدہ بالکل موقوف کر دیں گے۔" اس دور کے بھنی شاہد اور تحریک پاکستان کے ستارہ راہنما مولانا عبدالحامد بدایونی (م-۱۹۷۰ء) فرماتے ہیں:

"علی براہِ اور ان اور مسلم زعماء نے اپنے وطن کے اتحاد کی خاطر اس زمانہ میں جو رواداریاں برتیں وہ اپنی حدود سے بھی متجاوز ہو گئی تھیں۔ انہوں نے روپیہ خرچ کر کے گاندھی جی کی لیڈری چمکانی گئی۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے یہاں کے پوسٹروں کے

"مولانا ظفر علی خان، حیات، خدمات و آثار" از پروفیسر غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر۔ سبک نیل پبلی کیشنز، لاہور۔ طبع سال ۱۹۹۳ء، ص ۱۶۳، حوالہ "تلاش حق" جلد دوم (اردو ترجمہ) ڈاکٹر سید غلام حسین، مطبوعہ جامعہ ملیہ دہلی، ص ۳۰۹

عنوانات اس وقت یہ تھے:

”مولانا عبدالباری کا فتویٰ اور گاندھی جی کا حکم“

پروفیسر محمد سعود احمد صاحب لکھتے ہیں۔ ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے نازک دور میں مسٹر گاندھی نے نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ مسلم علماء کی بھی قیادت کی، سب نے آنکھیں بند کر کے ان کی متابعت کی اور اس طرف سے غافل ہو گئے کہ جن مقاصد کے لئے مسٹر گاندھی کوشاں تھے وہ مسلمانوں کے مقاصد سے مختلف تھے، مگر یہ بات جوش و جذبے کے ماحول میں سمجھ میں آنے والی نہ تھی اس لئے مسٹر گاندھی نے بڑی دانائی اور حکمت سے جذبات کے دھارے کو اس سمت موڑ دیا، جو ان کی منزل کا پتہ دیتی تھی، انہوں نے حصول مقاصد کے لئے جو ذرائع اختیار کئے وہ مسلمانوں نے نہایت تشکر و امتنان کے ساتھ قبول کئے اور یہ نہ سمجھا کہ یہ ذرائع جہاں مسٹر گاندھی کو ان کے مقاصد سے قریب تر لے جا رہے ہیں وہاں مسلمانوں کو ان کے مفادات سے دور تر لے جا رہے ہیں۔ چنانچہ مسٹر گاندھی کے مقاصد میں سے ایک منشا و مقصد، اسلامی اسکولوں، کالجوں کے تعلیمی بائیکاٹ (Boycott، ترک موالات) کی تعمیل بھی تھی۔ اس لئے پہلے ہم مسئلہ تعلیم پر بات کریں گے اور ازاں بعد مسئلہ ہجرت پر۔

### مسئلہ تعلیم

بیسویں صدی کے آغاز میں جب مختلف حقوق کے نام پر آزادی اور تحریکِ خلافت وغیرہ کے نام سے تحریکیں چلنے لگیں تو مسلمانوں کی اجتماعی اور دینی زندگی سے متعلق کئی طرح کے مسائل پیدا ہوئے، اس وقت بعض لیڈر نما مولوی وقت کے دھارے میں بہ گئے اور انہوں نے محض سیاسی مصلحتوں کے تابع ہو کر مختلف تو جیہیں کیں۔ ان مسائل میں (۱۹۲۰ء میں) مسئلہ ترک موالات سرفہرست تھا۔ فتوے جاری ہوئے کہ مسلمان اپنے بچوں کو اسلامیہ کالجوں وغیرہ میں پڑھانا چھوڑ دیں۔ زیر نظر کتاب اسی دور کی یادگار ہے، جس نے صحیح سمت میں مسلمانوں کی رہنمائی کا کام دیا۔ مذکورہ تحریک کے جذباتی اور ہنگامی دور میں جمعیت العلماء ہند کے راہنما اور بعض دوسرے لیڈر

۱۔ نخطہ صدارت پاکستان کانفرنس، منعقدہ ۳۰ اگست ۱۹۴۱ء، (برقلم رائے کوٹ ضلع لدھیانہ) از مولانا عبدالحامد

قاری بدایونی، طبوعہ نظامی پریس بدایوں، ص ۱۴

۲۔ سعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر محمد۔ تحریک آزادی ہند اور اہم مسائل عظیم، مطبوعہ لاہور، طبع اول ۱۹۷۷ء، ص ۱۱۱

۳۔ حاشیہ کے لیے دیکھئے صفحہ ۳۹

تحریک ترک موالات کو کامیاب بنانے کی غرض سے اسلامیہ کالج علی گڑھ اور اسلامیہ کالج لاہور کو بند کرانا چاہتے تھے، لیکن صرف مسلمانوں کے نظم تعلیم کو تہ و بالا کرنے اور سلسلہ تعلیم کو ملیا میٹ کروانے میں کیا راز پوشیدہ تھا۔ یہ آپ مشتاق حسین فاروقی کی زبانی سنئے۔

”ہندو لیڈران کو یہ بات نہ بھاتی تھی کہ اکاؤنٹا مسلمان بھی سرکاری عہدہ پر نظر آئے۔ مگر کچھ بس نہیں چلتا تھا، کہ جس یونیورسٹی کی بدولت مسلمان تعلیم پا کر کچھ اسامیاں پد کر لیتے تھے، اس کو بند کر سکیں۔ تحریک ہذا میں ان کو یہ موقع مل گیا اور انہوں نے انگریزی تعلیم کے بائیکاٹ پر زور دیا۔ اسکولوں اور کالجوں کے طالب علموں کو تعلیم پانے سے روکنے کی تجویز منظور کی۔ لیکن اس میں کیا راز مضمحل تھا، صرف یہی کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو توڑ دیا جائے تاکہ ہندوستان میں کوئی واحد مسلم درس گاہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور باوجود اس کے تعلیمی بائیکاٹ کا حکم عام تھا۔

ہندو یونیورسٹی پر آنچ نہ آنے دی گئی“۔ ۱۔

(حاشیہ صفحہ ۳۸)

۳۔ ”روزانہ پیر اخبار“ (لاہور) بھرپور ۳ دسمبر ۱۹۲۰ء میں صفحہ اول پر اہالیان ترک موالات کے معتقدات و عملیات کے عنوان سے ایک طویل لکھ شائع ہوئی جو اسی دور کی یاد دلاتی ہے۔ چند اشعار بہ یہ ناظرین ہیں:-

پوچھا جو تاریکین موالات سے کہ آپ  
کہنے لگے کہ یہ کوئی مشکل عمل نہیں  
دو چار ہندوؤں کو بنائیں گے رہنما  
مسجد میں ہندوؤں کو بلا کر نہیں گے پند  
چھبڑیں گے ابتدا میں خلافت کا مسئلہ  
چندہ وصول کر کے خلافت کے نام سے  
آکر وہاں سے ڈالیں گے ہجرت کا غلط  
پابندیاں طریقہ تعلیم میں جو ہیں  
سے عام کالجوں میں جو تعلیم کا رواج  
ڈالیں گے ترک درس کی اس طرح داغ تل  
مشق عمل کی ہوگی علی گڑھ سے ابتدا  
ہنگامہ سالہ سہی جو ہے ”بھ قوم“ کی  
(حاشیہ صفحہ ۳۸)

۱۔ ”مسلمان اور کانگریس۔ اتحاد مسلم و مشرک پر شریعت اسلام کا حکم حسین“ (مرتب) مشتاق حسین فاروقی، محمد۔

مطبوعہ مراد آباد سنہ ۱۹۲۰ء، ص ۳



مسلمانان ہند کی تعلیمی پس ماندگی کا پس منظر جاننے کے لئے بعض کانگریسی علما کے فتاویٰ پر ایک نظر ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ابوالکلام آزاد کا کلام دیکھئے:

”احکام شرعیہ کی رو سے کسی مسلمان طالب علم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی سرکاری یا ایسے کالج میں تعلیم حاصل کرے جو سرکار سے امداد قبول کرتا ہو اور سرکاری یونیورسٹی سے ملحق ہو۔“ ۱۔

مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی نے فرمایا:

”تمام مسلمان عاقل بالغ طلبہ پر خواہ وہ قومی مدرسوں کے طالب علم ہوں یا سرکاری مدرسوں کے، فرض ہے کہ وہ ایسے مدارس سے جن کا تعلق گورنمنٹ کے ساتھ ہے علیحدہ ہو جائیں اور اس علیحدگی میں ان کو اپنے والدین کی اجازت لینی ضروری نہیں۔ بلکہ والدین کی ممانعت پر عمل کرنا جائز نہیں۔“ ۲۔

مولوی احمد سعید، ناظم جمعیت علمائے ہند نے فتویٰ ترک موالات کی رو سے سرکاری ملازمت کو حرام قرار دیا اور اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم کے بائیکاٹ پر زور دیتے ہوئے یوں ارشاد کیا:

”تعلیم کو موالات سے مستثنیٰ کرنا سخت ترین حماقت ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی معاونت دشمنان دین کی ملازمت ہے اور ملازمت سرکار کا اصلی سبب سکولوں اور کالجوں کی تعلیم اور یونیورسٹی کی ڈگریاں ہیں..... مسلمان سرکاری ملازمت سے جب ہی محفوظ رہ سکتے ہیں کہ ان کو اس تعلیم سے بچا لیا جائے کہ جس کی وجہ سے ملازمت کرنے کے قابل ہوں..... میری رائے میں مسلمانوں پر ترک موالات فرض ہے۔ اور ان کو اس فریضہ پر عمل کرنے کے لیے فوراً سرکاری تعلیم سے علیحدہ ہونا قطعاً فرض ہے۔“ ۳۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اسلامیہ کالج علی گڑھ تو شروع ہی سے (تحریک کے ابتدائی

۱۔ ”ترک موالات پر علمائے کرام دیوبند، سہارنپور، فرنگی محل لکھنؤ، دہلی و بدایوں وغیرہ کے فتاویٰ“ شائع کردہ شعبہ تبلیغ، پرائشل خلافت کمیٹی، صوبہ آگرہ و میرٹھ ۱۹۲۰ء۔ ص ۱۱، مشمولہ اخبار خلافت، یکم نومبر ۱۹۲۰ء

۲۔ ”تحریک عدم تعاون اور احکام دین مبین“ (فتاویٰ علماء کرام)، مطبوعہ مجلس خلافت پنجاب لاہور ۱۹۲۰ء ص ۱۲

۳۔ ترک موالات پر علمائے کرام دیوبند، سہارنپور، فرنگی محل لکھنؤ، دہلی و بدایوں وغیرہ کے فتاویٰ، مطبوعہ سید المطالع، میرٹھ ۱۹۲۰ء، ص ۱۱

۴۔ ”تحریک عدم تعاون اور احکام دین مبین“ (علماء کرام کے فتاویٰ)، شائع کردہ مجلس خلافت پنجاب لاہور ۱۹۲۰ء، ص ۱۱-۱۲

میں مسلم یونیورسٹی محض کانج تھی لیکن دسمبر ۱۹۲۰ء میں نعل یونیورسٹی بن گئی۔ مولوی محمود حسن صاحب اور ان کے ہم نوا علما کی نظر میں بری طرح سے ٹھنکتا تھا اور ان کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح اس تعلیمی مرکز کو ڈھا دیا جائے۔ آخر تحریک ترک موالات کے دوران انہیں یہ موقع میسر گیا تو انہوں نے اسلامیہ کانج علی ٹرہ اور اسلامیہ کانج اہور کو نیست و نابود کرنے کے لئے اپنی یہ خواہش کا یوں اظہار فرمایا:

”علی ٹرہ کی ابتدائی حالت میں علماء متدینین نے علی العموم اس قسم کی تعلیم سے (جو از سر تا پا گورنمنٹ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے) روکا مگر بد قسمتی کہ وہ ترک نہ سکی۔ اب جب کہ اس کے ثمرات و نتائج آنکھوں سے دیکھ لئے تو قوم کو اس سے بچانا بجا بہتہ ایک ضروری امر ہے طلبہ کے والدین دیکھ بھال کر اور سمجھانے پر بھی اسی تعلیم پر زور دیں اور مذہبی تعلیم سے مانع ہوں تو طلبہ کو ضروری ہے کہ لوجہ اللہ تعلیم مذہبی اور اسلام کی خدمت گزاروں کے لیے سعی کریں۔“

یہ مولانا محمود حسن نے صفر ۱۳۳۹ھ (اکتوبر ۱۹۲۰ء) میں مسلم کانج علی ٹرہ کے طلبہ کے موالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

”امید ہے کہ میری معروضات سے آپ کو اپنے سوالات کا جواب مل جائے گا۔ اور علی ٹرہ کانج کی عمارتوں اور کتب خانہ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی آپ کے دل کو دستک دے گا کہ قسطنطنیہ، شام، فلسطین اور عراق کی قیمت سے ان چیزوں کی قیمت کو کیا نسبت ہے۔“

چنانچہ پروفیسر انوار الحسن صاحب شیرکوٹی کے بقول طلبہ میں حضرت شیخ الہند کے فتویٰ سے بہت جوش پیدا ہوا اور اکثر ٹرہوں نے یونیورسٹی کا بائیکاٹ کر دیا۔ گویا گاندھی جی کے مرتب کردہ پروگرام ترک موالات پر عمل درآمد شروع ہو چکا تھا۔ مولانا حسین احمد ”نقش حیات“ میں

ترک موالات پر ملے کرام، یوبند، سہارنپور، فرنگی محل لکھنؤ، دہلی و بدایوں وغیرہ کے فتاویٰ، مطبوعہ میرٹھ ۱۹۲۰ء، ص ۳، مشمولہ ”تحریرات ملی، تحریکات کے آئینے میں مسلمانان پاک و ہند کی سیاسی جدوجہد کی سرگزشت“۔ مجلہ علم و آگہی (خصوصی شمارہ ۸۳-۱۹۸۲ء) کراچی، گورنمنٹ پبلسنگز کانج ص ۳۳۶

۳۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی۔ ایک سیاسی مطالعہ مولفہ ابوسلمان شاہجہاںپوری، ڈاکٹر۔ مجلس یادگار شیخ الاسلام، کراچی طبع دوم۔ ۱۹۹۴ء، ص ۹۰، مشمولہ ”حضرت شیخ الہند کے فتوے“

۴۔ انوار الحسن شیرکوٹی، پروفیسر محمد۔ ”خطبات عثمانی“ مطبوعہ اہور ۱۹۷۲ء۔ حاشیہ ص ۳۸

لکھتے ہیں: ”مہاتما گاندھی کی رائے قبولیت عامہ حاصل کر چکی تھی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ترک موالات کے متعلق طلباء (طلبہ) یونیورسٹی نے فتویٰ حاصل کر لیا تھا جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ترک موالات کی تمام دفعات میں کانگریس کی موافقت کی تھی اور تمام مسلمانوں اور طلباء مسلم یونیورسٹی کو زور دار مشورہ دیا تھا کہ وہ اس پر عمل کریں۔“ ۱۔

یاد رہے کہ ”ڈاکٹر ضیاء الدین جو اس زمانے کے وائس چانسلر تھے انہوں نے کچھ عرصے کے لئے یونیورسٹی بند کر دی۔ اس اثناء میں طلبہ کے والدین کو وائس چانسلر کی طرف سے خطوط موصول ہوئے کہ اگر آپ کا لڑکا یونیورسٹی میں آ کر تعلیم حاصل کرنا چاہے اور اسٹرائیک میں حصہ نہ لے تو آجائے ورنہ نہیں۔ چنانچہ پھر دوبارہ یونیورسٹی کھل گئی۔“ ۲۔

سید نور محمد قادری مرحوم رقمطراز ہیں:

”مولانا محمود حسن کے فتاویٰ، ابوالکلام اور مولانا محمد علی کی تقریریں اور خطبات آخر میں رنگ لائے۔ ڈاکٹر انصاری اور مولانا محمد علی جوہر کی زیر سرکردگی ”مجاہدین“ کی ایک عظیم فوج نے علی گڑھ کالج پر ہتہ بول دیا۔ خدا بھلا کرے مولانا حبیب الرحمن خان شروانی، مولانا سید سلیمان اشرف اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم کا کہ ان کی بلند ہمتی اور مساعی عظیم سے کالج مکمل شکست و ریخت سے بچ گیا۔“ ۳۔

اس پس منظر اور تناظر میں جناب محمد علی چراغ لکھتے ہیں:

”تحریک ترک موالات کے دور میں ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔ اس تحریک کے حوالے سے مولانا محمد علی جوہر نے ڈاکٹر ضیاء الدین احمد سے ملاقات کی اور اساتذہ اور طلبہ علی گڑھ یونیورسٹی کو ترک موالات اور کانگریس میں شامل ہونے کا مشورہ دیا اور حکومت کی امداد بند کرانے کی رائے دی۔“

لیکن اس موقع پر ڈاکٹر محمد ضیاء الدین احمد نے مولانا محمد علی جوہر اور ان کے رفقاء کو حضرت مولانا احمد رضا خاں کے فتوے کی ایک کاپی دکھائی اور کہا کہ اس فتوے کی موجودگی میں ہم یونیورسٹی اور طلبہ و اساتذہ کے بارے میں یہ اقدام کیسے کر سکتے

۱۔ حسین احمد مدنی، مولانا۔ ”نقش حیات“ جلد دوم۔ بیت التوحید، کراچی۔ ص ۶۷۳۔

۲۔ محمد انوار الحسن شیرکوٹی (مرتب) اٹھپت عثمانی۔ نذر سنز، لاہور۔ طبع اول ۱۹۷۲ء۔ حاشیہ ص ۳۸۔

۳۔ نور محمد قادری، سید۔ ”اعلیٰ حضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت“ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۲۲۔

ہیں۔ اُن آپ اس فتوے کے جواب میں کوئی مدلل بیان پیش کر دیں تو ہم آپ کے اشارہ (ارشاد) کی تعمیل کے لئے تیار ہیں ورنہ معذور ہیں۔ لیکن اس فتوے کا جواب ممکن نہ ہو۔ گا (ممکن نہ ہوا)۔ اس طرح ایک مختصر عرصہ کے لئے مسلمانوں کی جذباتی روئے باعث علی گڑھ یونیورسٹی منتقل رہی لیکن مجموعی طور علی گڑھ یونیورسٹی متحدہ قومیت اور ترک موالات کے سیلاب کی زد میں آنے سے محفوظ رہی اور ڈاکٹر محمد ضیاء الدین احمد ایک مردِ آہن کی طرح اپنے راست موقف پر ڈٹے رہے۔“ ۲

آئے بڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ مذکورہ دور کے ہندو اور مسلم تعلیمی تناسب کا ذکر کر دیا جائے۔ سید سیمان اشرف رقمطراز ہیں۔

”ہندوستان میں جس قدر کالج یا اسکول سرکاری ہیں اُن کے نام و تنخواہ کا اُن کا تعلق سرکار سے ہے لیکن دراصل اُن کا فیض ہندوؤں کے لئے مخصوص ہو گیا ہے، اختیارات وغیرہ کہیں بلا واسطہ اور کہیں بواسطہ چوں کہ ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں ہیں اس لئے تسعات بھی اسی قوم کے حصے میں ہیں۔ سارے ہندوستان میں مسلمانوں کے صرف تین کالج ہیں علی گڑھ، لاہور اور پشاور۔“

اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو پچیس (۱۲۵) ہے تین مسلمانوں کے اور ایک سو بائیس (۱۲۲) ہندوؤں کے ان میں سے اگر سرکاری کالجوں کو جن کی تعداد کل پونسیس (۳۳) ہے الگ کر لیجئے جب بھی انھاسی (۸۸) کالج خاص ہندوؤں کے رہ جاتے ہیں ان میں بائیس (۲۲) کالج ایسے ہیں جس (جن) میں گورنمنٹ کی امداد قطعاً شامل نہیں اور چھیاسٹھ (۶۶) ایسے کالج ہیں جن

۱۔ یہاں یہ بات سامنے رہنا چاہئے کہ پروفیسر انوار الحسن صاحب نے ”خطبات عثمانی“ میں جہاں شیخ البند کے مذکورہ بالا فتوے کی ناکامی کا اقرار دے لفظوں میں کیا ہے وہاں پروفیسر موصوف پر یہ حقیقت بھی آشکارا ہوئی جو اس وقت جمعیت العلماء ہند کے لیڈروں پر منصف نہ ہو پائی تھی۔ چنانچہ پروفیسر صاحب خطبات کے صفحہ ۲۲، ۲۱ پر رقمطراز ہیں کہ

”مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو بند کرنے اس کا بائیکاٹ کرنے کے لئے مولانا محمد علی جوہر نے زور لگایا، لیکن خدا بھلا کرے ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کا کہ انہوں نے مسلم یونیورسٹی کو سنبھالے رکھا۔ بنارس یونیورسٹی جس کے کمرتا دھرتا پنڈت مدین موہن مالوی (مالویہ) تھے انہوں نے کسی کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دیا۔ ان میں ہندو ذہنیت کا مکر رہی تھی۔“

علی محمد علی چغتائی۔ ”انکا بدین تحریک پاکستان“۔ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔ طبع اول ۱۹۹۰ء، ص ۳۶۱

میں گورنمنٹ کی امداد جاری ہے تین اور اٹھاسی کی نسبت ذرا (زرا) غور سے ملاحظہ کیجئے۔ پھر تعلیم کے ملیا میٹ کر دینے کا فیصلہ کیجئے۔ سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلبہ کی چھیالیس ہزار چار سو سینتیس (۴۶۴۳۷) ہے جن میں سے مسلمان طلبہ چار ہزار آٹھ سو پچھتر (۴۸۷۵) ہیں، ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو باسٹھ (۴۱۵۶۲) ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہندو چوبیس (۲۴) کروڑ اور مسلمان سات کروڑ ہیں اس تناسب سے جب کہ مسلمانوں کے تین کالج تھے ہندوؤں کے بارہ ہوتے۔

مسلمان طلبہ کی تعداد کالجوں میں چار ہزار تھی۔ تو ہندو سولہ ہزار ہوتے لیکن جب کہ واقعہ نمونہ عبرت پیش کر رہا ہو تو سلسلہ تعلیم کو تہ و بالا کرنے میں کس کا نقصان ہے۔

جس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑ میں سے صرف چار ہزار مشغول تعلیم ہوں اُس قوم کا یہ ادعا اور ہنگامہ کہ اب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں اگر خط و سودا نہیں تو اور کیا ہے۔“ لے

”الثور“ کے مصنف نے مندرجہ بالا اقتباسات میں اُس دور کے مسلمانان ہند کا تعلیمی میدان میں پس ماندگی کا نقشہ جن الفاظ میں کھینچا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان جو خود تعلیمی لحاظ سے اس قدر پس ماندہ تھے تو ایسے میں انہیں تعلیم کی مشعل سے اپنے راستے کو منور کرنا چاہئے تھا یا نہیں؟ لیکن علی گڑھ سے ناکامی کے بعد تحریک ترک موالات کے قائدین نے اب لاہور کا رخ کیا۔ یہاں نشانہ اسلامیہ کالج تھا۔ پروفیسر محمد صدیق تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دور اسلامیہ کالج کی تاریخ کا نہایت نازک اور آزمائش کا دور تھا۔ کیونکہ اس تحریک کے پروگرام میں (جیسا کہ ابتدا میں ذکر آچکا) نہ صرف انگریزی ملازمتوں سے علیحدگی بلکہ یونیورسٹی سے ملحق تعلیمی درس گاہوں سے بھی مقاطعہ پر زور دیا گیا تھا اور سرکاری امداد قبول نہ کرنا بھی اس کی ایک شق تھی۔

چنانچہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو لاہور میں بصدارت مولانا عبدالقادر قصوری، صدر خلافت کمیٹی پنجاب ایک بہت بڑا جلسہ ہوا، جس میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، گاندھی جی، سوامی ست دیو، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، آغا صغدر، پنڈت رام بھجبت، لالہ ڈوئی

۱۔ سلیمان اشرف، سید محمد۔ ”الثور“ مطبوعہ مطبع مسلم یونیورسٹی انشٹی ٹیوٹ علی گڑھ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، ص ۱۹۶-۱۹۷

پندرہ شہتی سرالادیوی، مولانا سید داؤد غزنوی، ڈاکٹر محمد عالم، ملک لعل خاں اور مولوی غلام محیٰ  
 لہذین قصوری نے شرکت کی اور تحریک ترک موالات کے حق میں تقریریں کیں۔ انہوں نے اپنی  
 تقریروں میں اس بات پر زور دیا کہ تمام طلبہ کو اسلامیہ کالج سے تعلق توڑ لینا چاہئے یا پھر کالج کو  
 یونیورسٹی سے الحاق توڑ کر کورٹمنٹ کی تمیں بنارہو یہ سالانہ گرانٹ سے دست کش ہو جانا چاہئے۔  
 مذکورہ اجلاس میں جو تقاریر ہوئیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

سوامی ست دیوایم۔ اس نے اپنی طویل تقریر کو ان الفاظ پر ختم کیا:

”پنجاب کے لوگوں میں تم سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ ترک موالات کا کام

پنجاب سے شروع کرو۔“

مولانا محمد علی جوہر نے اپنے ہندو جوش خطاب میں کہا

”کبھی، وقت تھا کہ تم تعلیم کی طرف آتے بھی نہ تھے اور آج ایسے محبت تعلیم

بن رہے ہو کہ خدا اور رسول کو بھی اس کی خاطر قربان کرنے کو تیار ہو۔ یہ وہ شرک ہے

جس کے بدلے میں تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔“

تقریر کے آخر میں مولانا نے یوں اپیل کی

”ہم بیسندوں، وکیلوں، کنسل کے سوراہوں، کالج کے ٹرستیوں کو کہتے ہیں کہ

وہ تمام اپنی اپنی منہ و فتنیں چھوڑ دیں۔ موکلین، وکیلوں کو چھوڑ دیں۔ راج

دبندگان کونسلوں کے امیدواروں کو چھوڑ دیں، طلبہ کالج و سول چھوڑ دیں۔“

مولانا ابوالکلام آزاد نے جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

”میں بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے جسے خدا کے فضل سے شریعت اسلامی

کی چھ بھیت دی گئی ہے، کہتا ہوں کہ ایک مسلمان پر حسب وطن کے لحاظ سے،

۱۔ پروفیسر مولوی حامد علی رام اللہ۔ از پروفیسر محمد صدیق۔ مکتبہ رضویہ، لاہور۔ صبح اول ۱۹۶۳ء، ص ۹۔

۲۔ روزنامہ زمیندار، لاہور، ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء، ص ۲، ۳۔

۳۔ تقریرات ملی۔ ”مجلد ہم، آگہی“ (۱۹۶۲-۶۳)، کراچی، گورنمنٹ نیشنل کالج، مشمولہ مضمون ”تعلیم اور“۔

۴۔ ”روزنامہ ابوسلمان شاہجہان پوری“ ص ۳۔ حوالہ تقریر مولانا محمد علی، حصہ اول، میٹھی، قومی، دارالاشاعت،

۱۹۶۱ء، ص ۴۳۔

۵۔ روزنامہ زمیندار، لاہور، ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء، ص ۲، ۳۔

کے ساتھ کی جا رہی ہے۔ مذکور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لا کر اطلاق یہ کر دیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جاوے (جائے) تب تک انگریزوں سے ترک موالات نہیں ہو سکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتویٰ دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو، لہذا اس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلا دی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہو گیا۔ علامہ مذکور کا یہ فتویٰ غلط ہے، یونیورسٹی کے ساتھ الحاق قائم رہنے سے اور امداد لینے سے معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جس کے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے، جو کہ معاملت کے معنی ہیں۔ مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہے ہیں (رہا ہے)۔ مذکور، مولوی محمود الحسن صاحب (اصلی نام محمود حسن ہے)، مولوی عبدالحی صاحب تو دیوبندی خیالات کے ہیں زبردستی فتوے اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں لہذا میں فتوے دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے۔ میرے فتوے کی تصحیح ان اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں قادری صاحب بریلوی علاقہ روہیلکھنڈ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ممالک مغربی و شمالی۔“

اس فتویٰ کو مع ایک خط کے جو درج ذیل ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تصدیق و تصحیح

کے لئے روانہ کیا:

”... مؤید ملت طاہرہ مولانا و بالفضل اولنا جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب

دام ظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پشت ہذا پر کا فتویٰ مطاعہ گرامی کے لیے ارسال کر کے التجا کرتا ہوں کہ دوسری نقل کی پشت پر اس کی تصحیح فرما کر احقر نیاز مند کے نام بواپسی ڈاک اگر ممکن ہو سکے (ممکن ہو) یا کم از کم دوسرے روز بھیج دیں۔ انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا

۱۔ احمد رضا خاں، امام۔ لکچہ الموترہ فی ایہ اہمیتہ (۱۳۳۹ھ)، شائع کردہ جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی۔ بار اول

۱۹۲۰ء، ص ۲

بجہ تفسیر

حالات دائرہ پر دو ضروری فتوے

پہلا فتوہ بارہ معاملات جو ذکر سوا کہ تہمیر کا فرسے جانے کے  
دوسرا فتوہ سے بنام تہمیر

# الموقف من المیتة

تینوں دونوں پر کہیں سے نہ تو انصاف نہیں ہے بلکہ ان کے اس فتوے کو سوائے تہمیر کے اور اس کے میں الٹے تفسیر کا  
سلک اور یہ کہ سوائے مطلقاً کسی فرسے ہاں میں اور یہ کہ وہ دراصل تہمیر کے سنا یا جانے اور اور اس کے استوائت  
اور انہیں سنا جو علیف بنانا اور ان کے سنا میں لگانا، ان کے مٹا دینا اور یہ سب تمام قلمی ہیں۔ سب سے  
استوائت کی وہ تحقیق دلیل کہ اسی فتوہ کا خاصہ ہے تہمیر ترک تعاون و اعادہ اس پر اجمالی کلی بحث  
از افادات

بہرہ ہائے ضروریہ و عدلیہ، علامہ حضرت تہمیر نے کہہ بہ ہستانتہ اسلم علیہ السلام بقائم  
(باز تمام ہوائی مسنین غنائت کے)

مطبع حیدرآباد دکن پبلیشرز اور پبلیشرز کے رضا مکتبہ کے آفسیسر کے  
شان کیا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 حَمْدًا وَنُصْلًا عَلَى سُرُوْدِهِ الْكَرِیْمِ

## مسئلہ مرسلہ مولوی حاکم علی صاحب بی۔ اے خفی نقشبندی

مجدوی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

اسد تقالے نے ہمیں کافروں اور یہود و نصاریٰ کیساتھ توتلی سے منع فرمایا ہے مگر ابوالکلام زبردستی توتلی کے معنی معاملات اور ترک موالات کو ترک معاملات ”نان کو آپریشن“ قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اسد تقالے کے کلام پاک کے ساتھ کی جا رہی ہے۔ مذکور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اطلاق یہ کر دیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی سرکاری امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اسکا قطع الحاق نہ کیا جاوے تب تک انگریزوں سے ترک موالات نہیں ہو سکتی اور اسلامیہ کالج کے اراکوں کو فتویٰ دیا کہ اگر ایسا نہ تو کالج چھوڑ دو اسناد اس طرح سے کالج میں یعنی پھیلا دی کہ پھر پڑھنا کا سخت نقصان ہونا شروع ہو گیا علاوہ مذکور کا یہ فتوٰ غلط ہے یونیورسٹی کے ساتھ الحاق قائم رہنے سے اور امداد لینے سے معاملات قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جبکہ معنی محبت ہیں نہ کام کے جو کہ معاملات کے معنی ہیں مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہا ہے ہیں مذکور مولوی محمد الحسن صاحب۔ مولوی عبدالحی صاحب زویو بندی خیالات کے ہیں زبردستی نسبتاً اپنے دعا کے مطابق دیتے ہیں اسناد میں نسبتاً دیتا ہوں کہ زبردستی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے فتوٰ کی تصحیح اور اصحاب سے کراہیں جو دیوبندی نہیں مثلاً سو بدلت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خان قادری صاحب بریلوی علاقہ رتھلیکھنڈ۔ اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مالک مغربی دشمالی

نقل خط مولوی صاحب۔ آتکے اور مرید مت لاہور لاہور ہاضم اور انشا شاہ مورعہ صاحب۔ مہر علم اسلام حکم روز اور روز کا زبردستی مذکور کا فتوٰ حاکم علی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ فتوٰ مذکورہ نام سے لکھا گیا ہے۔ نام مولوی صاحب کے ہے۔ بلکہ انہوں نے مرسلہ مرسلہ مولوی صاحب کی تبتیہ کی ہے اور انہوں نے مرسلہ مرسلہ مولوی صاحب کی تبتیہ کی ہے اور انہوں نے مرسلہ مرسلہ مولوی صاحب کی تبتیہ کی ہے۔

رسالہ المجمعۃ الوقتیہ، ۱۵ صفر ۱۳۳۹ھ (مولوی حاکم علی کے تاریخی مرسلہ کا متن)

اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو منعقد ہوتا ہے۔ اس میں یہ پیش کرنا ہے (کہ) دیوبندیوں اور نیچے یوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے، ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ موالیات قائم کر لی ہے اور مسلمانوں کے کام میں روزحہ (روزانہ) انکالے کی نمان لی ہے۔ لہذا عالمِ حنفیہ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عند اللہ ماجور ہوویں (ہوں)۔“

نیاز مند دعا گوے

حاکم علی، بی۔ اے، مولیٰ بازار لاہور

۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء۔“

امام احمد رضا نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی اور لکھا کہ ایسی امداد جو مشروط نہ ہو جائز ہے۔ نیز آپ نے مستند دینی حوالوں سے فتویٰ دیا اور مسلمانوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے اسلامیہ کالج میں تعلیم جاری رکھیں اور سرکاری ملازمتیں بھی کرتے رہیں، اس فتویٰ کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل میں پیش کیا گیا۔ مولانا احمد رضا کے فتویٰ سے یہ عظیم درس گاہ اختیار کے دستِ نڈ سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی اور سرکاری ملازمتوں پر مامور مسلمان بے روزگار ہونے سے محفوظ رہے اور مسلمانوں کے تعلیمی ادارے تباہ ہونے سے بچ گئے۔ بعد میں مسلم یونیورسٹی اور اسلامیہ کالج کے نونہالوں نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ کیونکہ بقول محمد علی چوانغ ”ذاتِ رضیاء الدین احمد نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی قیادت میں قائد اعظم کے موقف کی تائید کرتے ہوئے مسلم یونیورسٹی و ندوۃ العلماء، دیوبند اور جامعہ ملیہ کی طرح متحدہ قومیت کی سازش سے بچا کر مسلم لیگ اور قائد اعظم کی حمایت کے لئے یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کا رتخانہ جداگانہ مسلم قومیت (دوقومی نظریہ) کی طرف کر کے تحریک پاکستان پر مروج کیا۔“

مسئلہ تعلیم کے بعد مسئلہ ہجرت پر اظہارِ خیال سے پہلے ہم اس امر کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں کہ بعض قلم کار تحریک ترک موالیات کے منفی اثرات پر عمل کر چکے ہیں۔ کترات ہیں۔ شاید ان کے پیش نظر، یہ مصلحت رہتی ہو کہ ”بڑے لوگ“ اس تحریک کی حمایت کی غلطی میں

۱۔ انجمن مولانا محمد علی، بی۔ اے، مولیٰ بازار لاہور، مطبعہ حنفی بریلی، ۱۹۲۰ء، ص ۲

۲۔ انجمن مولانا محمد علی، بی۔ اے، مولیٰ بازار لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۲۶۰، ۲۶۱

نمایاں نظر آتے ہیں۔

تحریک خلافت اور ہندو کانگریس میں بیک وقت شامل رکن رکین، چودھری خلیق انزماں مرحوم (۱۸۸۹ء-۱۹۷۳ء) نے اپنی ضخیم تصنیف ”شاہراہ پاکستان“ میں ان کوششوں کا ذکر تو کہیں نہیں کیا، جن سے مسلم قومیت کو فروغ ملا (جس کا ذکر اوپر آچکا) البتہ فاضل مصنف نے خاص سوچ کے زیر اثر جہاں حامیان دین متین کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے وہیں تحریک خلافت کے خاتمہ کے دس بارہ برس بعد (یعنی ۱۹۳۱-۱۹۳۲ء) تک کے عرصہ کو انہوں نے بھیا نک دور سے تشبیہ دیتے ہوئے اس دوران میں کسی تنظیم کی بصیرت تلاش کرنے کو ”بے معنی“ قرار دیا ہے۔ ایسا بودا استدلال ہم از ہم ایک وقائع نویس کو زیب نہیں دیتا۔

ظاہر ہے ایسی تحریروں سے عام قاری کوئی واضح نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا اور نہ ہی کما حقہ، ان مساعی سے باخبر ہو سکتا ہے جن کی بدولت اس پر فتن دور میں مسٹر گاندھی اور ان کے رفقاء کی فریب کاری سے مسلمانان ہند کو آگاہی ہوئی اور بعد ازاں یہی شعور تحریک پاکستان کے جذبہ صادقہ میں ڈھل کر نتیجہ خیز بنا۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ بعض وقائع نگار محض ذاتی وجوہ کی بنا پر تاریخ (تحریک خلافت و ترک موالات کے اس پر آشوب دور) کو صحیح رنگ میں پیش نہیں کرتے۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی (۱۸۸۳ء-۱۹۵۳ء) نے ”یاد رفتگان“ میں مولانا سید سلیمان اشرف کی تصانیف شمار کراتے وقت ”الٹور“ اور ”الرشاد“ کا ذکر تک نہیں کیا ہے کیونکہ مولانا ندوی مرحوم کاتب اپنا رجحان اعلیٰ ان تحریکوں کی جانب تھا۔ ندوہ کے فاضل بزرگ محمد فضل قدیر ظفر ندوی (۱۸۹۸ء-۱۹۸۱ء) جو خود بھی مذکورہ تحریکوں میں شامل رہے ہیں، نے اپنے ایک انٹرویو میں جہاں مسلمانوں کی جانب سے ترک موالات کے دوران گاندھی جی کو دیے جانے والے متعدد خطاب والقباب کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کی طرح ندوہ (اس وقت اگرچہ سید سلیمان ندوی ندوۃ العلماء کے ناظم تھے) نے بھی گاندھی گردی روکنے اور اس پر آشوب دور میں ملی تشخص اجاگر کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا۔ چنانچہ ظفر ندوی مرحوم نے مذکورہ انٹرویو میں تحریک کے دنوں میں ”العلوم (ندوۃ العلماء لکھنؤ) میں مسٹر گاندھی کی آمد کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ترک موالات کے زمانہ میں ”عوام کا بھوا پن تو تھا ہی، لیکن تعجب ہے کہ خواص، جو اندرون سے باہر سے قطعی مجرم کھدر بن

ا دیکھئے۔ سلیمان ندوی، سید ”یاد رفتگان“ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۱۹۱

کے وہ بھی قومی شخص سے تھی وامن ہو گئے۔ "اناند

بہ کیف مسئلہ ترک موالات کی ماہیت سمجھنے اور تحریک کے اس باب پر کام کرنے والوں سے پیش نظر کتاب کے علاوہ تاریخی رسالہ الحجۃ المومنین فی ایہ الامتحنہ (۱۳۳۹ھ) کا مطالعہ لازمی ہے۔ یہ پورا رسالہ محقق سید رئیس احمد ہنغری ندوی نے اپنی کتاب "اوراق مہشتہ" مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء میں شامل کر دیا ہے۔

## مسئلہ ہجرت

سید ۱۹۲۰ء میں ہندوستانی مسلمانوں کی ہجرت افغانستان کے حوالہ سے پروفیسر ڈاکٹر حسین الدین عمیل نے اپنے مضمون (تحریک ہجرت) میں لکھا ہے کہ

"ہندوستان میں اسلام کے محفوظ رہنے یا نہ رہنے کا مسئلہ ہمیشہ علماء کے پیش نظر اس وقت سے اہمیت کا حامل رہا ہے جب سے کہ شاہ عبدالعزیز (۱۷۴۶ء-۱۸۲۳ء) نے امریزوں کے ماتحت ہندوستان کے دارالحرب ہونے کے بارے میں اپنا مشہور فتویٰ جاری کیا تھا۔ ان کے خیال میں جب کافر کسی اسلامی ملک پر قابض ہو جائے اور اس ملک کے مسلمانوں کے لئے یہ ممکن نہ رہے کہ وہ ان کو اس سے باہر نکال سکیں یا ان کو باہر نکالنے کی کوئی امید نہ رہے اور کافروں کی طاقت میں یہاں تک اضافہ ہو جائے کہ وہ اپنی مرضی سے اسلامی قوانین کو جائز یا ناجائز قرار دیں اور کوئی انسان اتنا طاقتور نہ ہو جو کافروں کی مرضی کے بغیر ملک کی مال گزاری پر قبضہ کر سکے اور مسلمان باشندے اس امن و امان سے زندگی بسر نہ کر سکیں جیسا کہ وہ پہلے کرتے تھے تو یہ ملک سیاسی اعتبار سے دارالحرب ہو جائے گا۔ یہ اس دور کے حالات میں ایک عالمانہ نقطہ نظر تھا جس نے ان لوگوں کے شعور کو بیدار کیا تھا جو غیر اسلامی قوانین کو رائج کرنے والے غیر

ع۔ انڈیا، پرنسپل قدیلف ندوی، محمد۔ از مقبول جہانگیر، مشمولہ ماہنامہ "سیارہ ذوالحجرت" لاہور، نومبر ۱۹۷۷ء۔  
لوٹ: بحوالہ ایہ یوم میں پرنسپل قدیلف ندوی نے جمعیتہ العلماء ہند کے جلسہ عام بتاریخ ۱۳ مارچ ۱۳۳۹ھ/۲۳ مارچ ۱۹۲۱ء منعقدہ بریلی کا ذکر کیا ہے جو ابوالکلام آزاد کی صدارت میں منعقد ہوا، جس میں پروفیسر سید سلیمان اشرف نے ابوالکلام آزاد سے مسئلہ ترک موالات، اذبیحہ کاؤپر پابندی اور کانگریس سے الحاق و اتحاد کے موضوع پر کھل کر اپنے موقف کا اظہار فرمایا۔ اجلاس کی کارروائی اور سید صاحب کی جلسہ عام میں کی جانے والی تقریر کا متن اسی دور میں "آرہ او مناظرہ" کے نام سے قادی پرنس بریلی میں چھپ کر جماعت رضائے مصطفیٰ کی جانب سے شائع ہوا تھا۔ یہ اہم دستاویز ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۶ء میں ملتہ رضویہ لاہور نے "ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست" کے عنوان سے شائع کر دی۔ (ظہور)

مسلموں کے ماتحت رہنے پر مجبور کر دیئے گئے تھے۔“ ۱

یہاں اس بات کا بھی دھیان رہے کہ جس کی جانب ڈاکٹر عقیل صاحب نے (محولہ مضمون میں) آگے چل کر قارئین کی توجہ مبذول کروائی ہے۔ جیسا کہ موصوف لکھتے ہیں:

”انگریزی عہد میں ہندوستان کے دارالالحرب یا دارالاسلام ہونے کا مسئلہ علماء میں اختلاف رائے کا مظہر رہا ہے۔ دارالالحرب کے مسئلہ کا حل زیادہ تر جہاد یا ہجرت میں تلاش کیا گیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے اگر انگریزوں کے ماتحت ہندوستان کے دارالالحرب ہونے کے بارے میں اپنا فیصلہ دیا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ ہندو مرہٹوں کے ماتحت ہندوستان کو دارالاسلام ہی کی حیثیت حاصل تھی۔“ ۲

ہندوستانی مسلمانوں نے ۱۹۲۰ء میں ہجرت کی تحریک عین اس وقت شروع کی جب تحریک خلافت اپنے عروج پر تھی۔ یہ تحریک ان کے شدید جذباتی پہچان کا نتیجہ تھی اور اس کے پس پشت یہ احساس موجزن تھا کہ برطانیہ کے ماتحت ہندوستان میں اسلام محفوظ نہیں ہے۔ چنانچہ اس جذباتی نیت کے پیش نظر بعض مسلمان علماء کے ساتھ ہندوؤں نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہندوستان چونکہ ایک طرح کے دارالالحرب کا درجہ اختیار کر چکا (حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں تھا) ہے، اس لئے موجودہ حالات میں مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ انہیں اب ہندوستان چھوڑ کر اسلامی ملک افغانستان چلے جانا چاہئے۔ اس ضمن میں علماء نے فتوے جاری کئے۔ تحریک ترک موالات کے

۱۔ تحریکات ملی، مجلہ علم و آگہی، کراچی (۸۳-۱۹۸۲ء)، مرتبین ابوسلمان شاہجہانپوری، ڈاکٹر۔ انصار زاہد، پروفیسر ڈاکٹر۔ مصیح الدین، ڈاکٹر مشمولہ مضمون بعنوان ”تحریک ہجرت“ از معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔ ص ۱۹۸ و ۱۹۹

۲۔ ”بعض علمائے محققین کی اس میں یہ تحقیق ہے کہ ہندوستان من کل الوجوہ نہ دارالالحرب ہے نہ دارالاسلام بلکہ بین بین ہے۔“ (اشرف علی تھانوی، مولانا۔ ”تحدیر الاخوان عن البروانی الہندوستان“۔ اشرف المطابع تھانہ بھون، سنہ ندارد، حاشیہ ص ۹) و نیز شیخ الہند محمود حسن صاحب سے مسز برن نامی ایک انگریز نے ہندوستان کی نسبت دریافت کیا ”کہ ہندوستان دارالالحرب ہے یا دارالاسلام؟ مولانا نے فرمایا کہ علماء نے اس میں آپس میں اختلاف کیا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ مولانا نے فرمایا: میرے نزدیک دونوں صحیح کہتے ہیں، اس نے تعجب سے کہا: یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ دارالالحرب دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے، اور حقیقت میں یہ دونوں اس کے درجات ہیں جن کے احکام جدا جدا ہیں۔ ایک معنی کی حیثیت سے اس کو دارالالحرب کہہ سکتے ہیں اور دوسرے کے اعتبار سے نہیں کہہ سکتے۔“ (مدنی، مولوی حسین احمد۔ ”سفر نامہ شیخ الہند“، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ، لاہور ۱۹۷۳ء۔ ص ۱۶۶)

۳۔ ”تحریکات ملی، تحریکات کے آئینے میں مسلمانان پاک و ہند کی سیاسی جدوجہد کی سرگزشت“۔ مجلہ علم و آگہی کراچی (خصوصی شمارہ ۸۳-۱۹۸۲ء)، ص ۱۹۹-۲۰۰، مشمولہ معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔ مضمون ”تحریک ہجرت“

کارکن جناب ظہیر الاسلام فاروقی اپنی تصنیف "مقصد پاکستان" میں تحریک ہجرت کے باب میں لکھتے ہیں کہ یہ ایک دینی، سیاسی تحریک تھی جو تحریک عدم تعاون یا تحریک ترک موالات ہی کی ایک شاخ تھی، فاروقی صاحب نے مسئلہ ہجرت کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد کے "مشہور و معروف فتویٰ" کا متن بھی نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:

"تمام دلائل شرعیہ، حالات حاضرہ، مصالحت امت اور مقتضیات پر نظر ڈالنے کے بعد میں پوری بصیرت کے ساتھ اس اعتقاد پر مطمئن ہو گیا ہوں کہ مسلمانان ہند کے لئے ہجرت اور کوئی چارہ شرعی نہیں۔ ان تمام مسلمانوں کے لئے جو (اس وقت) ہندوستان میں سب سے زیادہ (بڑا) اسلامی عمل انجام دینا چاہیں ضروری ہے کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کر جائیں۔ اور جو لوگ یکا یک ہجرت نہیں کر سکتے وہ مستعد مہاجرین کی خدمت و اعانت اس طرح انجام دیں گویا وہ خود ہجرت کر رہے ہیں۔ یعنی اصل عمل جواب (شرعاً) درپیش ہے، ہجرت ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔"

مزید لکھتے ہیں:

"اس قسم کا فتویٰ مولانا عبدالباری فرقی محل کی طرف سے بھی شائع ہوا اور علی

برادران نے پورے جوش و خروش سے اس کی تائید کی۔"

مسز ایم۔ کے گاندھی، جو تحریک خلافت کے آغاز ہی میں اس میں شامل ہو گئے تھے، تحریک ہجرت کے حامی تھے اور انہوں نے کبھی منظر عام پر اس کی مخالفت نہیں کی۔ ہندوؤں کے لئے ترک موالات کی طرح تحریک ہجرت مفید اور سیاسی طور پر اہم تھی، لیکن مسلمانوں کے لئے نہایت

۱۔ ظہیر الاسلام فاروقی۔ "مقصد پاکستان" مجلس اخوة اسلامیہ پاکستان، لاہور، ۱۹۸۱ء، ص ۱۷۹ بحوالہ مہر، نام رسول۔ "تذکرات آزاد" ص ۲۰۳-۲۰۴

۲۔ ظہیر الاسلام فاروقی۔ "مقصد پاکستان" لاہور، طبع اول، ۱۹۸۱ء، ص ۱۷۹ بحوالہ خلیق الزماں، چودھری۔ "نومینیشن تھیری" ص ۵۶۸

۳۔ "بعض مصنفین، جیسے راجپوت، اے بی "Muslim League, Yesterday and to day" (لاہور، ۱۹۳۸ء) ص ۳۲ اور ایف ایس، ایف ایس "The Indian hijrat of 1920" (Briggs, F S) مشمولہ "The muslim world" اپریل، ۱۹۳۰ء، ص ۱۶۴، یہ سمجھتے تھے کہ تحریک ہجرت کے محرک دراصل مسز گاندھی تھے۔ اس تحریک میں گاندھی صاحب نے مسلمانوں کی پیٹھ ٹھونکی تھی۔ اگر مسلمان جا کر واپس نہ آتے تو ہم از کم اتنا فائدہ تو ہوتا کہ ان کی آبادی کم ہو جاتی۔" مولوی فیروز الدین "داستان پاکستان" (لاہور، ۱۹۴۵ء) ص ۳۰۰ بحوالہ تجلیات ملی۔ مجلہ علم و آگہی، کراچی، (۸۳-۱۹۸۲ء) مشمولہ ذاکر معین الدین، قتل بعنوان "تحریک ہجرت" حاشیہ ص ۲۱۸

مضرتھی، کیونکہ اس تحریک کی اسلامی جذباتی تاویل کے باعث سادہ لوگ مسلمان ہجرت کر کے افغانستان جانے لگے۔ ایسے مسلمان مہاجرین نے اونے پونے اپنی املاک ہندو بیوں کے ہاتھ فروخت کیں اور وہ دشوار گزار راہوں سے ہوتے ہوئے افغانستان پہنچنے لگے۔ کئی مسلمان اپنی نوکریاں، ملازمتیں اور کاروبار بھی چھوڑ گئے، جن پر بالآخر ہندو قوم قابض ہو گئی۔ تحریک ہجرت، جسے اپنے حالات کے تقاضوں میں بہر حال ناکام ہونا تھا، صرف چند مادے کے عرصہ میں اپنے اختتام کو پہنچ گئی۔ چنانچہ روزنامہ پیسہ اخبار (لاہور مورخہ ۸/۱۸ اپریل ۱۹۲۱ء) نے ”معاملہ ہجرت میں صریح ناکامی“ کے عنوان سے ادارہ میں لکھا، جس کا اقتباس حسب ذیل ہے:

”خلافت کمیٹی کے علم برداروں نے سب سے پہلے ہجرت کا ڈنکہ بجایا۔ ہزاروں سادہ لوح لیکن ایمان کے پکے مسلمانوں نے اپنی جائیدادیں (جائدادیں) فروخت کیں، عورتوں کو طلاق دیے (دیے)، چھوٹے چھوٹے بال بچوں کو بلکتا چھوڑا، بہتوں کی جانیں پشاور اور کابل کے (کی) سڑک پر تلف ہو گئیں۔ بعض منزل مقصود پر پہنچ کر جاں بحق ہوئے۔ بعض واپسی پر راہ میں تباہ ہوئے۔ اکثر کا روپیہ پیسہ لوٹا گیا، جو بیچ کر واپس آئے ان میں سے اکثر گداگری کرنے پر مجبور ہوئے۔ اس طرح خلافت کمیٹی نے ہزاروں کلمہ گو مسلمانوں کی شہادت اور بربادی کا ثواب وصول کیا۔

لیا عقل و دین سے نہ کچھ کام انہوں نے

کیا دین برحق کو بدنام انہوں نے

پروفیسر سید سلیمان اشرف نے بھی پیش نظر کتاب میں ”علمائے سیاسی کا ہجرت کے متعلق

تباہ کن فتویٰ“ کے زیر عنوان انہی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے رقم کیا:

”ایک نفیر عام ہجرت کی پکار دی گئی اس بانگ بے ہنگام نے سرحدی علاقے

اور خطہ سندھ میں بہت زیادہ اثر کیا، ہزاروں گھرتباہ ہو گئے، ہزاروں عورتیں بے

۱۔ ”ان میں سے ایک خاصی تعداد راستہ ہی میں مختلف امراض اور دیگر وجوہات کے نتیجے میں جاں بحق بھی ہوئی۔ صوبہ

سرحد سے کابل تک جانے والے راستہ کے اطراف مہاجرین کی قبریں بن گئی تھیں۔ ”The Times“ ۳۰ نومبر

۱۹۲۰ء بحوالہ ایضاً۔ ایک یمنی شاہد کے مطابق درہ خیبر قبروں سے انا پڑا تھا۔ ریشروک ولیم، تصنیف مذکور، ص ۱۹

(بحوالہ ابوسلمان شاہ جہانپوری، ڈاکٹر ودیگر (مرتبین) تحریکات ملی۔ گورنمنٹ پبلسیشن کالج کراچی کے مجلہ ”علم و آگہی“

کی ۸۳-۱۹۸۲ء کی خصوصی اشاعت (مقالہ ”تحریک ہجرت“ از ڈاکٹر معین الدین عقیل) ص ۲۲۶ حاشیہ میں ایضاً

سہ پہست رہ گئیں، ہزاروں بچے سائے پردہ سے محروم کر دیئے گئے، گاؤں کے  
گاؤں مسلمانوں نے آگ لگا کر خاکستر کر دیئے انہوں کی جائیدادیں کوڑیوں کے  
مول بندوؤں کے ہاتھوں بیچ دی گئیں۔ تقریباً ایک لاکھ مسلمان اپنے دیار و وطن  
الماک و جائیداد سے دست بردار ہو کر نکل پڑے ہوئے۔“ ۲

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے سید صاحب فرماتے ہیں  
”جہاد اور ہجرت ان دونوں اہم و عظیم مسئلوں کو جس طرح اس دور کے علماء  
سیاسی نے جاہلیا ہے، تاریخ اسلام اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، مسلمانان  
ہند کا جو نقصان اس حد سے بڑھ گیا کہ ان کا مذہب و عقیدہ تو یہی ہے کہ ہوا کی اصلاح کیوں  
کرہ بولی ہے اور کتنا زمانہ چاہتی ہے۔“ ۳

مندرجہ بالا اقتباس میں پروفیسر سید سلیمان اشرف مرحوم نے جہاں مذکورہ ہولناک صورت  
حال کی جانب توجہ مبذول کر رکھی وہاں؛ انہیں معین الدین عقیل صاحب نے تحریک ہجرت میں  
مسلمانوں کی ہجرت افغانستان کے اثرات کے بارے میں لکھا کہ ”اس تحریک کے داعیوں نے  
غیر شعوری طور پر ہندوستانی مسلمانوں کو مزید ابتلا میں ڈال دیا۔ اس تحریک سے مسلمانوں کی ایک  
بہت بڑی تعداد متاثر ہوئی۔“ ۴

مذکورہ بالا خطرات کے پیش نظر اور بزرگ عظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کو سیاسی خودکشی سے بچانے  
کے لئے حضرت احمد رضا خاں بریلوی نے اسلامیان ہند کو بروقت آگاہ کیا۔ جناب محمد علی چراغ لکھتے  
ہیں۔ ”اس نازک صورت حال میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مسلمانوں کی کئی غلط فہمیوں کا ازالہ  
کیا اور نہیں صحیح اسلامی نقطہ نظر سے کسی ملک کے دارالحرب ہونے کے بارے میں واقع اور اہم  
معلومات فراہم کیں۔“ ان کے خیال میں غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کا پورا پورا حق تھا۔ انہوں

کی تاریخ کی بعض سبب میں افغانستان ہجرت کرنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) رقم ہے جو درست  
نہیں۔ ضیاء الدین احمد ندوی ”حیات مولانا محمد علی چراغ“ مطبوعہ اردو ایڈمیٹریٹیو سوسائٹی (صفحہ ۱۸۸) میں لکھتے  
ہیں۔ ”تاریخ ہندو ہجرت کرنے والوں کی معروضی ہوئی نہیں ۵۰ ہزار لاکھ کے درمیان ضرور تھی۔ اس پر علیحدہ  
باب میں بحث کی گئی ہے“

۳ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر، ”انڈیا“ مطبوعہ طبع مسلم یونیورسٹی انڈیا، نئی دہلی، ۱۹۲۹ء، ص ۴۴  
۴ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر، ”انڈیا“ مطبوعہ طبع مسلم یونیورسٹی انڈیا، نئی دہلی، ۱۹۲۹ء، ص ۴۵  
۵ ابوسلمان شاہجہانپوری، ”انڈیا“ (مترجمین) تحریکات ملی۔ گورنمنٹ پبلیشنگ کالج برائے ہندوستان، ”ہندو آئین“ کا  
۱۹۸۲-۸۳ء کا خصوصی شمارہ (مقالہ ”تحریک ہجرت“ از ذوالکرم عین الدین عقیل) ص ۲۲۵



نے ایک ہزار سال سے زیادہ کامیاب حکومت کی تھی۔“ مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مسلمانوں کے اس حق سے دستبردار ہونے کے حق میں نہیں تھے۔ اپنے اس موقف کی تائید کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے ایک رسالہ ”اعلام الاعلام“ (اعلام الاغلام بابت ہندوستان دارالاسلام: ۱۳۰۶ھ) بھی لکھا تھا اور یہ واضح کیا تھا کہ ہندوستان ”دارالحرب“ نہیں ہے بلکہ ”دارالسلام“ (دارالاسلام) کا درجہ رکھتا ہے۔ اس رسالہ کی جو روح ہے اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں ہندوستان پر انگریزوں کے قبضے کو غاصبانہ سمجھتے تھے اور مسلمانوں کو یہ حق دیتے تھے کہ وہ بغدیر استطاعت ملک کی آزادی کے لئے کوشش کریں۔ ملک کو دراصل دارالحرب قرار دے کر ترک موالات (ترک وطن) کر جانا ایک طرح کا کمزور احتجاجی عمل تھا اور اس طرح ترک موالات کر جانے سے مسلمان عملاً اپنے حق سے دست بردار ہو جاتے تھے۔ ایسی صورت احوال ہندو لیڈروں اور کانگریس کے لئے زیادہ سود مند تھی۔ وہ اس طرح حکمران انگریزوں سے کسی طرح کی سودے بازی کر سکتے تھے۔“ ۱

پیش نظر کتاب ”الثور“ کے مطالعہ سے یقیناً اس دور کی تمام تحریکوں..... خلافت و ترک موالات اور ہجرت کا خاکہ سامنے آ جاتا ہے۔ ان تحریک پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ خصوصاً ہجرت افغانستان کے حوالہ سے تاریخ کی عام کتب میں چند سطور ہی ملتی ہیں۔ تاہم ۱۹۸۶ء میں ”تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء) ایک تاریخ۔ ایک تجزیہ“ شرح وسط کے ساتھ اغلباً پہلی کتاب شائع ہوئی جو جناب راجا رشید محمود کی تالیف ہے، جس کے مطالعہ سے جہاں ہجرت کے مقدس نام پر ترک وطن کی ترغیب دینے والے سارے کردار سامنے آ جاتے ہیں وہاں ان تحریکوں پر جذبات کی شدت اور مذہبی غلو نے جو پردے اب تک ڈال رکھے تھے، بھی سرکتے دکھائی دیتے ہیں۔ آج کا بیدار مورخ تو یقیناً جادہ مستقیم پر گامزن رہنے والی بلند پایہ ہستیوں کو خراج عقیدت پیش کرے گا اور ان کوششوں کی تحسین کرے گا، جن کی بدولت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اسلام کو ہند بدر کرنے کی سازشیں ناکام ہوئیں۔ پروفیسر محمد اسلم، سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی، لاہور لکھتے ہیں:

”تحریک ہجرت کے دوران میں ہجرت کا فتویٰ بڑا نامعقول تھا۔ ہندو تو یہی چاہتے تھے کہ مسلمان اس ملک کو ہندوؤں کے حوالے کر کے عرب چلے جائیں۔ میں سچا پاکاد یو بندی ہونے کے باوجود کھلے دل کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس موقع پر مولانا احمد رضا خاں نے بڑی سمجھ بوجھ کا مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو ہجرت اور عدم تعاون سے باز رکھا۔ انہوں نے حاکم علی پرنسپل اسلامیاہ کالج لاہور

۱۔ محمد علی چراغ۔ اکابرین تحریک پاکستان۔ سنگ میل پہلی کیشنز ۱۱ ہور ۱۹۹۰ء، ص ۲۹۰-۲۹۱

کے استفسار پر بڑے واضح و مفید الفاظ میں ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ ترک موالات اور عدم تعاون کے باوجود انگریزوں سے مدارس کے لئے سرکاری گرانٹ لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ انگریز یہ رقم انگلستان سے لا کر ہمارے سکولوں اور کالجوں کو نہیں دیتے۔ بلکہ ہم سے ہی وصول کردہ ٹیکسوں میں سے گرانٹ دیتے ہیں لہذا یہ ہماری ہی رقم ہے، جو ہمیں دی جا رہی ہے۔ یہ ان کا ہم پر کوئی احسان نہیں ہے۔ یہ ہمارا حق ہے جو ہمیں مل رہا ہے۔"

یہاں یہ مرقبہ ذکر ہے کہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طرح قائد اعظم نے بھی روایتوں کی مخالفت کی تھی۔ چنانچہ میاں عبدالرشید نے جو نعیم جانبدار موزع ہیں (روزنامہ نوائے پاکستان ۸ جنوری ۱۹۷۵ء میں) "برطانوی دور میں برعظیم پاک و بھارت کی مسلم سیاست" کے زیر عنوان تبصرہ کرتے ہوئے طمانہ بلسنت کی دورانہ پیشی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قائد اعظم کی طرح انہوں نے بھی ترک موالات اور تحریک ہجرت کی مخالفت کی۔ یہ ملک ہمارے بزرگوں نے اپنا خون دے کر حاصل کیا تھا۔ ہم کیوں یہاں سے ہجرت کریں؟" ان میں سے ایک نے کہا اور بعد میں حالات نے ثابت کیا کہ ان کا موقف درست تھا۔ تحریک ترک موالات اور ہجرت سے مسلمانوں کو

مگر مولانا پرنسپل "تحریک پاکستان" نے ریڈیو رازدار، لاہور۔ طبع اول ۱۹۹۵ء، ص ۲۰۵-۲۰۶

اور اس سلسلے میں مصر، فلسطین اور شام سے مثالیں دی جا سکتی ہیں کہ اگر اعراب کا تصور اس قدر غیر اسلامی اور سیاسی بصیرت سے ماریں تو فلسطین پر یہودیوں کے قبضہ کے بعد فلسطینیوں سے ان کے گھر بار بھی چھینے گئے اور فلسطین سے انہیں ہجرت کرنا پڑی، انہوں نے ہجرت کا سہارا لینے کی بجائے ہندو قبضہ پر فلسطین کی مقدس زمین کو آزاد کرنے کے لئے جدوجہد جاری کر رکھی ہے۔

افغانستان پر جس طرح امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے جارحیت کر کے افغانوں کو مقہور و مجبور کر کے ظالم بنانے کی کوشش کی ہے مگر انہوں نے ہجرت کرنے کی بجائے جہاد کا راستہ اختیار کیا ہے۔ اور اب ہمارے سامنے مقدس عراق کی مثال ہے کہ جس بیہیت اور جارحیت سے سرزمین عراق پر قبضہ کیا گیا اور جس قدر ان کی تذلیل ہو سکتی تھی وہ بھی نہ ہوئی ہے، لیکن انہوں نے ہجرت کرنے کے ترک موالات کرنے کی بجائے جہاد اور فدائین کا راستہ اختیار کیا ہے اور نتیجہ ظاہر ہے کہ اہیت نامہ سے امریکہ و فوجدار اختیار کرنے کے لئے راستہ مل گیا تو عراق کی سرزمین سے ہجرت کے ساتھ بھگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور فلسطین پر قابض یہودیوں اور امریکیوں کا مقدر اہل عراق نے مقدس سرزمین کو دیا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں ترک موالات کے نتیجے طمانہ اور عراقی فدائین کے تقابل سے علامہ اقبال کے اس شعر سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ وہ (موالاتی طمانہ) مسلمان کی موت سے کس قدر خوف تھے۔

کافر کی موت سے بھی لڑتا ہو جس کا دل

کہتا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت مر!

سراسر نقصان پہنچا اور ملکی سیاست پر ہندوؤں کی گرفت مضبوط ہوئی۔“

الغرض یہ تحریک ہجرت ہماری ملی تاریخ کے ایک بنگامی اور جذباتی دور کا ایک سبق آموز واقعہ ہے جس کی تہ تک پہنچے بغیر ہم اس دور کی صحیح صورت حال سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار صاحب کا خیال ہے کہ تحریک ہجرت کے بارے میں اکثر مصنفین کے ہاں ابھی تک کچھ کنفیوژن پایا جاتا ہے اس لئے موصوف فرماتے ہیں۔ ”اس ہجرت کے آغاز و انجام پر روشنی ڈالنا اور اس کی حقیقت تک پہنچنا از بس ضروری ہے۔“<sup>۱</sup>

## اسلامی احکام اور اصولوں کی خلاف ورزی

مولانا سید سلیمان اشرف نے اپنی تصانیف خصوصاً زیر نظر کتاب میں خلافت کی اہمیت کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مسئلہ خلافت کے ساتھ تمام مسلمانوں کو ہمدردی تھی۔ مولانا موصوف اسی موقف پر گامزن تھے، انہوں نے خلافت کی تائید و حمایت صراحت کے ساتھ کی تھی، لیکن ان کو تشویش اس بات پر تھی کہ تحریک خلافت کے دوران کانگریس، ہندو مسلم اتحاد کی تخم ریزی نہایت خطرناک طریقے سے کر رہی تھی۔ تحریک خلافت میں شامل کانگریسی عناصر یہ منصوبے رکھتے تھے کہ خلافت کے ادارہ کو قائم رکھنے کے جوش میں پھرے ہوئے مسلمانوں کو ہلاکت کی ایسی وادیوں میں پھینک دیا جائے کہ ان کی قوت اور سنگت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ ترک موالات کی اگلی صفوں میں بھی مسلمانوں کو لانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ بقول ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہانپوری، ترک موالات ۱۹۲۰ء کا سب سے اہم ملتی مسئلہ تھا۔ نان کو آپریشن کے عنوان سے مولانا سید سلیمان اشرف نے ترک موالات پر پیش نظر کتاب میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، جس سے مسئلہ ترک موالات کی ماہیت سمجھ میں آ جاتی ہے۔ بقول سید محمد فاروق القادری:

”برصغیر کی تاریخ میں تحریک خلافت اور ترک موالات کو اچھی طرح جاننا اور سمجھنا اس

دور میں اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ بعد میں قیام پاکستان اس کے اسباب اور عوامل

کی ساری عمارت انہی تحریکوں کے فہم و ادراک پر استوار ہوئی ہے۔“<sup>۲</sup>

تحریک خلافت مسلمانوں کے لئے خالصتاً مذہبی تحریک تھی، کیونکہ وہ ترکی ”خلافت عثمانیہ“

۱ دیکھئے۔ ”تحریک ہجرت ۱۹۲۰ء، پس منظر و پیش منظر“ مولانا پروفیسر ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ بزم اقبال،

لاہور۔ طبع اول ۱۹۹۷ء، ص ۳-۴

۲ ماہنامہ کنز الایمان لاہور، نومبر ۱۹۹۳ء۔ تحریک خلافت و ترک موالات نمبر، ص ۱۶

و قیام و اقامت پابستہ تھے۔ تحریکِ خلافت بڑے نیک اور پاکیزہ مقاصد کے لئے نہ تھی، ان مقاصد میں عظمتِ ترکی کی، جان کے علاوہ مقاماتِ مقدسہ و مآثر شریفہ کی حفاظت بھی شامل تھی۔ ان مقاصد کا تعلق براہِ راست مسلمانوں سے تھا۔ بڑے عظیم کی، دوسری اقوام کو مذکورہ مقاصد سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس طرح "سنہ گاندھی و ترکی خلافت اور ترکی سلطنت سے کیا ہمہ راہی ہو گئی تھی۔ تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات کی اساس تھی، تحریکِ ترکِ موالات کے دوران میں گاندھی جی کی جانب سے تحریکِ خلافت کی جس انداز میں حمایت کی گئی، مسلمانوں نے سمجھا کہ گاندھی جی اسلام کے اس ستون کی حمایت کر رہے ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا، جو شخص اسلام جی کا مخالف ہو وہ خلافتِ تحریک کی حمایت کیسے کرے گا؟ خلافت کے تحفظ اور عدم تحفظ سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور ہم یہاں ڈاکٹر ظہیر علی صدیقی صاحب کی کتاب "مولانا محمد علی اور جنگِ آزادی" سے ایک اقتباس نقل کرتے چلیں تو یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ تحریکِ ترکِ موالات ۱۹۲۰ء میں "سنہ گاندھی نے اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کے تحت شروع کیا تھا۔ چنانچہ جناب صدیقی رقمطراز ہیں

"۱۹۲۰ء میں ناپور میں کانگریس کا اجلاس ہوا۔ اس کے لئے مولانا شوکت علی کے کہنے پر مسودہ گاندھی جی نے ریل میں مرتب کیا تھا۔ لیکن خلافت کانگریس میں ترکِ موالات کی تجویز منظور ہو چکی تھی۔ جواب ال انمبر و نے لکھا ہے:

"۱۹۲۰ء میں سیاسی تحریک اور خلافت کی تحریک نے ساتھ ساتھ قوت پزیری۔ دونوں ایک ہی راستے پر چلنے لگیں۔ آخر جب کانگریس نے گاندھی جی کا ترکِ موالات کا پوزیشن تسلیم کر لیا، تو دونوں بالکل مل گئیں۔ خلافت سمیٹی پہلے ہی یہ اصول تسلیم کر چکی تھی۔"

آگے جانے سے پہلے میاں عبدالرشید کی رائے ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

"پاک و ہند کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کو پوری طرح سمجھنے کے لئے مسند گاندھی کو سمجھنا ضروری ہے۔ شروع میں مسند گاندھی، کانگریس میں صرف وہم کے لیڈر شمار ہوتے تھے، مگر انہوں نے مسلمانوں کی خالص اسلامی تحریکِ خلافت میں شامل ہو کر اس طرح استعمال کیا کہ یہاں کے صرف اول کے لیڈر بن گئے

۱۔ ظہیر علی صدیقی، ڈاکٹر۔ مولانا محمد علی اور جنگِ آزادی، سندھ سائراکادمی، لاہور ۱۹۹۹ء، ص ۴۸-۴۹

اور جب تک زندہ رہے یہاں کی سیاست پر چھائے رہے۔ تحریک خلافت  
 بنیادی لحاظ سے پان اسلامزم کے حق میں تھی اس لئے اصولاً نیشنلزم کے خلاف تھی،  
 مگر گاندھی جی نے بڑی چابکدستی سے اسے یہاں کے مسلمانوں میں نیشنلزم  
 پھیلانے کے لئے استعمال کیا۔ دوسرے انہوں نے اس تحریک کے ذریعہ اگرچہ  
 بظاہر ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگایا، لیکن باطن اس اتحاد کو پارہ پارہ کیا کیونکہ اس تحریک  
 سے پہلے اگرچہ کانگریس میں مسلمان بھی شامل تھے مگر وہ اپنے آپ کو ہندوؤں ہی  
 کی نمائندہ جماعت کہتی تھی۔“ ۱

ہندوستان کی تاریخ میں ہندو ہمیشہ مسلمانوں اور اسلام کا دشمن رہا ہے اور اس نے مسلمانوں  
 کو مٹانے کے لیے کوئی دقیقہ کبھی فروگذاشت نہیں کیا۔ ”بالخصوص غیر ملکی غلامی کے تاریک دور میں  
 جب مسلمانوں کی تمام تر سرگرمیاں تقریباً مسجدوں کی چار دیواریوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں اور  
 مسلمان توحید و رسالت کی اس امانت کو اپنے سینوں سے لگائے حکمران قوم کے لرزہ خیز مظالم  
 برداشت کر رہے تھے، ہندو کی اسلام دشمنی کا جذبہ اور زیادہ قوی ہو چکا تھا۔ وہ اجتماعی سطح پر  
 مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور اسلام کو ہندو بد کرنے کے لئے صبح و شام طرح طرح کی سازشوں  
 اور ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے، سیاسی سطح پر انہوں نے متحدہ قومیت کا ڈھونگ، کانگریس کی  
 مدد سے اپنے تمام وسائل سے شروع کیا اور مسلمانوں میں یہ تاثر پھیلانا شروع کیا کہ درحقیقت  
 مسلمان اور ہندو ایک ہی قوم ہیں اور ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے جسے ہندوستانی کہتے  
 ہیں۔ یہ ہندو سامراجیت کی نہایت گہری سازش تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان بحیثیت قوم ختم ہو  
 جائیں اور ہندو اکثریت کا ایک بے اثر ضمیمہ بن کر رہ جائیں۔“ مولانا سید سلیمان اشرف نے انور  
 کے ابتدائی صفحات میں جہاں ۱۸۵۷ء سے اپنے دور تک کی، ہندو لیڈروں کی شاطرانہ سیاست کا  
 سرسری جائزہ لیا ہے وہیں اہل ہندو کی بعض اسلام دشمن کارروائیوں اور مسلمانوں پر ان کے مظالم  
 اور جفاکاریوں کی جانب بھی اشارہ کیا ہے، لیکن اہل ہندو کی ان ناپاک کوششوں کا کس حد تک  
 اسلامیان ہند پر اثر مرتب ہوا، مولانا موصوف نے لکھا:

”اشارات صدر سے صرف اس قدر ثابت کرنا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے شعار دین

۱ روزنامہ نوائے وقت، کالم نور بصیرت

۲ ماہنامہ ”مسلم“ (مجلہ المکتبۃ العلمیہ لاہور) نظریہ پاکستان نمبر (خصوصی شمارہ جون تا اگست ۱۹۷۰ء) ص ۶،  
 مشمولہ مضمون از عنایت عارف بعنوان ”نظریہ پاکستان کے تاریخی پس منظر پر ایک نظر“

کی توہین اور ارکان مذہبی کے نیست و نابود کرنے میں اپنی پوری دسمانی، مافی اور  
 دماغی قوت گونا گوں طور پر صرف کرنے میں پچاس برس سے مسلسل ساعی ووشاں  
 ہیں، لیکن علمائے کرام اور عامہ مسلمین آج تک ان کے دامنوں میں پناہ لینے سے  
 اظہارِ ریزاری کرتے رہے۔<sup>۱</sup>

نیز بقول عنایت عارف ”مسلمان سوادِ عظیم نے اسلام کا پرچم ہمیشہ بلند رکھا کیونکہ یہ  
 حقیقت کی تشہیح کی محتاج نہیں تھی کہ ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک میں اسلام ہی مسلمانوں کی  
 تہ و سلامتی کا ضامن ہو سکتا تھا۔ اسلام کی عظمت عظمیٰ سے محروم ہو کر ان کے لئے پورے  
 ہندوستان میں کہیں کوئی جائے پناہ باقی نہ رہتی۔“ لیکن تاریخ آزادی ہند کا یہ دردناک پہلو ہے کہ  
 ۱۹۱۱ء میں متذکرہ صورت حال کمر بول چکی تھی جب تحریکِ خلافت کے دوران ہندو مسلم اتفاق  
 کے جوش میں اسلامی خصائص کو منایا جانے لگا، اسلام کی بنیادی تعلیمات سے انحراف شروع ہو گیا  
 اور کفر کی بیباکی سے حمایت کی جانے لگی، اس دور میں مسلمانوں کی عنصیت اس طرح فنا کر دی گئی  
 کہ معاشرتی و تمدنی امور کا کیا ذکر دینی امور میں کفار کی تقلیدِ نمال ارادت و عقیدت سے ہونے لگی  
 یہاں تک کہ ہندوؤں کے متعلق احادیث و آیات قرآنیہ پیش کی جانے لگیں جن سے مسلمانوں  
 کے کان کبھی آشنا نہ ہوئے تھے۔ اسلامی اصولوں اور احکام کی خلاف ورزی کی تفصیل ذیل میں  
 ملاحظہ فرمائیں آپ دیکھیں گے کہ ایسی ہندو پرستی کا سراغ تو آج بھی دور میں بھی نہیں ملتا۔

۱۔ کفار ہند کو اہل کتاب قرار دیا گیا۔

۲۔ اپنے ناموں کے ساتھ پنڈت لکھوایا، مجموعوں میں اپنے مسلمان ہونے کا انکار کیا اور یہ دعا  
 کی گئی کہ اگر میں کوئی مذہب تبدیل کروں تو سکھوں کے مذہب میں داخل ہوں۔

۳۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کی ٹٹلیاں کا ندھوں پر اٹھائیں، ارمیوں کو کندھا دیا اور ان کے ساتھ  
 ”رام رام“ کہتے ہوئے مرگھٹ تک گئے۔

۴۔ ہنود سے ایک رنجی کے لئے پیشانیوں پر نقشے لگائے۔

۵۔ نقشے بھی کیا ترک مسلمانوں کی

۶۔ سیواستی کے پر تالوں میں ڈالے۔

۷۔ دھرتی میں شریک ہونے، سنگھ (تاقوس) بجائے۔

۱۔ محمد عیسیٰ اشرف سید۔ انور، اشاعت اولیٰ علیٰ نزلہ ۱۹۲۱ء، ص ۳

- ۷- ہندوؤں کی جانب سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ مسلمان، رام چندر جی کی لیلار چائیں اور ہندو  
محرم منائیں، مسلمان رضا کاروں نے رام لیلکا کا بندوبست کیا۔
- ۸- گنگا و جمننا (عبادت گاہ مشرکین) کی زمین کو مقدس زمین کہا گیا اور
- ۹- اس سرزمین پر ترک چڑھ آئیں تو ہم ان پر بھی تلوار اٹھالیں۔
- ع ”گر شرک آئند تیغ گیریم بدست“۔
- ۱۰- دین الہی کی طرح ایسا نیا دین نکالنے کی فکر کی گئی جو مسلم اور ہندو کا امتیاز اٹھادے اور جس  
میں سنگم و پریاگ (معابد مشرکین) ایک مقدس علامت قرار پائے۔
- ۱۱- مشرکین کی موت پر سوگ منایا گیا۔
- ۱۲- مشرک میت کے لئے مسجدوں میں دعائے مغفرت کی گئی۔
- ۱۳- مسجدوں میں مشرکوں کی تعزیت کے لئے جلسوں کا انعقاد کیا گیا۔
- ۱۴- مسلمان مقرر ویدوں کے منتروں سے تقریر کا آغاز کرتے اور ہندو بزرگوں کی تعریف  
کرتے۔
- ۱۵- تین نعرے بیک زبان پکارے جاتے، نعرہ تکبیر ہندوؤں کی زبان پر جاری ہوتا، بندے  
ماترم مسلمان پکارتے، ست سری اکال کی طویل اور گہبھر گونج میں تینوں قوموں (ہندو  
مسلمان اور سکھ) کی آوازیں شامل ہوتیں۔
- ۱۶- نیز مسلمان اور ہندو یہ نعرہ بلند کرتے
- مندر میں ازاں دلوا دیں گے مسجد میں ناقوس بجادیں گے
- ۱۷- مسلمانوں نے مندروں میں دعائیں مانگیں۔ مسلمان خود مندروں میں گئے، مساجد چھوڑ کر  
وہاں نمازیں پڑھیں۔
- ۱- الہ آباد کے نزدیک وہ مقام جہاں دریائے گنگا و جمننا ملتے ہیں، تیسرے دریائے سرسوتی کا سنگم زمین کے نیچے  
طور پر ہے اور ہندو اس جگہ کو تبرک و مقدس سمجھتے ہیں۔ ہر بارہ سال کے بعد وہاں زبردست میلہ لگتا ہے جس کو کنگھ  
کا میلہ کہا جاتا ہے (حاشیہ ”تفہات و تعاقبات“ ص ۱۱۰، ”ہندی اردو لغت“ ص ۱۷۸ اور ۲۰۵)
- ۲- ہال گنگا دھرتک کی موت کے غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں ننگے سر جمع ہو کر اس کے لئے دعاء و فاتحہ اور  
مغفرت کے لئے اشتہار تقسیم کیا گیا۔ مدیر معارف سید سلیمان ندوی نے مسرتک کے انتقال پر شذرات میں تعزیت  
کی ہے اور اس کو افسوس ناک قرار دیا ہے (دیکھئے۔ تحریک آزادی ہند اور السنو ال اعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء۔  
ص ۱۳۰ بحوالہ معارف (اعظم گڑھ) ستمبر ۱۹۲۰ء ص ۱۶۲ اور محمد جمیل الرحمن، پاسبان مذہب و ملت (تحقیقات  
۱۹۲۰ء، بریلی، ۱۹۲۰ء، ص ۳۱)

۱۸- ہندوؤں نے مسلمانوں کو چندن کا نیکہ لگایا۔

۱۹- ہندو اور مسلمان ایک ہی مٹنے سے پانی پیتے کہ بعض جگہ ایک دوسرے کا جھوٹا پانی پیا۔

۲۰- ستیہ کرہ کے دن مسلمانوں نے مہاتما گاندھی کے حکم سے روزہ رکھا۔

۲۱- قرآن کریم کی توہین کی گئی، وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا۔

۲۲- قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جا کر دونوں کی پوجا کرائی گئی۔

۲۳- اللہ عزوجل کو رام اور خدا کی قسم کی جگہ رام دوہائی کہنا جائز بتایا گیا۔

۲۴- ایک ڈولہ (جسے "سنگاسن" کہتے ہیں) میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر جلوس نکالے گئے، جس میں بھجن گاتے، ڈھول و جھانجھ بجاتے مسلمان شریک ہوئے۔

۲۵- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا۔

۲۶- مسلمانوں نے ہولی تھیلی۔

۲۷- ہولی کے سوانگ میں، ہندوؤں سے اتحاد بنانے رکھنے کی خاطر، معظمان اسلام کی توہین و

تحقیر سنی گئی۔ گنکا پر پھول اور بتائے چڑھائے گئے۔ رام کچھن پر پھولوں کا تاج رکھا گیا،

بتوں پر ریوزیاں چڑھائی گئیں، ہار پھولوں سے انہیں آراستہ کیا گیا۔

۲۸- ہندو ایڈروں کو مختلف مساجد میں لے گئے، منبروں پر بٹھایا۔

۲۹- دہلی کی جامع مسجد میں سوامی شر دھانند جیسے دشمن اسلام کو منبر رسول پر بٹھا کر تقریر کرائی گئی

۱۔ "خاص خانہ اور توحید کے مکان (یعنی مساجد) میں مبلغ کی حیثیت سے: ذرا کوہ ہندی پنشن اس صدی (گزشتہ

صدی) کے مہمان اسلام کا خاندان ہے۔" (محمد سلیمان اشرف، سید "الذیشان" مطبوعہ علی نزلہ، ۱۹۲۰ء، ص ۱۶)

۲۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ارتدادی مہم چلائی اور بالآخر دہلی میں ایک مسلمان عبدالرشید نے اس کو قتل کر دیا۔

۳۔ یہ اپنی نوعیت کا غیر معمولی اور ناروا واقعہ تھا۔ جامع مسجد میں جھکے پٹروں میں جلوں کسی (غیر مسلم) ستیاہی کا مسلمانوں سے خطاب کرنا ایسا نہ بھی اس سے قبل دیکھنے سننے میں آیا تھا، نہ اس کے بعد بھی ایسا ہوا۔

(مالک رام۔ "کچھ ابوالکلام آزاد کے بارے میں" مطبوعہ البور، ۱۹۹۲ء، ص ۱۰۳)

کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہاتی ہے۔ بھارت کے مشہور صحافی اور کالم نگار جناب خوشونت سنگھ کہتے

ہیں۔ "اس وقت کی یاد تو ابھی (اب) بھی تازہ ہی ہے۔ جب مسلمانوں نے سوامی شر دھانند جیسے ہندوؤں کو جامع

مسجد (دہلی) کے اندر سے اپنی تقریبات کو خطاب کرنے کے لئے مدعو کیا تھا۔ ایک وقت تھا۔ جب مسجدوں کے

پاس سے ہندو اور سکھوں کا جلوس نکلتا تھا تو سربھوٹا کا اٹھنا ہرنے کے لئے مسلمان ان کو مارا میں پہناتے تھے۔

میں نے گوردانگ کے جنم دن پر ایک ایسا جلوس بھی دیکھا ہے۔ جس کی قیادت سب کی سب مسلمان لڑکیوں کے

ایک جینڈے کی گئی تھی۔" (روزنامہ "ہند سماچار" چاندیہ، ۱۱ اکتوبر، ۱۹۶۶ء، ص ۱، ۲)



وہاں اس کی تصویریں کھینچوائیں جس کے فوٹو لے کر ہندو مبلغ یو۔ پی کے طول و عرض میں پھیل گئے اور ذور افتادہ علاقوں میں جا کر ہزاروں مسلمانوں کو یہ دھوکا دیا کہ دیکھو سوامی جی مسجد کے منبر پر اس لئے بیٹھے ہیں کہ تمام مسلمان ہندو ہو گئے ہیں۔ ان تصاویر کو دیکھ کر بہت سے مسلمان اسلام سے منحرف ہو گئے۔

۳۰- گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو گھر پر آویزاں کیا گیا۔

۳۱- ہنود کو خوش کرنے کی خاطر گائے کی بجائے بکری کی قربانی کا فتویٰ دیا گیا۔

۳۲- گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھہرایا گیا اور کھانے والوں کو مکینہ بتایا گیا۔

۳۳- گائے کی قربانی کو مثل سٹور کہا گیا۔

۳۴- قربانی نہ چھوڑنے والے مسلمانوں کی ناحق تکفیر کی گئی اور ان کے ذبیحہ کو ممنوع قرار دیا گیا۔

۳۵- گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتاوے اونٹوں کی پشت پر سے تقسیم کئے گئے۔

۳۶- ہزاروں مسلمانوں نے قربانی گاؤں سے احتراز کیا۔ مسلمانوں نے مسلمانوں سے گائیں چھین کر ہندوؤں کو دے دیں۔ قصابوں کو ذبیحہ گاؤں سے روکا گیا۔ رضا کاروں نے چھری کے نیچے

سے قربانی کی گایوں کو چھڑایا اور اگر ہو چکی تو اس کو بے کار کر دیا۔

۳۷- نیز قربانی کی گایوں کو زبردستی چھین کر ان کو گنوشالہ پہنچایا گیا۔

۳۸- ہندوؤں کی خوشنودی کو (معاذ اللہ) رضاءِ الہی سے تعبیر کیا گیا۔

۳۹- جن مشرکوں نے گائے کے پیچھے مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کیا جلایا، اتحادِ ہنود منانے

کے لئے اُن کی رہائی کے لئے درخواستیں دی گئیں، اُن کی رہائی کے لئے رزولوشن پاس

کئے گئے۔

۴۰- مسلمانوں کو ناحق قتل کرنے والوں کو مسلمان لیڈروں نے سزا سے بچایا۔

۴۱- مہاتما گاندھی کی بے پکاری گئی، گنوماتا کی بے بلند کی گئی۔

۴۲- یہ بھی کہا گیا کہ ”زبانی بے پکارنے“ سے کچھ نہیں ہوتا، بلکہ ہندو بھائیوں کی رضا میں خدا کی

رضا بتایا گیا۔

۴۳- گاندھی کو یقینی بھائی بتایا گیا اور اس عمل کو نیکی میں شمار کیا گیا۔

۴۴- جہاں قرآن و حدیث میں بسر کی ہوئی عمر کو بت پرستی پر نثار کیا گیا وہیں مسٹر گاندھی کو پیش رو

تسلیم کر کے اپنے کو ایک کافر کا پس رو بتایا گیا۔ چنانچہ ایک جلیل القدر عالم نے کہا -

عمر یکہ آیات واحدیث گزشت رفتے و شاربہت پرستی کردی

۴۵- مسہ گاندھی کو "مہاتما" کا خطاب دیا گیا۔ خدمت دین کی بدولت گاندھی کے مرتبہ کو تسلیم کیا گیا۔

۴۶- گاندھی کو روحانی فرشتہ قرار دیا گیا۔ وہ مرتبہ گاندھی کو ملا خدمت دین سے مسلم کو بھی بہ رشک کہ کافر نہ ہوا تھا۔

۴۷- بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم، گاندھی جی جی کے اہل مین متابہت کو ضروری سمجھا گیا۔ ع "بعد از نبی بزرگ توئی قلمہ منقہ"

۴۸- جہاں تحریک ترک موالات کو سیاسی منتیوں کی جانب سے ایمانیات کا درجہ دیا گیا وہاں جمعیت العلماء کی جانب سے ان کی بات نہ سننے والوں کو کافر، مشرک، منافق، یزیدی، ملعون اور جہنمی تک کے خطابات سے نوازا گیا۔

۴۹- اسلامی درس گاہوں کی بندش کا مقابلہ کرنے والوں کو بدنام کرنے کی غرض سے بعض مسلم راہنماؤں پر قادیانی ہونے کی تہمت لگائی گئی۔

۵۰- ترک موالات کے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے اخبار و رسائل میں جھوٹی خبروں کی اشاعت کرائی گئی تھی کہ ملت اسلامیہ کے یہی خواہ رہنماؤں کی جانب سے من گھڑت مراسلے شائع کروائے۔

۵۱- فتویٰ ترک موالات کی ضابطی پر علانے مہاتما گاندھی سے مشورہ و استصواب کیا کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہئے؟

ع آگے تمہارے رنگ کسی کا نہیں جما

۵۲- بار بار اس بات کا اعلان کیا گیا کہ "گاندھی مستحق نبوت تھا" اور

۵۳- یہ کہا گیا کہ "اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا۔"

۵۴- یہ بھی کہا گیا کہ امام مہدی کی جگہ امام آخر الزماں امام گاندھی کا ظہور ہوا ہے۔

۱- مہاتما کے معنی ہیں "روح اعظم" جو خاص لقب سیدنا جبریل امین علیہ السلام کا ہے۔ مشرک کو اس سے تعبیر کرنا صریح مخالفت خدا اور رسول ہے۔

ع روزنامہ زمیندار، ۱۱ ہورے ۱۹۳۰ء

گاندھی سے عقیدت نے آنکھ پر ایسی لٹیکری رکھی کہ اسلام اور کفر کا امتیاز تک نظر سے اوجھل ہو گیا۔ اور اخبارات کے صفحات اول پر ایسے شرمناک اشعار چھپنے لگے۔ (ظہور)

۵۵۔ مزید کہا گیا کہ خدا نے مسٹر گاندھی کو مسلمانوں کے لئے مذکر بنا کر بھیجا، قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا مدد کر کے بھیجا ہے۔

۵۶۔ گاندھی کو مسیحا، دلوں کا حاکم اور مردہ قوم کو جلانے والا، آب حیواں (آب حیات) پلانے والا، بے سوں کا حامی اور یا اور، گمراہوں کا رہبر، رحمتِ داور اور پاک دل کہہ کر اس کی مدح کی گئی۔

۵۷۔ نیز انہیں مرد پختہ کار، حق اندیش، باصفا، مرد میدان اور درویشِ خو کے القاب دیے گئے۔

۵۸۔ جمعہ کے خطبہ اردو میں خلفاء راشدین اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بجائے گاندھی کو ”مقدس ذات“، ”پاکیزہ خیالات“، ”ستودہ صفات“ قرار دے کر اس کی تعریف کی گئی۔

۵۹۔ حتیٰ اس کی تعریف کو مثلِ ثناءِ الہی ٹھہرایا گیا کہ ”خاموشی از ثناءِ توحیدِ ثناءِ ثست“۔

۶۰۔ خلافت ترک کے منکر کو کافر و خارج از اسلام کہا گیا، لیکن خلافتِ صدیق و فاروق کے منکروں کو مسلمان جانا۔

۶۱۔ یہ بھی کہا گیا کہ جبل اللہ (خدا کی رسی) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے سے اگر دین نہیں تو دنیا ہمیں ضرور مل جائے گی۔

بات تحریکِ خلافت سے چلی اور کہاں تک پہنچی؟ — مسٹر گاندھی کی سیاست کی ساحری نے مسلمانوں کو کس حد تک مسحور کر دیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی سوچنے کی قوت ہمیشہ کے لئے سلب ہو چکی ہے اور اس وقت مسلمانوں میں ایک قسم کا جنوں سا پھیل گیا تھا، اس نے خود ہندوؤں کو بھی حیرت و استعجاب میں ڈال دیا کیونکہ بقول موہن لعل بھٹناگر، ایڈیٹر درپن (لاہور) ”مسلمانوں نے مہاتما جی پر وہ اعتبار اور یقین دکھلایا کہ دنیا دنگ رہ گئی۔ مہاتما جی خلافت کے لیڈر اور خلافت کمینی کے رہبر بن گئے۔“ چودھری سردار محمد خاں لکھتے ہیں۔ ”اگر گاندھی جی تحریکِ خلافت کی قیادت نہ کرتے تو کانگریس مضبوط کیسے ہوتی۔ مسلم لیگ کی ساکھ کیسے بگڑتی۔ ان کے سامنے تو یہ پروگرام تھا جس میں انہیں پوری کامیابی ہوتی۔ مسلمان کے سامنے اب کوئی سیاسی نصب العین نہ تھا اس کے سامنے کوئی منزل نہ تھی۔ وہ منتشر لوگوں کا ایک آوارہ گروہ تھا، جو اپنی قومی وحدت کھو چکا تھا۔ وہ صرف ہندوؤں کے رحم و کرم پر تھا۔ درحقیقت گاندھی جی نے ہندوؤں کے لئے وہ کام کیا جو

۱۔ فہم اسلام بنی شان“ ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے قول پر شک و شبہ کا اظہار کر رہے ہیں اور ”ایمان“ چاہی تو تم ہے۔ (نلبور)

۲۔ ”ایمان“ لاہور۔ ہنگوئیس نمبر ۱۹۲۲ء، جارجا شمارہ ۷، ص ۲۲۶

ان کے ہزاروں رہنما بھی نہ کر سکے، نہ صرف یہ بلکہ خود مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی مہریت کو فنا کروایا، مسلمان کی قومی وحدت اور ملی تشخص پارو پارہ ہوا، یہ دو زمانہ ہے جہاں سے ہمارے اتحاد بھائی کعبہ سے منھ موڑ کر سائے وارد حاک کے الہامات پر یقین کر کے اسلام اور انفر کے غیر فطری امتزاج سے رسوائے عالم متحدہ قومیت کا خمیر تیار کرتے نظر آتے ہیں۔ مسلمانان ہند کے سب سے بڑے دانش مند مسز موہن داس کرم چند گاندھی نے ان کے جسد قومی میں ایسا زہر بھرا جس کا اثر ابھی تک (آج تک) عمل طور پر زائل نہیں ہو سکا۔ "کیوں کہ ڈاکٹر معین الدین کے بقول ہندوستانی مسلمانوں میں اپنی قومیت کے تعلق سے شکوک و شبہات اسی وقت کی یادگار ہیں اور بقول پوجاری خلیق الزمان تحریک خلافت کے خاتمہ کے بعد کچھ لوگ کانگریس کی طرف اس عقیدہ کے ساتھ ڈھل آئے کہ مسلمانوں کا ہندوستان میں تحفظ صرف نیشنلزم میں ہے، نیز ڈاکٹر وحید قریشی کے بقول بعض کانگریس کے تصور وطلیت کو اپنا کر نیشنلسٹ مسلمان ہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے معاشرتی زندگی کا یہ تضاد مسلمانوں کو عجیب و غریب صورت حال سے دوچار کر چکا تھا، تعلیم یافتہ مسلمان دوحصوں میں بٹ چکے تھے۔

تحریک خلافت جس سچ پر چل نکلی تھی اس کا نتیجہ یقینی طور پر مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت نقصان کا باعث تھا۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر سات سو (۷۰۰) سے زائد سال تک حکمرانی کی تھی۔ ہزاروں علماء اس خاک ہند سے پیدا ہوئے، لیکن ان طویل مدتوں میں ایسی کوئی مثال ڈھونڈنے سے نہیں ملتی کہ علماء نے ہندوؤں کو مسلمانوں کا رہبر بنا دیا ہو۔ کوئی بتائے کہ اس صدی کے علماء نے کفار ہند کو اہل کتاب قرار دیا؟ یہ ہندو پرستی تو انہی مذہبیان علم کے لیے معمول تھی جنہوں نے مذکورہ دور میں مشرکین ہند سے یگانگت کی خاطر، اسلامی خصوصیات و اقدار ات و مناڈالہ، طرح طرح کی خرافات اپنائیں اور اسلامی شعائر کو ہند کرنے کی کوششیں کیں، جو وہ علماء کے جبری فضلوں نے ہندوؤں سے وادوا اتحاد کے جواز پر آیات چسپاں کرنا شروع کر دیں، خلافت اسلامیہ قائم کرنے کے لیے کانگریس سے امیدیں وابستہ کیں اور ہندو کی حمایت کو اپنا شعار بنا لیا، اور اس طرح مسلمانوں کو بحیثیت قوم برباد کر کے رکھ دیا۔ مسلمان، انہیں بطور مسلم راہنما، اپنا خیر خواہ سمجھتے تھے۔ اگر ہندوان کا واسطہ اختیار نہ کرتے تو مسلمان ہرگز ان کے جال میں نہ پھنستے۔ ان پر اعتماد اور بھروسہ مسلمانوں کو لے ڈوبا۔ ترکی کی حمایت اور حرمین طہین کی اعانت

۱۔ سردار محمد خان، چوہدری۔ حیات قائد اعظم، طبع ۱۹۴۹ء، ص ۱۶۸-۱۸۱ (ملخصاً)

کے نمائشی مرثیے پڑھ کر یہ لوگ خیر خواہی اسلام اور دردملت کا یقین دلاتے اور ان کے اعتبار کا خون کر کے ہندوؤں کی خواہشیں پوری کرتے رہے۔

الغرض ہندو مسلم اتحاد کے پردے میں، گاندھی کی نقاب پوش سیاست نے جو گل کھلائے اس کے نتیجے میں مسلم لیڈروں کا کفر و کافر میں ادغام عمل میں آیا، یہ تھا گاندھی جی کے اتحاد کا نتیجہ جس کے متعلق وہ کہتے تھے کہ ایسا موقع شاید ایک صدی میں بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ گاندھی نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ وہ اتحاد کو ادغام میں بدل کر متحدہ قومیت کا خمیر تیار کر چکے تھے۔ بعض مسلمان زعماء، عملاً ہندو تہذیب کی غلامی کے راستے پر گامزن ہو چکے تھے اور مسلم عوام اس سیلاب میں بہ نکلے۔ ”گاندھی بھگت ہو کر تقویٰ و دیانت، حیا و غیرت، عقل و انسانیت سب گنگا برد ہو گئے۔“ مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کو سیاسی، دینی اور تہذیبی اعتبار سے قلاش کر کے رکھ دینے کے جو منصوبے تیار کیے، اس میں نام تو خلافت کا تھا اور کام سوراج کا تھا۔ گاندھی نے کس دور اندیشی سے مسلمانوں کو اپنا اور اپنے مذہب کا گرویدہ بنا لیا۔ بہت کم زعماء، اس دور میں چلائی جانے والی تحریکات کے مضمرات اور ہندو قیادت کے اصل ارادوں سے بروقت آگاہ ہو سکے۔

مولانا سلیمان اشرف نے نہ صرف تحریراً بلکہ تقریراً بھی مسلمانان ہند کی رہنمائی کا فریضہ بطریق احسن سرانجام دیا اور مذکورہ طوفانی اور ہیجانی دور میں اس انجام سے بچانے کی پوری سعی کی، جس سے گاندھی کی گہری سیاست انہیں دوچار کرنا چاہتی تھی۔ دریں حالات خصوصاً مسلمانوں پر یہ واضح کیا جانا ضروری تھا کہ ”متحدہ قومیت“ کا تصور محض سیدھا سادہ تصور نہ تھا، اس کی جڑیں بہت گہری تھیں۔ دراصل دو فلسفوں کا کھلا تصادم تھا۔ ”شرارِ بولہبی“، ”چراغِ مصطفوی“ سے آمادہ پیکار تھا۔ ایک طرف ”فلسفہ گاندھی“ تھا تو دوسری طرف ”فلسفہ محمدی“ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)۔

ایسے میں مولانا سید سلیمان اشرف نے مسٹر گاندھی کی ”مہاتمایت“ کا طلسم توڑ کر، مسلمانوں کو سیاسی خودکشی سے بچایا، ان کے ایمانوں کو اندرونی اور بیرونی حملوں سے محفوظ رکھا۔ وہ زیر نظر کتاب میں اسلام اور مسلمانوں کی زبوں حالی پر ماتم فرماتے ہیں، جس سے ان کے قلبی کرب کا انداز ہوتا ہے۔ نیز جمعیتہ العلماء کے سیاسی مفتیوں، اکابر اور لیڈران، جو ہندوؤں سے

۱۔ دیکھئے۔ حامد رضا خاں قادری، ملتی الشاہ محمد۔ خطبہ صدارت جمعیت عالیہ آل انڈیا سنی کانفرنس، مطبوعہ مطبع اعلیٰ بریلی۔ ہر اول ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء

محبت اور دوستی کا دم بھرتے تھے، کے۔ میسوں اقوال و افعال (جن کا ذکر اوپر کیا گیا) پر طنز کے بھرپور وار کرتے ہیں۔ ذیل میں "انٹوز" سے کچھ اقتباسات دیکھئے:

"اے سرستان بادۂ لیڈری ذرہ (زرا) ہوش میں آ کر ہمیں بتاؤ کہ تم سواراج کے لئے اٹھائے گئے تھے یا خلافت کے لئے تم نے ہندوؤں (ہندوؤں) کو آمادہ کیا تھا، تم اسلام کے نشر و تبلیغ کا علم لے کر بڑھے تھے یا کفر و شرک کی حکومت قائم کرنے کی غرض سے یہ لشکر آرائی کی گئی تھی، اسلام کی حقانیت اور ارکان اسلام کا غیر مسلم کو گرویدہ بنانا تمہارا نصب العین تھا یا خود کفر و شرک کے جال میں پھنس کر، آزادی ہند کا ترانہ سنانا مقصود و مطلوب تھا۔" ج

آگے چل کر، مسٹر گاندھی کی ٹکرا میز پالیسی اور تحریک خلافت کے مسلم لیڈروں کی اپنی منزل مقصود سے بے خبری پر مولانا سلیمان اشرف یوں نوہ کناں ہیں:

"الا الہ الا اللہ، گاندھی نے کس کس خیر سے مسلمانوں کو اپنا اور اپنے مذہب کا غلام بنا لیا۔ ایک برس بھی گزرنے نہ پایا، جو حمایت خلافت سے نہ صرف ہندو دست کش ہو گئے بلکہ اُس عیارانہ چال سے خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں نے مسئلہ خلافت کو دھکے دے کر پس پشت ڈال دیا۔ خلیفۃ المسلمین اور امیر المؤمنین کی جگہ گاندھی کو دی گئی، اب یہ مدعیان اسلام اسی کی کوشش کر رہے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے گاندھی کی محبت و عظمت سے کوئی قلب مومن خالی نہ رہے پائے۔"

کوئی امام مہدی علیہ السلام کا مثل کہتا ہے، کوئی یہ کہتا ہے کہ نبوت اگر ختم نہ ہو گئی ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا، یعنی نبوت کے ماتحت جو سب سے بڑا رتبہ و منصب ہو سکتا ہے وہ گاندھی کا ہے، کوئی اپنے کو پسر و گاندھی کا کہتا ہے اور اسلام کی نجات کا اسی کے ہاتھوں سے یقین رکھتا ہے۔

مسلمان اپنی (اپنے) کانوں سے سنتے ہیں، آنکھوں سے اخبارات میں یہ مضامین دیکھتے ہیں، پڑھتے ہیں، پھر بھی عالم وجد و تواجہ میں آ کر واہ ہمارے

۱۔ 'سوراج' یا 'سوراجیہ'۔ اناراج۔ حکومت خود اختیار۔ ہوم رول۔ (قائد الملقات، ص ۵۹۵)

گاندھی نبی کو اس اصطلاح پر بے حد اصرار تھا۔ (ظہور)

ج۔ محمد سلیمان اشرف۔ انٹوز، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، ص ۴۶

لیڈرو، شاباش ہمارے لیڈرو کی رٹ لگائے جاتے ہیں۔“ ۱

اس کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف، مسلمانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے، ان کی توجہ اس جانب مبذول کرواتے ہیں کہ ان کے لیڈروں نے کس طرح اپنے طرز عمل سے، کانگریس جو پہلے ایک بے جان جسم کی مانند تھی، بنو دو کو تحریکِ خلافت میں شامل کر کے، کانگریس میں جان ڈال دی کیونکہ مسلمانوں کے مذہبی دلوں نے کانگریس کی عدم تعاون کی تحریک کو اتنی قوت دی کہ ”کانگریس نے ایک سال میں وہ کچھ کر دکھایا، جو ہندو کانگریس چالیس سال میں بھی نہیں کر سکی تھی۔“ چنانچہ آپ مذکورہ صورت حال کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فرزندانِ اسلام!... ہندوؤں نے تمہارے لیڈروں کے ساتھ ہاں میں ہاں ملا کر کس سہولت و نرمی سے آہستہ آہستہ انہیں اپنے نقطہ خیال پر اتار لیا، لفظ سواراج جس سے لاکھوں کان آج تک نا آشنا تھے، خلافت کے عوض کس جوش سے وہ ہر ایک زبان پر جاری ہے۔ گاندھی جس کا نام تک پانچ برس قبل ہندوستان کے کسی مسلمان کے علم میں بھی نہ تھا، خلیفۃ المسلمین کی جگہ آج اس کے تقدس و عظمت کے فسانے کس کمال عقیدت سے مستورات تک میں کہے جاتے ہیں۔“ ۲

مولانا سلیمان اشرف نے زیر نظر کتاب میں جہاں خلافت کمیٹی کے زعماء اور اس دور میں چلنے والی تحریکوں (خلافت و ترک موالات) کے سربراہ آوردہ حضرات کے منفی کردار کا ذکر کیا ہے۔ وہیں جمعیتۃ العلماء (مسلمانوں کے علماء کی جمعیت) کے فضلاء یگانہ، جنہیں اپنی مجاہد کو کفار و مشرکین سے پاک کر کے اسلامی احکام پر عمل پیرا ہو کر اصول اسلام کی پاسداری کرنی تھی اور مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینا تھا، انہوں نے بوجہ مذکورہ محرمات و کفریات کے ارتکاب پر سکوت اختیار کیا اور اس جانب توجہ مبذول کروانے کے باوجود ٹس سے مس نہ ہوئے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ ہندو پریس نے اپنی مطلب برآری اور ”متحدہ ہندی قومیت“ کے پرچار کے لئے جمعیتۃ العلماء کے سرکردہ حضرات کو بھاری بھرکم خطابات سے نواز کر اندھا کر دیا جبکہ وہ سیاسی بصیرت اور فراست مومنانہ سے تو وہ پہلے ہی یکسر خالی تھے۔ چنانچہ مولانا سید سلیمان اشرف ”علمائے سو کی ہندو پرستی“ کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں کہ

۱. الثور، ص ۳۶-۳۷

۲. الثور، ص ۳۷-۳۸

”ان علماء کا کیا ذکر خود اس عالم کو لیجئے جسے ایڈروں نے شیخ الہند کا لقب دے کر ایک عجیب و غریب ہستی ثابت کیا ہے۔ اس کے قلم میں بھی یہ قوت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو ان افعال خبیثہ کی شاعت و معنیت بتا سکے۔ قشقہ لگایا گیا، علماء سیاسی خاموش رہے، کافر کی قلمبلی اٹھائی گئی، علماء سیاسی خاموش رہے۔ کافر کا ماتم سر و پا برہنہ ہو کر آیا گیا، علماء سیاسی خاموش رہے۔ رام کچھمن پر پھولوں کا تاج رکھا گیا، علماء سیاسی خاموش رہے۔ گاندھی کی جے پکاری گئی، گنوماتا کی جے بلند کی گئی، علماء سیاسی خاموش رہے۔ حد یہ کہ گاندھی کو کہا گیا کہ اگر نبوۃ ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہوتا، علماء سیاسی اب بھی خاموش رہے۔ اس خاموشی سے شیخ الہند بھی مستثنیٰ نہ ہو سکے۔ اگرچہ خادمان اسلام تقریر و تحریر انہیں اعمال کفریہ پر بیدار بھی کرتے رہے، لیکن پھر بھی کسی عالم سیاسی میں اتنی جرأت نہ ہوئی، جو وہ چالیس اعمال و اقوال کفریہ میں سے کسی ایک کے متعلق بھی اپنے قلم و جنبش دیتا، تا آنکہ بہماؤنومبر (۱۹۲۱ء) ۲۱ نومبر (۱۹۲۰ء) دہلی میں جلسہ جمعیتہ العلماء منعقد ہوا، وہاں یہ مسائل کسی نے پیش بھی کئے، لیکن یہ بہت کمر کہ مصلحت وقت اس کی متشنیٰ نہیں بات ٹال دی گئی، حالانکہ اس اجلاس کی کرسی صدارت ایک عالم ہی کی نشست کا فخر رکھتی تھی۔“ ۱

الغرض مولانا سید سلیمان اشرف نے مسلمانوں کے دلوں میں گاندھی کی عظمت و محبت پیدا کرنے والے لیڈروں کا بھرپور تعاقب کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ مذہب کی حقیقت اور وقعت ان کے نزدیک کس قدر تھی، دین و مذہب کا نام کیوں لیا جاتا تھا، ہنود کے ساتھ انہیں کیسی عقیدت و ارادت تھی۔ چونکہ علماء کا یہ انبوه حقیقت پسندی کی جانب مائل نہ ہوا اور شریعت اسلام کا حکم سنانے اور جادہ مستقیم پر گامزن رہنے والوں پر نوع نوع کی الزام تراشی پر اتر آیا، جب اس سے بھی نہ بن آئی، تو پھر اپنی حرکات و سکنات پر گرفت کرنے والوں پر تکفیر کا حربہ آزمایا۔ چنانچہ درج ذیل اقتباس میں مولانا موصوف نے ”انٹوز“ میں جہاں واقعات و کیفیات کی تصویر کشی کر کے مستقبل کی تاریخ سے سوال کیا ہے وہیں مسلمانوں کو ناحق کافر ٹھہرانے والوں کی خبر لی ہے۔ ایک ایک لفظ سے مولانا کی دردمندی اور ملی حمیت جھلکتی نظر آتی ہے۔

”ایمان سے کہئے یہ جمعیتہ العلماء ہے یا امت گاندھی کا حلقہ، یہ اسلام اور

۱۔ سلیمان اشرف، سید محمد۔ انٹوز، ص ۱۵۱-۱۵۲



شارع علیہ السلام کی طرف اللہ کے بندوں کو دعوت دے رہی ہے یا گاندھی کی نبوت تسلیم کر رہی ہے۔ یہ حضرات اسلام کی دردمندی میں انگریزوں سے لڑنا چاہتے ہیں یا دین گاندھی کے (کی) حمایت میں۔ پھر اگر کسی نے ان کی بات نہ سنی تو کافر، منافق، یزیدی، ملعون اور جہنمی کیوں کر ہوا۔

لیڈران قوم آج اخبار و جرائد تمہارے ہاتھوں میں ہیں جسے چاہو گالیاں دو، کافر کہو، حق کو باطل اور باطل کو حق کہو اور چھاپ کر شائع کرو۔ اس وقت تو تمہاری بات بن آئی ہے، مخلوق اندھی ہو گئی ہے، لیکن ایک وقت آئے گا اور ساری حقیقت عریاں ہو جائے گی۔“

سید سلیمان اشرف نے اپنی تحاریر و تقاریر سے جس نازک اور پُرفتن دور میں اسلامیان ہند کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا، ان کو بلا خوف لومۃ لائم مشرکین ہند (کانگریس) کے ساتھ مسلمانوں کے اختلاط و اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا اور علماء کو ان کی ملتی ذمہ داریوں کا احساس دلایا، وہ ان کی بالغ نظری، علمی ثقاہت اور سیاسی بصیرت کا بین ثبوت ہے۔ قومیں محض حال مست یا مستقبل کے خوابوں میں زندہ نہیں رہتیں، ان کا ماضی ان کی پہچان اور راہ نمائی کا ایک مؤثر ذریعہ ہوتا ہے۔ خود دار و بیدار قومیں اپنے ماضی کی سنہری روایات کو از بر رکھتی ہیں اور نسل جدید کی جانب منتقل کرتی رہتی ہیں۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی (۱۸۹۶ء-۱۹۷۷ء) سابق صدر شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”گنجائے گرانمایہ“ میں تحریک ترک موالات میں مولانا سلیمان اشرف کے مرقم انٹ نقوش کا ذکر بڑے دل نشیں پیرایہ میں کیا ہے، لکھتے ہیں۔

”۱۹۲۱ء کا زمانہ ہے، نان کو آپریشن (Non-Cooperation) کا سیلاب اپنی پوری طاقت پر ہے، گائے کی قربانی، اور موالات پر بڑے بڑے جید اور مستند لوگوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔ اُس زمانہ کے اخبارات، تقاریر، تصانیف اور رجحانات کا اب اندازہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا سے کیا ہو گیا۔ اُس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ کہا جا رہا ہے، وہی سب کچھ ہے، یہی باتیں ٹھیک ہیں، ان کے علاوہ کوئی اور بات ٹھیک ہو نہیں سکتی۔ کالج میں عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ مرحوم مطعون ہو رہے تھے، لیکن نہ چہرہ پر کوئی اثر تھا اور

۱۔ سلیمان اشرف، سید محمد۔ انٹور، ص ۲۲۷

نہ معمولات میں کوئی فرق کہتے تھے۔ رشید! دیکھو، علماء کس طرح لیڈروں کا کھلونا بنے ہوئے ہیں اور لیڈروں نے مذہبی اصول اور فقہی مسائل کو کیسا کیسا گھر گھر وندا بنا رکھا ہے۔ میری سمجھ میں اس وقت ساری باتیں نہیں آتی تھیں۔

پہلے خرمولانا نے ان مباحث پر قلم اٹھایا اور دن رات قلم برداشتہ لکھتے رہتے۔ اکثر مجھے بٹھا کر سناتے اور رائے طلب کرتے۔ میں کہتا۔ 'مولانا میری مذہبی معلومات اتنی نہیں ہیں کہ میں نہا کہہ کر سکوں۔ آپ جو کہتے ہیں، ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔' کہتے۔ 'یہ بات نہیں ہے۔ تم پر اس بڑگم کا اثر نہیں ہے اور سمجھتے ہو کہ یہ سینئروں کا جو کہتے ہیں، وہ ٹھیک ہے اور میں کالج کا مولوی ہوں ہی کہتا ہوں۔ یہ بات نہیں ہے، ہم تم زندہ ہیں تو دیکھ لیں گے کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر!'

سیلاب گزر گیا، جو کچھ ہونے والا تھا، وہ بھی ہوا، لیکن مرحوم نے اس عہد سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا، بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی، اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا۔ آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ سارے علماء سیلاب کی زد میں آ چکے تھے، صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے۔ اس کا اعتراف کسی نے نہ کیا اور نہ کبھی مولانا نے کہا کہ ہم نے، آپ نے مولانا کی اس خدمت اور قابلیت کا اعتراف کیوں نہیں کیا۔"

ترک موالات اور ہندو مسلم اتحاد کے نتائج کے بارے میں جو کچھ مرحوم نے فرمایا تھا حرف بحرف صحیح ثابت ہوا اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔ سید صاحب کو حق تعالیٰ نے اس بصیرت قلبی سے نوازا تھا جس سے بہت سے رہبر محروم تھے۔

تحریک ترک موالات کو آج پون صدی سے زائد کا عرصہ بیت چکا، انٹوراس اعتبار سے منفرد ہے کہ یہ تحریک خلافت و ترک موالات کے دور میں تصنیف ہوئی اور ایک طوفان بلاخیز کے مقابل بروقت کلمہ حق کی زوردار صدا بلند ہوئی، اس کی بدولت ہمارا دینی تھیلہ قائم رہا، اور اس نے مسلمانانِ بزرگوار کو پاکستان و ہندوستان کا اسلامی تشخص اجاگر کرنے میں مدد دی، اس طرح مولانا سلیمان اشرف نے "جو اسلامی اسپرٹ پیدا کی، اس نے آگے چل کر تحریک اسلامی کو قوت بخشی اور وہ اس قابل ہوئی کہ غیر اسلامی اور ادا دینی تحریکوں کا مقابلہ کر سکے۔"

۱۔ رشید احمد صدیقی، "پروفیسر" بیچ خانے گراں مایہ"۔ طبع دارالانوار، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۲۱۰

محمد علی جناح اور علامہ اقبال اگرچہ ترک موالات اور تحریک ہجرت ایسی جذباتی تحریکوں کے مخالف تھے اور ان کو مسلمانوں کے لیے ہلاکت خیز اور تباہ کن سمجھتے تھے، لیکن اُس وقت گاندھی کے طوفان کے آگے بند باندھنا ہر کسی کے بس میں نہ تھا۔ پروفیسر غلام حسین ذوالفقار نے لکھا ہے کہ گاندھی کے سامنے اب کس کا چراغ جل سکتا تھا؟ لسان العصر اکبر تک کہہ اٹھے۔

آگے تمہارے رنگ کسی کا نہیں جما بنے ہو تمہاری، اے مرے گاندھی مہاتما! جذبات کے ایسے ہنگامہ خیز زمانہ میں کوئی شخص گاندھی جی اور علی برادران کے خلاف ایک حرف بھی کہنے کی کوئی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۰ء کو آل انڈیا نیشنل کانگریس کے سالانہ اجلاس منعقدہ ناگپور (جس میں خلافت کمیٹی کے ارکان کے علاوہ محمد علی جناح اور کانگریسی مسلمان بھی شریک تھے) میں جناح کی جانب سے شوکت علی کو 'مولانا' نہ کہنے اور گاندھی کو 'مسٹر' کہنے اور 'مہاتما' نہ کہنے پر شیم شیم اور غیرت غیرت کے آوازے سننے پڑے۔ ہندو اور مسلمانوں کے اس "بے معنی اور پُر جوش مجمع" نے مسٹر جناح کو اس بات پر ناچار کر دیا کہ وہ 'مسٹر' کے الفاظ واپس لے کر گاندھی کو 'مہاتما' کے لقب سے پکاریں۔ ان ایام میں حالات کو ناسازگار (کہ یہ دور نہایت پُر خطر اور آتش فشاں سے کم نہ تھا) دیکھ کر مدبرین پس منظر میں چلے گئے، علامہ اقبال بھی اُس وقت خاموش رہے۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں: "اس نہایت اور مؤثر تحریک میں مسلم ہندوستان کے دو بڑے نام قائد اعظم محمد علی جناح اور اقبال اور ان کی جدوجہد کا پہلو نمایاں نہیں ہے۔" نیز بقول خواجہ رضی حیدر۔ "محمد علی جناح نے اس عرصہ میں کوئی بیان نہیں دیا، بلکہ وہ اپنی بیوی اور نومولود بچی کے ہمراہ سیر و تفریح کی نیت سے لندن چلے گئے جہاں انہوں نے بڑی پرسکون زندگی گزاری۔ ایک اندازہ کے مطابق خلافت تحریک کا وفد جب انگلستان گیا تو محمد علی جناح بھی لندن میں موجود تھے، لیکن انہوں نے کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔" ۳

قطع نظر ان تمام باتوں کے ۲۰-۱۹۱۹ء سے ۲۶-۱۹۲۵ء تک کا زمانہ تحریک خلافت، ترک موالات، ہجرت اور فتنہ ارتداد جیسے طوفانوں کا زمانہ تھا اور یہی وہ دور تھا جس میں ملت مسلمہ اور

۱۔ غلام حسین ذوالفقار، پروفیسر ڈاکٹر۔ "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار"، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۲۳۲

۲۔ مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر محمد۔ "تحریک آزادی ہند اور السنو ال اعظم"، طبع اول ۱۹۷۷ء، ص ۱۳۷

۳۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر۔ "اقبال اور جدید دنیائے اسلام"، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۲۰۸

۴۔ رضی حیدر، خواجہ۔ "قائد اعظم کے ۷۲ سال"، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۱۵۸

وؤں کے درمیان مسلم قومیت اور ہندوستانی قومیت کی نظریاتی جنگ لڑی گئی، مولانا سلیمان رف اور علمائے احناف نے اس جنگ میں اپنا وزن و قومی نظریے کے پلڑے میں ڈالا اور اس جہت انہوں نے کمال بصیرت سے کام لیتے ہوئے تحریک پاکستان کے لیے راستہ صاف کیا۔

ت مسلم کی سر بندگی کے لیے ۱۹۲۰ء میں کی جانے والی مساعی جھیلہ کی بازگشت آج بھی سنی جا تی ہے۔ ایک حقیقت پسند مورخ اس دور کا تذکرہ کن الفاظ میں کرتا ہے۔ اس کی ایک مثال

تاز قانون دان کے۔ ایل۔ گابا کی کتاب "مجبور آوازیں" کے اس اقتباس میں دیکھئے۔

"و قومی نظریے" جس پر بڑے بحث مباحثے ہوتے رہتے ہیں، آل انڈیا مسلم لیگ یا آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند یا جامعہ ملیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظریے کو مصنف نے تو محمد علی جناح تھے اور نہ علامہ اقبال۔

و قومی نظریے تو ۱۹۲۰ء میں ایک مشہور اور مسلمہ نظریے بن چکا تھا۔ اس وقت جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور بقول سر جینی نانایڈ "ہندو مسلم اتحاد" کے سفیر تھے۔"

( "مجبور آوازیں" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۱۰ )

## حرف آخر

زیر نظر کتاب یقیناً اپنے عہد کی صحیح تصویر کشی اور حقائق کو محفوظ کرنے کا ذریعہ بنی۔ فاضل مولف نے ایک دردمند مسلمان صاحب علم ہونے کا حق ادا کر دیا۔ و قومی نظریے کو اسلامیان ہند کی زبردست پذیرائی نے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا اور پاکستان اللہ کے فضل و کرم سے ایک شاعر کے خواب سے حقیقت ثابتہ کے طور پر منصفہ شہود پر آیا۔

آٹ اور خون کا دریاعہ عبور کرنے اور بے پناہ قربانیوں کے بعد حاصل ہونے والی اس مملکت خدا کی ہم نے کسی قدر منزلت کی؟ اس نعمت غیبیہ متوقبہ کی کیسی پاسبانی کی؟ اللہ اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باندھے گئے عہد کی تثنی شرم رکھی؟ اس کا ایک ثبوت تو وہ المناک سانحہ ہے، جس کی بدولت ملک و ملت ہوا اور اندرا گاندھی کو نظریے پاکستان کے خلاف یہ وہابی واقعہ۔

بد قسمتی سے مسلمانان ہند ایک پاکستان کے معاملہ میں متحد و متفق نہ تھے اور کانگریسی ملاقوں کی

۱۱

زیر قیادت ایک بڑا گروہ ہندو کا، ہمنوا اور ہمد تم تھا۔ یہ لوگ قیام پاکستان کے بعد بھی اپنے نظریہ پر اٹل رہے اور پاکستانی سیاست میں سرگرم رہنے اور مفادات کی بندر بانٹ میں حصہ وافر بنورنے کے باوجود یہ دعویٰ دہرانے پر کبھی نہیں شرمائے کہ ”خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہ تھے“۔

یہ لوگ آج بھی بھارتی غیٹاؤں کے ساتھ اپنے روابط کی آبیاری کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی آئے دن کی بھارتی یاترا، وہاں کے ہندو راہنماؤں کے ساتھ پیار کی پینگیں اور اپنے دینی مدارس میں ان مہاشوں کو بطور مہمان خصوصی بلانے کے واقعات تو تازہ ترین اخبارات میں موجود ہیں۔ سونیا گاندھی اور دوسرے بھارتی راہنما دارالعلوم دیوبند کی ایک قومی نظریہ کے لیے خدمات کو آج بھی سراہتے اور دھنوا کرتے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ سوادِ اعظم کے علماء و مشائخ کی اس عظیم تحریک کے وارث کہاں ہیں، جن کی بے مثال جدوجہد نے تحریک پاکستان کے چراغ کو روشن کرنے کے لیے اپنے لہو کا تیل فراہم کیا تھا؟ — عامۃ الناس اس لیے مورد الزام نہیں ٹھہرائے جاسکتے کہ راہنمائی اور راہبری کا فریضہ بہر حال انہی کا کام ہے، جو اس منصب پر فائز ہیں، یہ ایک تلخ اور انتہائی تکلیف دہ حقیقت ہے کہ بلند و بالا شخصیات کی عظیم مسندوں پر بونے اور کوتاہ بین فروکش ہیں جو اپنے مفادات اور جاہ و جلال سے آگے دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبال ع

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن!

متاع کارواں لٹ رہی ہے اور وہ خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں اور شکوہ یہ ہے کہ لوگ بے راہ ہو رہے ہیں۔ اوراد و وظائف، تسبیح و جاپ اپنی جگہ لیکن عمل سے کنارہ کش قوم کسی مثبت نتیجہ کی توقع کیوں کر سکتی ہے۔ ہمارے اہل قلم نے تاریخ کے ساتھ ہونے والی اجتماعی زیادتی کا کبھی کماٹھ ادراک نہیں کیا۔ جعفر و صادق کو بڑی بے شرمی کے ساتھ سراج الدولہ اور ٹیپو ثابت کیا جا رہا ہے، مگر ہمارے لکھنے والے، اس چوری اور سینہ زوری پر صدائے احتجاج بھی بلند نہیں کرتے۔ اٹور اور اس کے فاضل مؤلف آج بھی زبان حال سے تقاضا کرتے ہیں کہ عافیت اور مصلحت کے حجروں سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

يَهْدِي اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَمُخْرَجَهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى

# النُّور

یعنی

حالاتِ حاضرہ پر ایک مصلحانہ نظر

نوشتہ

فقیر محمد سلیمان اشرف عمی عنہ

خدا داند کہ قاطر اعرض صیت

وعلم اللہ حبیبی عن سوالی

باہتمام محمد متقی خان شروانی

مطبع مسلم سٹیٹسٹریٹ، لاہور، ۱۹۲۱ء

(دور دہیں سے شائع ہوا)

(قیمت ۳۰)

[



# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰	جمعیت کا پہلا اجلاس اور فقیر کا التماس	۱	انسدادِ گھاؤ کشی کی سابلتہ کوششیں
۲۱	الرشاد پر اعتراض کا جواب	۲	قرآن و مساجد کی بے حرمتی
۲۲	جنگِ بلقان اور موقع مناسب کا اعلان	۳	کانگریس اور مسلم لیگ کا معاہدہ و مابعد
۲۳	واقعہ پنجاب اور یادِ خلافت	۴	اتحادیوں اور ہندوؤں کا اتحاد
۲۴	خلافت کا نام اور سوراج کا کام	۵	اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا طرزِ عمل
۲۵	ہڑتال کی ایجاد	۶	ستمِ ظریفی
۲۶	نان کو آپریشن	۷	موجودہ بادیاں قوم
۲۷	ایک مخالف کا ازالہ	۸	مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا پہلا دور
۲۸	مسلمانوں کی ایچ میسرز لفظیاں	۹	تعلیمِ جامد اور اتباعِ گورنمنٹ
۲۹	ہڑتال اور مشرکانہ مذہبی کی فیلسوفی	۱۰	پہلی منزل
۳۰	کانگریس سے مسلمانوں کے اعتراض کی وجہ	۱۱	تالیفِ قلوب کا سنگ بنیاد
۳۱	ہندوؤں کی رفتار ترقی کی سمتیں	۱۲	خلافتِ کبیشی کا سنگ بنیاد
۳۲	سلف گورنمنٹ کا نذرانہ	۱۳	قومی مجالس کا انعقاد
۳۳	سورسامری کا کرشمہ	۱۴	واقعات اور تہذیب
۳۴	حصولِ طلبہ کی ایک مجرب تدبیر	۱۵	کانگریس کے دو اصول
۳۵	ذوقِ شہادت	۱۶	علمائے سیاسی سے ایک ہتھیار
۳۶	خلافت کا رخ سورج کی طرف	۱۷	تعلیمِ دلتین کا اہل
۳۷	ماہِ جزانہ بلنکس	۱۸	سیلابِ مخالفت و تحریفِ حدیث



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵	مخالطہ کا خطرناک نتیجہ	۳۸	سیاسی علماء کا مدرس فتویٰ
۵۶	ایک التماس	۳۹	علمائے سیاسی اور لفظ جہاد کی تحقیق
۶۰	اسلام کامل و مکمل ہے	۴۰	تعیین جہاد
۵۷	سیرۃ خاتم النبیین کا ایک صفحہ	۴۱	علمائے سیاسی اور مسئلہ جہاد کی توہین
۶۰	عہد نبوتہ کا آغاز اور اس کا قبائل پر اثر	۴۳	جنگ طرابلس و بلقان کے موقع پر ایشیا پر
۵۸	کفار کی ایذا رسانی	۴۴	علمائے سیاسی کا ہجرت کے متعلق تباہ کن فتویٰ
۵۹	مدینہ طیبہ میں مخالفوں کا ہجوم	۴۵	قبل ازین لفظ جہاد کا اثر
۶۰	تمام ممکن حالات سے مبلغ اسلام و مسلمان	۴۶	مسلم لیڈروں کا کفر کا فریاد ادغام
۶۰	کا مقابلہ	۴۷	رہبر کی اقسام
۶۰	سلاطین سے خطاب	۴۸	بالعکس معاملہ
۶۰	حیات اقدس کا دوسرا رخ	۴۹	وما ظنکم برب العالمین
۶۱	تبلیغ کی بے نظیر شان	۵۰	نان کو آپریشن کا طبع جامہ
۶۰	ہدایت کا ایک بے مثل واقعہ	۵۱	مفہوم نان کو آپریشن کا تدریجی تبدل
۶۲	حقیقی سجدہ	=	نان کو آپریشن کے مختلف ترجمہ
۶۲	پیغمبر کی حیات مقدسہ ہر حالت میں سب سے آئینہ	=	نان کو آپریشن کے لئے شرعی لباس
۶۲	نمونہ ہے	=	نان کو آپریشن
۶۳	لفظ و لاکے معنی کی تحقیق	۵۲	ملا راعلیٰ سے علمائے سیاسی کا استغاضہ
۶۵	موالات فی العمل اور موالات صوری کا فرق	۵۳	ملا راعلیٰ کا حکم اور علمائے سیاسی کا تسلیم خم
۶۶	غیر مسلم سے موالات ہر حال میں ممنوع ہے	=	کفار مشرکین اور کفار اہل کتاب میں فرق مرتب
۶۷	علمائے سورہ کی ایک عیاری	=	علمائے سیاسی کا اضطراب اور ایک مخالطہ
۶۹	تفسیر حلالین	=	کی ایجاد
۶۷	تنویر	۵۴	تقریر مخالطہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۸	اجارہ	۷۰	تفسیر بیضادی
۱۰۹	کافر کا کام انجام دے کر اجرت لینا		
۱۱۰	کافر کو نوکر رکھنا	۷۲	تفسیر مدارک
۱۱۱	کافر سے قرض لینا		
۱۱۰	کافر کا علاج کرنا دوا بھیجنا	۷۳	تفسیر البحر المحیط ابو حیان اندلسی
۱۱۱	ہدیہ دینا اور مشرک سے ہدیہ طلب کرنا		
۱۱۲	کافر کا ہدیہ قبول کرنا	۷۴	تفسیر خازن
۱۱۲	دوسری روایت		
۱۱۳	تیسری روایت	۷۷	تفسیر کبیر
۱۱۳	نفع مسلمین کے خیال سے کافر کو مال دینا		
۱۱۳	کافر کے ساتھ رفیق و مدارات	۷۹	تفسیر ابن جریر
۱۱۵	مدارات کی دوسری روایت		
۱۱۶	فہمکے کرام کی تحقیقات	۸۲	حضرت حاطب کا واقعہ
۱۱۶	دشمن کے ملک میں بغرض تجارت جانا	۸۴	تفسیر
۱۱۶	دار الحرب میں کس قسم کی بیع حیوان کی	۸۷	آیہ لاینها کلم اللہ کی شان نزول
۱۱۶	اجازت کی		
۱۱۶	دار الحرب سے کس قسم کے اجناس کے بیع کی	۸۹	تفسیر ابن جریر
۱۱۶	اجازت ہی		
۱۱۶	گھوڑا اور ہتھیار دار الحرب میں لینا نامنع ہے	۹۴	ابن جریر کی نام عبارت سے حکیم قتادہ کا استدلال
۱۱۶	دشمن کو ہدیہ بھیجنا	۱۰۲	تزیین و نزیہۃ الخیوة الذیاء
۱۱۶	دشمن کا ہدیہ مرسل الیہ کس حال میں تقسیم کرنا	۱۰۷	یودیوں سے معاہدہ
۱۱۶	اور کس حال میں اس کا خاص ہوگا	۱۰۸	مشرکین کو سے صلح

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۷	خلافت سے جنگ انگریزوں سے موالا	۱۱۸	کافر کا نوکر رکھنا
۱۲۹	واقعہ کربلا سے مثال	=	کافر کی نوکری کرنا
۱۵۰	علمائے سوہمی ہندو پرستی	=	کافر کو امور کفار کے لئے مقرر کرنا
۱۵۳	عصبیت اسلامی کی تخریب	=	منشیان سیاسی کی خیانت
۱۵۵	نبوت و سلطنت کا فرق	۱۱۹	منشیان سیاسی کی فریب دہی
۱۶۰	عود الی المقصود	۱۲۱	کفار کا اگل بائیکاٹ
۱۶۱	حکومت سے عام گلہ	=	روایت اول
۱۶۲	مسلمانوں کا مخصوص گلہ	=	دارالندوہ میں بائیکاٹ کی تحریک
۱۶۸	مسئلہ خلافت	۱۲۳	جنگ بدر
۱۶۹	مباح کا فرض ہو جانا	۱۲۷	کافر کے ساتھ دفا اور انصاف
۱۸۱	ترمیم کے پانچ وجوہ	=	دوسری روایت
۱۸۳	مسئلہ تعلیم	۱۲۸	تیسری روایت
۱۸۷	مقررین کی فرض ہاشناسی	=	چوتھی روایت
۱۹۰	تعلیمی امداد کا مسئلہ	۱۲۹	چوتھی روایت کی مزید تفصیل
۱۹۲	علوم مغربہ اور مسلمان	=	کافر کو مسلم بنانا
۱۹۵	تعلیمی تناسب کا اثر	=	اقساط کی کھلی مثال
۱۹۷	مشرقی تعلیم کی کس میری	۱۳۱	فتح مکہ سے نظیر
۲۰۰	قومی قوت کے ارکان	۱۳۲	حضرت عکرمہ کا واقعہ
۲۰۹	تلخیص ایجات و ماہ الاختلاف	۱۳۳	حضرت عثمان بن طلحہ کا واقعہ
۲۱۲	لیڈروں کے جوش کی حقیقی علت	۱۳۴	انقلاب عالم کے ارکان شلادہ
۲۱۳	لیڈر کے اقسام	۱۳۴	سلطنت کا اثر
	تمت	=	تہور کا اثر
		۱۳۵	علم کا اثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا مَّصَلِّيًا

هُوَ الْحَقُّ

انہ ادا گاو کوشی کی  
سابقہ کوششیں

سن سٹاؤن کا ہنگامہ اور ستارہ مسلح و فلاح مسلمان ہند کا غروب مفہوم  
مراد ہے مسلمانوں کے اس منزل سے ان کی ہمسایہ قوم نے فائدہ حاصل کرنے  
کی کوشش شروع کی اور بہت جلد مسلمانوں کے اہلک اور دیگر جاہ و عزت کے سامان اہل ہنود کے  
دست تفرق میں آئے۔

ہندوؤں کو جب باس طرف سے ایک ٹوڑا طینان پیدا ہو گیا تب انہوں نے مسلمانوں کے  
ذہب پر حملہ آوری شروع کی۔ مظالم و جفاکاری کا ایک کوہ آتش نشاں قاجار سے انوار و اقسام  
کے شعلہ چٹ کر نکلے اور جاہلی مسلمانوں کی غیرت و محبت کو ان کے حقوق کے ساتھ خاک سیاہ  
کرنا چاہتے تھے۔

یوں تو مسلمانوں کا ہر رکن مذہبی اہل ہنود کو چیلنج پا کر دینے کا کافی بہانہ تھا لیکن بقرعید کے موقع پر گائے کی قربانی سے جو تلام اور مہجان ان میں پیدا ہوتا اس کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہی لیکن غیرت مند مسلمان اپنے اس دینی وقار اور مذہبی استحقاق کے قایم رکھنے میں ہمیشہ استقلال و ہمت سے ان کی شتمکاریوں کی مدافعت کرتے رہے۔

محض سفاکی و بے رحمی کو چند سال کے تجربے نے جب کہ ناکافی ثابت کیا تو اہل ہنود تدا بیر و صل کی آمیزش اپنی جفاکاری میں ضروری سمجھ کر تلبیس و تلبیس سے بھی کام لینے لگے۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء ہجری میں اہل ہنود نے ایک عبارت استغنا مرتب کر کے بنام زید و عمر مختلف شہروں سے متعدد علماء کرام کی خدمت میں روانہ کی۔

استغنا میں اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ موقع بقرعید پر گائے کی قربانی جب کہ موجب فتنہ و فساد ہے اور امن عامہ میں اس کی وجہ سے خلل آتا ہے اگر مسلمان گائے کی قربانی موقوف کر دیں تو کیا مضائقہ ہے۔ حضرات علماء نے نہایت مدلل طریقہ پر اس کا یہی جواب تحریر فرمایا کہ شریعت نے جو اختیار عطا فرمایا ہے اس سے فائدہ اٹھانے کا ہمیں حق حاصل ہے خوف فتنہ ہو تو حکومت کی قوت کو متوجہ کرنا چاہیے بہ پاس خاطر ہنود یا خوف ہنود اپنے دینی حق سے باز رہنا ہرگز روا نہیں۔

دو تین برس بعد پھر اسی قسم کا استغنا جاری ہوا اور پھر دربار شریعت سے یہ فتویٰ صادر ہوا۔ مولانا مفتی احمد رضا خان صاحب بریلوی کا رسالہ انفس الفکر فی قربان البقر ۱۹۰۵ء ہجری کا تصنیف ہے اسے ملاحظہ فرمائیے، اور مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم مطالعہ کیجئے۔ ساری حقیقت واضح ہو جائیگی۔ اس کے بعد ۱۹۱۲ء ہجری اور ۱۹۲۰ء ہجری میں پھر اسی سوال کا اعادہ کیا گیا اور دارالافتا سے اسی اگلے جواب کا افاضہ فرمایا گیا۔

گوپا اور مو میں جب کہ ہندوؤں نے ایک خشر غظیم باپ کیا اور بعد قتل و غارت گری اور بے حرمتی

مساجد اس کوشش میں سرگرم ہوئے کہ حکام کچھری پر یہ ثابت کریں کہ قربانی گاؤں سے ہندوؤں کی دل آزاری ہوتی ہے اور گائے کی قربانی سبباً جازت مذہب اسلام نہیں اس وقت علامہ چریا کوٹی مولانا محمد فاروق صاحب عباسی نے ایک رسالہ چھپوا کر شایع فرمایا جس میں دلائل عقیدہ اور نقلیہ سے اچھی طرح ثابت فرمادیا کہ اہل ہندو کا ادمانے باطل محض بے بنیاد ہے۔ نیز واقعہ ٹوکلی متذکرہ تاریخ ایک سہس میں نظم فرمائی جو ہندوؤں کے مظالم اور مسلمانوں کی مظلومیت و استقامت کی ہو بہو تصویر ہے۔ یہ دونوں رسالے چھپ کر ملک میں شایع ہو چکے ہیں۔

اشاراتِ صدر سے صرف اس قدر ثابت کرنا ہی کہ ہندو مسلمانوں کے شعار دین کی توہین اور ارکان مذہبی کے فیت و نابود کرنے میں اپنی پوری جسمانی مالی اور دماغی قوت کھنکھانے لگی ہے صرف کرنے میں بچاؤ بریں سے مسلسل ساعی و کوشاں ہیں لیکن علمائے کرام اور عام مسلمان آج تک ان کے دہنوں میں پناہ لینے سے اظہار بیزاری کرتے رہے۔

قرآن و مساجد | ہندوؤں نے جوش و خروش میں آکر قرآن مجید کے ساتھ بارہا بے ادبی کی ہے  
کی بے حرمتی | مساجد کی بے حرمتی میں ہمیشہ انہوں نے ظالمانہ ہاتھ بڑھایا ہے مسلمانوں کی جانوں اور عصمتوں کو نہایت بیاہکی سے انہوں نے تباہ و برباد کیا ہے۔ غرض ان کے اختیار و قوت میں جس قدر مسلمانوں کے دین پر حملہ کرنا ممکن تھا اس سے یہ کبھی باز نہ رہے۔ اہل ہندو کے وہ مناظر خونیں جو مواقعِ محرمِ اعرام یا اذان وغیرہ پر ہوا کئے ہیں ان کی فہرست مظالم بقرعہ سے علاوہ ہے۔

کیا یہ واقعہ اور حقیقت نہیں کیا یہ امر متعجب دلیل ہے کہ ہندوؤں میں اس کی طاقت کہاں تھی جوڑ قسطنطنیہ پر حملہ کرتے اس کی قوت ان میں کب تھی جو عراق و شام پر یہ فوج کشی کرتے۔ ایسے سامان اہیں میسر کہاں تھے جس سے مسلمانوں کے مقامات مقدسہ پر یہ اپنا تصرف کرتے یا جزیرہ العرب کو اپنے دائرہ حکومت میں داخل کرتے۔ ان کی انتہائی قوت بس اسی قدر تھی کہ مسلمان ہند پر بڑا نشانہ

خلوں سے اپنی اُس سپس گزاری اور منت پذیری کا ثبوت دیں جو اتنان و احسان مسلمانوں نے اپنے ایام سلطنت میں ان کے ساتھ مری رکھے۔

کانگریس اور مسلم لیگ | ۱۹۱۶ء میں کانگریس اور مسلم لیگ نے بعد معاہدہ اتحاد کا آواز بلند کیا اُس وقت مسلمانوں کی خلافت مقدسہ دول یورپ کے زغہ میں چھپی ہوئی کا معاہدہ و ما بعد

تمی اس لیے مناسب ہی تھا کہ مسلمان ہند مقامی اور وطنی نزاعات کو صلح اور آشتی کے ساتھ حل کر لیں اور پوری توجہ سے خلافت اور مقامات مقدسہ کی حفاظت پر تدا بیر سوچ کر عمل آراہوں۔ لیکن ہندو مسلمانوں کے اس عالم پریشانی سے بغیر فائدہ حاصل کیے کیونکہ وہ کہتے تھے۔ ایک دو بڑے ہندو لیڈس نے تو سحر آمیز افسوں خوانی لیڈران مسلم کے کانوں میں بھینٹے راز شریع کی اور مابقی نے ملکر ایک قیامت آورہ اور شاہ آباد میں باپا کی دوسرے سال کٹار پور میں اپنی عداوت کا نہ ٹٹنے والا ثبوت پیش کیا۔

میں ایسے موقع پر جب کہ مسلمان انتہائے اضطراب و بھینپی کے عالم میں مبتلا تھے۔ ان دونوں مقامات پر یکے بعد دیگرے آتش فساد مشتعل کرنے سے ہندوں کا یہ مقصد تھا کہ مسلمان ہند اپنے مصائب میں چھس کر خدمت خلافت سے محروم رہ جاویں اور یورپ کی وہ سلطنتیں جو اسلامی مرکز پر تھلا آور ہیں ہندوں کے اس فتنہ و فساد سے مظاہرہ و اعانت کا فائدہ حاصل کریں۔ الہ آباد و بریلی وغیرہ میں عشرہ محرم الحرام کے موقع پر جو فساد ہندوں نے کیا وہ اس کے علاوہ ہی۔

اتحادیوں اور اتحادیوں کا اتحاد | اتحادیوں میں فوج کشی اور ملک گیری کی قوت تھی اس لیے وہ اپنی اس قوت سے کام لے رہے تھے اور ہندوں میں یہ طاقت تھی کہ ایسی نازک حالت میں مسلمان ہند کو مقامی آفات میں ابھا کر ارض مقدس کی خدمت سے باز رکھیں اس لیے وہ اپنی اسی طاقت کو مل میں لا رہے تھے۔ غرض اس انتہائی ایام مصیبت میں مسلمانوں کی تباہی و بربادی میں اتحادی

سلطنتیں اور ان کے ملکی بجائی دونوں برابر کے شریک و شہم تھے۔ ملکی بجائیوں نے بعد اتفاق و اتحاد ذرہ برابر بھی غارتگری اور زندگی میں کمی دکو تا ہی روانہ رکھی اور اپنے اس ظلم کو جسے پچاس برس سے پڑش کر رہے تھے آ رہ شاہ آباد اور کٹر پور کے مسلمانوں کے خون سے پھرا یک بار سینچا۔

اس کے مقابلہ میں ہندوؤں کے اس برتاؤ اور برادر نہ سلوک کے مقابل میں اگر مسلمانوں کا طرز عمل دیکھا جائے تو اچھی طرح فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ حق ہمسائیگی کی رعایت کس نے ہمیشہ ملحوظ رکھی ہے۔

بہت سے رواسم شرک و کفر ہندو اس طرح انجام دیتے ہیں کہ ان کے طرز و ادا پر مسلمانوں کو ان کا نہ ہمسائے کے استعمال اور ممانعت کا حکم دیتا ہے لیکن کوئی واقعہ ایسا نہیں بتایا جاسکتا جس میں دور دورہ کے مسلمانوں نے اجتماعی حالت سے کہیں ہندوؤں پر حملہ آوری کی ہو۔

رام لسیلا، گنیش اور ہولی وغیرہ ہندوؤں کے ایسے تہوار ہیں جن میں بارہ ماہ ہندو کی جانب سے استعمال انگیزی ہوا کی ہے۔ لیکن ناگزیر و مفروض حالتوں میں بھی بجز مقامی مسلمانوں کے کوئی قوت و جمعیت دیگر اضلاع سے پہنچ کر مدافعت کے لیے کبھی مجتمع نہوئی۔

انہما سے برادر نوازی اور حق ہمسائیگی کی تازہ ترین مثال واقعہ کٹار پور ہی ہندوؤں نے تو مسلمانوں کو بند مکان میں آگ لگا کر جلایا اور ان کی جان مال اور آبرو کو نہایت بیدریغی و بے رحمی سے تباہ کیا لیکن جب مقدمہ حکومت کے ہاتھوں میں پہنچا تو بدحوہ اس کے کہ عمائد ہندوؤں نے ہندوؤں کے حمایت میں برطمان سے برطمان کی امداد پر آمادہ ہو گئے تھے۔ مسلمانوں کے یثاروں نے بجائے معاذت اور حقیقی تنگناری یہ یقین شہرہ کی کہ مسلمانان کٹار پور درخواستیں دین عرضیدیاں بھیجیں کہ ہم اپنا دعویٰ واپس لیتے ہیں۔ گورنمنٹ ان مجرموں کو رہا کرے۔ پھر جب کہ فیصلہ جانسی کا



سنگیا اس وقت بھی مسلمانان کٹار پور کو دبا کر عفو کی خواستگاری میں انتہائی کوشش عمل میں لائی گئی اور آخر کار گورنمنٹ میں درخواست بجاواہی دی گئی۔ اس بدل و کرم کے اسباب موز و امرا ہیں بجز لیڈروں کے اور کوئی نہیں تبا سکتا کہ مسلمانان کٹار پور کا خون رائیگاں کیوں قرار دیا گیا۔ ان کے درنا کو اس سنگدلی کے فیصلہ پر راضی ہو جانے کے لیے کیوں مجبور کیا گیا۔ ہندوؤں نے کیا عوض اس احسان کا پیش کیا۔ ان سوالوں کا جواب حضرات لیڈری دے سکتے ہیں بشرطیکہ ان سوالوں کا قابل جواب ہونا خیال ہی فرمائیں۔

ستم ظریفی | ہنود نوازی میں مبالغہ و غلو اس سے سمجھنا چاہیے کہ دور ان مقدمہ میں مسلمانان کٹار پور کے پاس لیڈروں کے صحائف پہنچنے لگے کہ گائے کی قربانی موقوف کروان صحائف میں مستغنی عن الالعیاب حکیم حافظ محمد اجل خاں صاحب ٹیس دہلی کے صحیفہ کو امتیاز خصوصی حاصل ہے۔ بعض حضرات خود تشریف لے گئے تاکہ مسلمانان کٹار پور کو گائے کی قربانی سے باز رکھا جائے حالانکہ انصاف کا یہ فیصلہ تھا کہ ہندو لیڈروں سے یہ اپیل کی جاتی کہ آپ کی قوم ہنود نے جب اتہاک و حشت و بربریت کے ساتھ مسلمانوں پر ظلم و ستم کیا ہے تو ان کی مظلومیت کی داد یہی ہو سکتی ہے کہ خود ہندو قربانی کے موقع پر گائے فراہم کریں تاکہ مسلمانوں کی کچھ اشک شونی ہو جائے۔

بہر حال خلاصہ مدعا یہ ہے کہ اس طرز پر عمل اور حقوق مسلم کی حفاظت اور جماعت مسلمین کی لیڈری حضرات لیڈر اس وقت فرما رہے تھے جس وقت نہ تو خلافت کیٹی کی بنیاد پڑی تھی نہ کوئی تحریک خلافت کے متعلق عام مسلمانوں کے سامنے پیش کی گئی تھی نہ ہندوؤں نے یوم خلافت میں سلاہ کے ساتھ اپنی دکانیں بند کی تھیں نہ کسی طرح کی ہمدردی کا اظہار خلافت کے متعلق ہندوؤں کے عوام یا خواص یا اخص انخاص نے کیا تھا پھر ہی لیڈران مسلم اس کوشش میں سرگرم تھے کہ مسلمانان کو گائے کی قربانی سے باز رکھ کر ہندو کی رضا و خوشنودی حاصل کی جائے۔ غالباً یہ اثر اسی

سکرو افسوں کا ہو گا جو انھیں لیڈران ہونے بصیغہ راز لیڈران مسلم کی کانوں میں پھونک پاتا۔  
 اگر قوم ہنود اور ان کے فدائیان مسلم سے سوال کیا جائے کہ کوئی واقعہ ایسا ہی مثل کٹاپور  
 کے پیش کریں جس میں مسلمانوں نے ہندوں پر اس طرح وحشیانہ ظلم کیا ہو پھر ہندو لیڈروں نے  
 اپنے عوام کو اس طرح درگزر کرنے پر مجبور کیا ہو اور ان سب مراحل کے بعد اپنی قوم سے اسی  
 مذہبی عمل کے ترک کرنے کی اپیل کی ہو اگر اس کا جواب نفی میں ہی اور یقیناً نفی میں ہی تو پھر  
 اس پریچ لیڈری اور زولیدہ خیر خواہی نت و نہایت سمجھنے میں اگر کچھ الجھن پیدا ہو جائے تو اس  
 پر عتاب و غفل کیوں نازل کی جائے۔

کچھ عرصے سے جو مسلمانوں نے پولیٹیکل کروٹ بدلی ہے اس کے منافع و مصالح تو ہنوز پردہ غیب  
 میں مستور ہیں ہاں جو کچھ بظاہر محسوس ہے اس سے کسی طرح کی صلاح و فلاح کی امید ایک خیالِ باطل  
 اور وہمِ فاسد ہے۔

موجودہ ہادیان قوم | ایک مدت سے قوم کی باگ چنڈی اثر اور ذی وجاہت اشخاص  
 کے ہاتھوں میں رہنے کا معمول دستوری قوم اسی کی خوگر ہو رہی ہے کہ اعضا اس کے مثل  
 ہوں اور دماغ سے اس کے مجود کا پردہ اٹھنے نہ پائے۔ لیڈر جو کچھ ارشاد فرمائیں قوم بسوچنے  
 بجھے آمین کہدے۔

لیڈروں کا یہ فرض ہے کہ غلامی اور ذلت کا طوق گراں سے گراں تراور بوجھل سے بوجھل  
 تیار کریں اور اپنی قوم کی گردنوں میں ڈال کر ان کا گلا گھونٹتے رہیں۔ اور پھر اس طرح مٹائیں  
 اور فنا کر دینے کا خیرینِ مختار ہی قوم سے وصول کریں۔

لارڈ ہارڈنگ ايسرائيل ہند کا عہد حکومت جب ختم ہوا اور لارڈ چیمسفورڈ کا دور آیا تو  
 بعض ذمی وجاہت حضرات کی باریابی اس دورِ جدید میں پسند اں شاندار نہ رہی تو فعات بھی

یوسیوں سے بدلنے لگے اور امید کا چہرہ بالکل ہی تاریک پڑ گیا مجبور ہو کر قوم کی طرف اپنی عنایت کا نسخہ ان حضرات کو پھیرنا پڑا اسی کے ساتھ بعض نفس آرا خود ناما ہنگامہ افزا اشخاص کے ساتھ ملنے پر مجبور ہوئے۔ مذہب ملت کے سچے ہمدرد اسی وقت کھٹک گئے تھے کہ یہ عنایت اور یہ باہمی آمیزش مسلمانوں کے کسی وطنی و مذہبی حق کو بغیر سلب کی نہ رہیگی۔ چنانچہ یہ نتیجہ آج اسی عنایت اور قرآن کا ہی جو گاٹے کی قربانی مسلمانوں سے چھوڑائی جاتی ہے موحدین کی پیشانیوں پر نقشہ جو شعائرِ قرآن ہی کھینچا جاتا ہے مساجد اہل ہنود کی تفریح گاہیں، مندر مسلمانوں کا ایک مقدس معبد ہے۔ ہولی شعرا اسلام ہے جس میں تنگ پاشی اور وہ بھی خاص اہل ہنود کے ہاتھوں سے جب کہ وہ نشہ شراب میں بدست ہوں عجب دلکش عبادت ہے۔ بتوں پر یوٹریاں چڑھانا ہار پھولوں سے انھیں آراستہ کرنا پھولوں کا بیج منام کے سروں پر رکھنا خالص توحید ہی یہ سارے مسائل ان صورتوں میں اس لیے ٹھل گئے کہ ہندوؤں کی دلنوازی اور استرضاء سے زیادہ اہم نہ توحید ہی نہ رسالت نہ معاد نہ خود با شہد نہ خود بال شہد۔

مسلمانوں کی سیاسی زندگی کا پہلا دور ہندوستان میں جب ہی سہی علامتیں اپنی سلطنت کی مٹ گئیں اور برٹش حکومت ہر پہلو سے مضبوط ہو گئی اس وقت مسلمانوں کے لیڈروں نے مرتبہ افراط میں آکر اس سلطنت کے برکات اور اس حکومت کے فیوضات کا خطبہ جو پڑھنا شروع کیا تو یہ معلوم ہوا کہ تلواریت کلامِ پاک سے بھی زیادہ ثواب اس وقت اس میں ہی کہ حکومت کی حمد و ثنا سے زبان تررمی جائے انگریزوں کے حقوق اور مسلمانوں کی وفا شعاری اور اطاعت گزارگی پر جو رساں لکھے گئے ان سے یہی سمجھا جاتا تھا کہ نزولِ قرآن اور تسلیمِ اسلام کا خلاصہ اور جوہر یہ ہی کہ انگریزوں میں اس طرح اپنے کو مل کر فنا کر دو کہ نہ تو عیسری نہ من غیرم کی شکل پیدا ہو جائے۔ پھر کوئی بڑے سے بڑا مبصر ہی یہ نہ بتا سکے کہ اصل کون ہی اور نقل کون۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے لیڈروں نے قوم کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔

**تقلید جامد اور اتباع کورانہ** | ایک عرصہ تک اس تقلید جامد اور کورانہ اتباع کے لطائف میں لیڈروں کو مدح خواں اور ثنا گستر بھی پایا گیا لیکن امتداد زمانہ نے جبکہ اس کیفیت و ضرورت میں حالت مساوات پیدا کر دی تو اب یہ فیصلہ ہوا کہ غلامی سے کسی زندگی کا بہتر ہونا اور وہ بھی مسلمانوں کیلئے یہ تو ناممکن اور امر محال ہے لیکن حکومت اور سلطنت کی غلامی اپنے منسوب الیکے اعتبار سے ایک علو و بلندی رکھتی ہے اب تک مسلمان جو برکات غلامی سے محروم رہے وہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی غلامی نسبت عالی رکھتی ہے وقت آگیا اور ضرورت اس کی عیاں ہو چکی کہ مسلمان اپنے اس قوم ہمسایہ کی جس پر کسی عہد میں انھوں نے صدیوں تک حکومت کی تھی بحال عقیدت غلامی اختیار کریں تاکہ ثمرات غلامی سے بدرجہ اتم واکمل بہرہ مند ہو سکیں اسی نصب العین کو پیش نظر رکھتے ہوئے لیڈروں نے قوم کی رفتار و دسیر جانب موڑنے کی کوشش کی۔

**پہلی منزل** | مسٹر ہانٹنگو کے سامنے دہلی میں جس وقت اعیان ہند کے وفد پیش ہو رہے تھے جب آل انڈیا مسلم لیگ کی پیشی کی نوبت آئی تو اس جماعت کا جو ایڈریس تھا اس میں یہ گزارش بھی پر زور الفاظ میں کی گئی تھی کہ ہندوستان سے گائے کا ذبح کرنا موقوف کیا جائے جدید آقا کے دربار میں جو زور عبودیت و عقیدت کے ہاتھوں پیشکش ہونے والے تھے ان میں سے زیادہ پسندیدہ یہی نذر تھی جس کا سامان اس طرح انجام دیا جانا قرار پایا تھا یہ وفد جو پیش نہ ہو سکا اندازے سرکار میں اس اشارے کی کچھ نمایاں قدر دانی بھی نہ ہو سکی۔

قربانی کا مسئلہ چون کہ سارے ہندوستان کے مسلمانوں سے متعلق تھا اس لئے محض لیڈروں کے ہاتھوں کا نذرانہ قابل قبول سرکار ہندو ہرگز ہونے میں سکتا تھا اس کے لئے لیڈر حضرات کو کوئی ایسا جیلہیجاو کرنا ضرورت تھا جس کی وساطت سے قلوب عوام پر اس طرح قابض و متصرف ہو جائیں کہ کامیاب

ملت و مذہب کے ہدایت کی گنجائش باقی نہ رہی۔

مسلمانوں کے لیڈر اسی خیال میں تھے کہ کانگریس کا جلسہ دہلی میں منعقد ہوا صدر مجلس کانگریس مسٹر من موہن مالویا بالقابہ اپنی آخرنشت میں مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمان ہندوؤں کی دل آزاری سے باز رہیں اور ان کی طرف برادرانہ محبت سے ہاتھ بڑھائیں۔

اس دل آزاری اور محبت کی تفسیر بھی براہ مہربانی خود ہی صدر نے مابعد میں فرمادی کہ ”اگر مسلمانوں کے مذہبی نقطہ خیال سے گائے کی قربانی نہایت ضروری ہو تو باوجود اس تکلیف کے جو مجھے اس معاملہ میں ہوگی میں قربانی کو خود اپنی آنکھ سے دیکھنے کے لئے تیار ہوں“ قابل غور یہ نکتہ ہے کہ مسلمان لیڈر جبکہ جوش محبت ہندوؤں میں خود ہی بغیر تحریک ظاہری ہونے

کٹار پور جیسے مقام پر جہاں اس شدت و سیرجی سے ہندوؤں نے قربانی گاؤں پر ہجوم اور حملہ آوری کی تھی جس حملہ و ہجوم نے مسلمانان کٹار پور پر گائے کی قربانی واجب کر دی تحریک ترک کی بانواع گونا گوں کرہے ہیں پھر گورنمنٹ سے بواسطہ مسٹر مانٹلو اپنے ایڈریس میں یہ چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ ہند کوئی ایسا قانون وضع کرے جس سے ہندوستان میں گائے کا فوج کرنا قانوناً جرم قرار پا جائے ایسی حالت میں من موہن مالویا جیسا خیر خواہ ہندوستان کانگریس جیسے پیشانی جلسہ میں خود اپنے منہ سے یہ کہے کہ مسلمان ہندوؤں کی دل آزاری سے باز آئیں یہ سمند شوق و آرزو پر ایسا تازیانہ ہے کہ ایک لمحہ کا سکون و قرار بھی تعجب سے خالی نہیں اس پر بھی لیڈروں نے کال ایک سال تک انتہائے ضبط و خودداری سے کام لیا اور اس عرصہ میں وہ اجزا و عناصر فراہم کئے گئے جس سے تحریک ترک قربانی گاؤں ہمہ گیر ہو جائے۔

تالیف قلوب کا سنگ بنیاد | ۱۹۱۵ء میں مسلم لیگ کا جلسہ بھی دہلی میں ہی منعقد ہوا تھا

جلسہ استقبالیہ کے صدر نے جو اپنا خطبہ اُس وقت پڑھا ہے اُس میں مسند خلافت کے مختلف پہلوؤں سے بحث کرتے ہوئے ترکوں کی حمایت میں صدائے احتجاج بلند کی، برسوں کا بھولا ہوا سبق جو آج یاد آیا ہے یہی عارفہ مسلمین کے تالیفِ قلوب کا پہلا سنگ بنیاد ہے جسے ڈاکٹر انصاری صاحب نے بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ مسلم لیگ اپنے ہاتھوں سے رکھا۔

اس سال کی قومی و ملکی مجالس میں صرف اسی قدر کارروائی ہوئی کہ دن موہن مالویا صاحب نے مسلمانوں کو دل آزاری ہنود سے منع فرمایا اور ڈاکٹر انصاری صاحب نے حمایتِ خلافت کا علم بلند فرمایا۔

علماءِ سیاسی نے بھی وقت شناسی سے کام لے کر اس موقع پر اپنے فتوے کا اعلان ضروری سمجھا۔

اسی کے ساتھ یہ گزارش بھی سن لیجئے کہ انہیں آیام میں مسٹر گاندھی اپنے دوران سفر میں بعض ایسے لیڈروں سے ملاقات کرتے ہیں جو قومی اور ملکی مجالس میں اپنی معذوریوں سے شریک نہیں ہو سکتے تھے پھر اسی کے ساتھ ستیاگرہ اور ہڑتال عام اور رفع امتیاز مسجد و مندر جس کے محرک مسٹر گاندھی ہیں اسے بھی منظم کر لیجئے۔ جب یہ متفرق اعمال جن میں بظاہر کوئی سلسلہ معلوم نہیں ہوتا اپنے محل وقوع پر انجام پائے تو اب ۱۹۱۷ء میں تاریخ، انومبر بمقام دہلی خلافت کمیٹی کا سنگ بنیاد پڑتا ہے اس موقع پر ہندو بھی ایک کافی تعداد میں بحیثیت نمائندہ شریک ہوئے جن میں خصوصیت کے ساتھ مسٹر گاندھی کا نام قابل ذکر ہے جنہوں نے اس خاص مذہبی جلسہ کی ایک اجلاس میں صدارت بھی فرمائی تھی اور علماءِ سیاسی نے آپ کے تشکر و امتنان میں وہ سب کچھ ارشاد فرمایا جس کا جذبہ عقیدت اور جوش اتباع و تقلید متعقبن تھا۔

اظہارِ شکر کے ذیل میں مولانا صاحب نے اس کا بیان کرنا بھی ضروری سمجھا کہ مسٹر گاندھی صاحب کے اخلاق اور گفتگو سے میں یہاں تک متاثر ہو چکا ہوں کہ گائے کی قربانی میں نے ترک کر دی جلد خلافت کے مقاصد اور اصول عمل اسلامی و دینی سے ترک قربانی گائے کا تعلق کچھ یا نہو لیکن یہی جملہ جو بطور حکایت بیان ہوا اور جو الفاظ سرسری طور پر اثنائے شکر و امتنان میں آگئے، فی الحقیقت یہ ایک زبردست دیباچہ اور مقدمہ تھا اس کتاب کا جو آئندہ ماہ دسمبر میں اسی سال عامہ مسلمین کے لئے تصنیف ہونے والی تھی اسی کے ساتھ خلافت کے نام سے جو ایک ہڑتال ہوئی اسے تہذیب کتاب سمجھ لیجئے۔

اب دسمبر کا مہینہ آتا ہے اور قومی مجالس کا انعقاد امرتسر میں ہو رہا ہے

**قومی مجالس کا انعقاد**

مسلم لیگ کے صدر مستغنی عن الالقباب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب ریس دہلی اپنا خطبہ صدارت پڑھتے ہیں جس کی بشمار کا پتیاں ملک میں تقسیم ہو چکی ہیں تقریباً چار صفحات میں صدر مسلم لیگ نے مسئلہ قربانی سے بحث فرمائی ہے ابتداًی جملہ یہ ہے۔

گائے دکشی کا ذکر ہم لوگ ایک عرصہ سے اشاروں اور استعاروں میں کرتے رہے ہیں لیکن اب وقت آگیا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق زیادہ صفائی اور زیادہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا جائے۔

صفحہ ۳۳ میں نہایت سوز و گداز کے ساتھ ہندوؤں کی عنایت و کرم کا اظہار فرمایا گیا ہے اور صفحہ ۳۴ پر مذہبی نقطہ نظر سے اس مسئلہ سے بحث کرتے ہوئے یوں ارشاد ہوتا ہے: "ہندوستان کو چھوڑ کر تمام عرب شام مصر اطرابلس اور ایشیائے ترکی وغیرہ کے مسلمانوں کو دیکھئے جن میں سے کڑوڑوں کی تعداد نے زندگی بھر اس سنت کو بغیر گائے کی قربانی کے ادا کیا ہے" عوام بیچارے اس پر ہیچ تاریخی جملہ سے یہ سمجھے کہ گائے کو قربانی کے لئے تمام بلاد اسلامیہ کے مسلمان ہوتے ہی نہیں لیکن خلیفہ ساریہ شبہ عوام کو رہ جاتا تھا کہ شاید اس دور سے پیشتر ہمدردی سے

صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں گائے قربانی ہوتی ہو یا ہوتی ہو اس  
 شبہ کو مٹانے کے لئے حکم صاحب نہایت شد و مد سے ایک حدیث میں کچھ اپنی طرف سے اضافہ  
 فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ ”اس حدیث سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب  
 میں علی العموم بکری کی قربانی کا رواج تھا۔“

مسلم لیگ میں جب رزلوشن پیش ہونے لگے تو ڈاکٹر انصاری صاحب نے ترک قربانی  
 گاؤ کا رزلوشن پیش فرمایا جو تھوڑی خوش بیانیوں کے بعد منظور ہو گیا۔ مولانا عبدالباری صاحب  
 فرنگی محل نے قومی و ملی مجالس سے مراجعت فرماتے ہوئے سہارنپور میں ایک تقریر فرمائی جس میں  
 مسئلہ قربانی کے متعلق جو کارروائی مسلم لیگ نے انجام دی تھی اس کی تائید و تحسین میں کافی زور دیا  
 الفاظ ارشاد فرمائے۔

مستغنی عن الالقاب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب رئیس دہلی کا مسلمانان کٹار پور کے  
 پاس صحیفہ متعلق ترک قربانی گاؤ بھینجا۔ ڈاکٹر انصاری صاحب کا خلافت کی حمایت میں ایک سال  
 قبل صدرت احتجاج بلند فرمانا۔ پھر نومبر میں جلسہ خلافت کا انعقاد اور گاندھی صاحب کی ایک  
 جلسہ میں صدارت اور مولانا عبدالباری صاحب کا اثنائے شکر و امتنان میں ترک قربانی گاؤ کا  
 سرسری تذکرہ پھر دوسرے ہی مہینے میں چند ہفتوں بعد مسلم لیگ کا جلسہ اور اس میں انہیں  
 ارکان ثلاثہ کا یکے بعد دیگرے اس مسئلہ کو اس طرح طے کر ڈالنا کہ مستغنی عن الالقاب عالی جناب  
 حکیم صاحب خطبہ صدارت میں علی سیاسی اور مذہبی پہلو سے ترک قربانی گاؤ پر زور دیتے ہیں  
 ڈاکٹر انصاری صاحب رزلوشن کی شکل میں پیش فرماتے ہیں جو منظور ہو جاتا ہے۔ مولانا عبدالباری  
 صاحب سہارنپور پونچک تحسین و تائید فرماتے ہیں اب وہ نذرانہ اور گران بہا تحفہ جو سرکار ہنود میں  
 پیش ہونے والا تھا جس کے لئے سارے اہل دربار ہر تن چشم براہ تھے۔ جس کا ذکر سٹراٹھیلو کے



سامنے پیش ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے وفد نے اپنے ایڈریس میں کیا تھا نیز جس کے متعلق عرصہ سے اشاروں اور استعاروں میں ذکر ہوا کرتا تھا اب وہ اس قابل ہو گیا کہ سامنے ہندوستان کے مسلمانوں کا ہاتھ اس مذروہ دہیہ میں شامل ہو۔

واقعات اور نتیجہ | واقعات صدر کو ذہن میں رکھ کر ہر سجدار اور ذمی فہم اپنے طور پر اس کا فیصلہ کر لے کہ ترک قربانی گاڈ کا فیصلہ لیڈروں نے کب سے کر لیا تھا۔

توقف کی ساعتیں محض اس تدبیر میں بسر ہوئیں کہ ایسے اسباب و وسائل مہیا ہو جائیں جن کی وساطت سے عوام لمبے حق تلفی نہ سمجھیں بلکہ مذہبی باعانت سمجھ کر دفعۃً لبیک کہہ اٹھیں۔ اگر واقعات کے تسلسل اور افعال کی کرڈیوں کو یکجا ترتیب دینے سے کوئی نتیجہ صحیح پیدا ہو سکتا ہے تو پھر واقعات مذکورہ بالا کے تسلسل سے اس صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لیے یہ دلفریب اور لہجائے دلی باتیں محض کہنے کے لئے ہیں کہ مقاصد خلافت کی اہمیت اور بقائے خلافت کی شرعی ضرورت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ گائے کی قربانی کو خلافت پر سے قربان کر دیا جائے۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ اگر ہندو ترک قربانی گاڈ کی تحریک کرتے تو عامۃً مسلمین ہرگز ہرگز اس کو تسلیم نہ کرتے۔ لیڈر صاحبان بھی اگر اس کی اپیل سیاسی اور ملکی پہلو سے پیش فرماتے تو ناکامیاب رہنے کا ظن غالب تھا اس جیسے مسئلہ کے لئے اسی کی ضرورت تھی کہ شرعی اور مذہبی لباس میں اسے مسلمانوں کے سامنے لایا جائے یہ پولین کی پالیسی تھی کہ وہ مذہب کا نام نہایت گرجوشی سے لیتا اور مذہبی بننے میں کمال مبالغہ سے کام لیتا تھا یہاں تک کہ بعضوں کو اُس کے اسلام و مسلمان ہونے کا دھوکا ہی وہ جانتا تھا کہ تالیف قلوب کا یہی ایسا وسیلہ فریہ ہے جسے ہمہ گیری کا حق حاصل ہے۔ پولین کی اسی پالیسی کو مد نظر رکھ کر اس وقت لیڈروں نے بھی مقاصد کانگریس کی بحال کے لئے بحر مجلس منعقد فرمائی ہے اسے دیکھ کر دیکھنے والے

خلافت کیسی کا لقب دیا ہوتا کہ نہایت سہولت سے مسلمانان ہندوستان کی گردنیں ہندوؤں کی غلامی و اطاعت میں سرسجود ہو جائیں۔ برعکس ہند نام زنگی کا نور۔

کانگریس کے دو اصول | مقاصد کانگریس کے دو اصول کلینہ ہیں جن کے تحت میں سارے جزئیات داخل ہیں ایک کا تعلق حکومت سے ہے اور دوسرے کا مسلمانوں سے۔

مطالبات و اختیارات ملکی کا تعلق حکومت ہند سے ہے جس کے لئے

ہندوؤں نے ہر طرح کی کوششیں کیں۔ بندہ ماترم کا پر جوش نعرہ

ایسا دیا۔ سیدھی کی تحریک کی یورپ کو بائیکاٹ کرنے کی قوم میں پہلی شائع کیں۔ ہیرال

عام کی بنیاد رکھی۔ انتہا یہ کہ بم بنانا سیکھا اور متعدد مواقع پر اپنے استعمال کی مشافی بھی ظاہر

کی۔ لارڈ ہارڈنگ کا واقعہ صفحات تاریخ میں بہت نمایاں مقام رکھتا ہے جس کے پہلو میں کوئی

دوسرا واقعہ لکھا نہیں جا سکتا۔ غرض جدوجہد کے جس قدر راستے ممکن تھے ان سب پر یہ چلے

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بہت کچھ کامیاب بھی ہوئے۔ لیکن

مقصد کانگریس کا دوسرا حصہ جس کا تعلق مسلمانوں سے تھا اس کے اُس خاص شعبہ

تو ہندوؤں کو کامیابی ضرور حاصل ہوئی جس کا تعلق دفاتر ملازمت اور ممبری کونسل و میونسپل

دلوکل بورڈ وغیرہ سے تھا۔ لیکن اہم ترین جز یعنی امور مذہبی میں زیادہ برابر بھی انہیں کامیابی

نصیب نہ تھی۔ سب سے بظاہر و ستم سے یا بغیر حق شرعی ہلاک کیا جائے تو وہ مرتد یا شہادت

فانی ہوتا ہے۔ یہی ذوق شہادت تھا جس نے مسلمانوں کو جادوہ استقامت سے بٹ نہ دیا۔ ہندو

کے ہر طرح کے مظالم کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑے ہوئے اور اپنی روحانی قوت اور ایمانی قوت

سے ہندوؤں کے جم غفیر کو خس و خاشاک ثابت کر دکھایا۔

وہ پریشان کن مہلک تدبیریں جن کی وساطت سے ہندوؤں نے سلطنت سے بہت کچھ

حاصل کر لیا مسلمانوں کے مقابل میں سب کی سب سے بڑی ثابت ہوئیں لیکن آج ہندو کے انہیں مطلوبات اور مقاصد کی تکمیل جلسہ خلافت کے ہاتھوں سے ہو رہی ہے پھر اسے اگر کوئی کانگریس کا مرادف کے تو یہ غلط کیوں کر ہو سکتا ہے۔ ہندو گائے کی قربانی میں بچاؤ برس سے مزاحمت کر رہے ہیں ظلم و درندگی کی کوئی قسم ایسی نہیں جسے نہایت مہیا کی سے مسلمانوں کے ساتھ ہندو نے برتاؤ لیکن آج سیاسی علماء یہ فرماتے ہیں کہ اگر ہندو گائے کی قربانی چھوڑنے کی تحریک کریں یا اس پر فزاحم ہوں تو صورت مسئلہ کی بدل جاتی ہے۔ مباح و مستحب مسلمانوں پر واجب ہو جائے گا۔ اس قضیہ شرطیہ کے سمجھنے کے لئے جس خاص دماغ کی حاجت ہے وہ علماء سیاست دان کے ساتھ مخصوص ہے۔ مو۔ گو۔ پا۔ بارہ۔ بہار۔ اجودھیا۔ آره۔ بٹھا۔ ہا۔ باد اور کٹرپور میں ہر واقعات ہوئے شاید ان ہنگاموں اور خوں ریزیوں کی علت قربانی گاو پر ہندو کا فزاحم اور حملہ آور ہونا نہ ہوگا۔ بلکہ ہندو گائے لاکر مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہے تھے کہ تم انہیں گائوں کی قربانی کرو۔ جو ہماری پروردہ و مملوکہ ہیں اور جسے ہم برادرانہ حیثیت سے تمہیں ہدیہ پیش کرتے ہیں اور مسلمان ان گائوں کی قربانی کرنے سے بھجنا کی وندی انکار کرتے تھے۔ آخر بات بڑھی اور فساد ہو پڑا۔

علمائے سیاسی سے | براہ ہربانی سیاسی علماء اسیے واضح طور پر بیان فرمائیں کہ یہ سائے ایک استفار | جاں ستان واقعات جبکہ ان کے نزدیک نہ منع کرنا ہے نہ روکنا ہے نہ مزاحمت ہے صدیہ کہ ان واقعات کا مرتبہ درخواست کا بھی نہیں تو آخر ہندو مسلمانوں کے ساتھ اور کون سا طریقہ ظلم اختیار کرتے جسے آپ مزاحمت سمجھتے اور یہ فتویٰ دیتے کہ مسلمانان ہند پر گائے کی قربانی اب واجب ہو گئی اس لئے کہ ہندوؤں کی جانب سے مزاحمت اور منع پایا گیا۔ لیڈر ترک قربانی گائے کے لئے جن افسوسناک طریقوں کو عمل میں لائے ہیں

نہیں آتا کہ ایسی بیباکی پر باوجود مسلمان ہونے کے انہیں جرات کیوں کر ہوئی۔ عام طور پر مسلمانوں کے سامنے ہی پیش کیا گیا کہ ہم خلافت اور مقامات متدہ کے لئے انگریزوں سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے مظالم کا عوض لیتے ہیں بندوہارا ساتھ دیتے ہیں تم بیت اللہ اور حرم رسول ﷺ کے ساتھ۔

خاص دہلی میں عشرہ ذی الحجہ کے موقع پر اڈوٹوں کا گشت جن پر علی قلیوں میں اس طرح کے نمرات تختوں پر چسپاں جن سے ہر مومن کا دل کانپ کانپ اٹھتا تھا لکھا کہ خوب خوب مشتمل ہو پھر نہایت سختی سے بعض مجبور کرنے والی تدابیر سے بھی انسداد کافی کیا گیا۔ بمبئی کے مسلمانوں پر بھی خلافت کمیٹی نے قربانی کا ڈپرستم کرنے میں کچھ کمی نہیں کی۔ خلافت کمیٹیاں کیا ہوئیں کہ گائے کی قربانی کرنے والوں پر ایک آفت دہلا ہوئی۔ اسے قبل جو حشد ظلم کا ہندوؤں سے باقی رہ گیا تھا اسے فدائیان ہندو نے اسلام کا نام لے کر مسلمانوں پر تمام کر دینے کا عزم بالجزم کر لیا ہے۔ یا رحمہ اللہ! ہم مسلمانوں پر رحم فرما اور اس آئے ہوئے فتنہ کو ہمارے سرور سے دور کر سحرۃ البنی والالامجاد۔ طرفلی یہ کہ اگر کوئی برسبیل خیر خواہی و نصیحت دینی ان لیڈروں کے طرز میں کچھ اصلاح پیش کرے یا ترمیم کا خواستگار ہو تو اسے کافر بیدین قوم فروش خدار وغیرہ کہہ کر جمع و محفل میں نصیحت کر ڈالیں عوام کی فوج ان کے ہاتھوں میں ہو انہیں جس پر چاہے بھڑکا دیا لہکا دیا اہل حق اپنے گھروں میں خاموش بیٹھے ہیں اور اپنی مظلومیت کی مولیٰ تبارک و تعالیٰ سے فریادیں کرتے ہیں نجات کی دعائیں مانگتے ہیں یہ ظلم اپنے نشہ ظلم میں سرشار و غافل اُمت کی تباہی میں سرگرم ہیں۔ وہ ساعت دور نہیں جبکہ رحمت الہی مظلوموں کی فریاد پر لیک بک عہدی فرمائے۔

مشرکانہ معنی اور ان کے چار پانچ مسلمان متعین اس وقت اس طرح غوغا و ہنگامہ برپا کر رہے ہیں

کہ حق کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ آج کفر کا فتویٰ اُن کی بارگاہ سے صادر ہو رہا ہے جو خود حقیقت کفر و شرک اور ایمان و اسلام دونوں سے نا آشنا ہیں۔

تعلیم و تلمیذین کا اہل اسلامی تاریخوں پر جن کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ نکتہ کچھ انوکھا اور عجیب نہیں ہے مگر اہل کفر کے لئے بہت تھوڑا سامان اور قلیل مہلت

چاہیے ہاں ہدایت ایک امر اہم ہے جس کے لئے حق سبحانہ نے ایک خاص سلسلہ نبوت و رسالت کا جاری فرمایا جو ہمارے پیغمبر پر آ کر ختم ہو گیا پیغمبر رومی فداہ کے بعد وہی سچی ہدایت کرتا ہے جس کا قدم منہاج نبوہ پر ہوا اور جس کی تعلیم و تلمیذین تحت وحی الہی و احادیث مصطفوی ہو۔

دوستو! عوام کی فوج جس سرعت و حثیت کے ساتھ دوڑ کر آتی ہے اُس سے بہت زیادہ تیزی سے دوڑ کر بھاگ بھی جاتی ہے۔ پھر انہیں معتقد بنانے کے لئے عقائد اسلام کو کیوں تباہ کرتے ہو ان کی ارادت و خوش عقیدگی کیوں کر تمہاری زندگی میں تلاوت بخشنے گی جب کہ تمہارا مولیٰ عزوجل تم سے ناراض ہو گیا۔ ان کے انکار و اکراہ سے ڈرتے کیوں ہو جبکہ تمہارے کاموں کو تمہارا رب العزیز و رحیم کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔

ازپے رد و قبول عامہ خود را حاضر مکن زانکہ بنود کار عامہ خرخری و فر فری

گا و را دارند باور در خدائی عایساں نوح را باورند از پے پیمبری

سیلاب مغالطات و جملہ خلافات کی بنیاد اللہ کی ہے اور میر کو بقام دہلی جبکہ ہند و اور

تحریر حدیث مسلمانوں نے مل کر رکھی اور پھر اس کی کارروائیاں اخبار و جرائد میں

مطبوع ہوئیں حیرت ہوتی تھی کہ اسی یہ مسلمانوں کی عقل کو ہو کیا گیا ہے جو اب عالم الغیب

قادر مطلق و بصیر سے بھی پالیسی کرنے لگے اسی حیرت میں تھا کہ لیگ کا جلسہ ہوا اور حکیم

حافظ محمد اجمل خاں صاحب کا خطبہ صدارت دیکھنے میں آیا وہاں بھی وہی رنگ مغالطہ سترتا سر

پایا گیا بلکہ حکیم صاحب نے ایک قدم بڑھ کر یہ جملات بھی فرمائی کہ حدیث شریف کا ایک جملہ نقل کرتے ہوئے ایک لفظ بڑھا دیا اور الخ لکھ کر ترجمہ اور نتیجہ بیان فرمایا وہی لفظ جس کا اضافہ فرمایا گیا دار و مدار دلیل اسی کی وجہ سے چند سطور کی تحریر الخ لکھ کر نقل نامہ تمام چھوڑنے سے یہ فائدہ کہ ناظرین کا ذہن اس بے ربط اضافہ سے متوحش ہونے پائے چند روز تک سمجھ میں نہ آیا کہ اس طرح جعل اور تحریف کی کیا مدعا و مقصود ہے آخر ایک خط لکھا جس میں نہایت نیاز مندانہ طور پر یہ سوال تھا کہ حضرت ام سلمہ سے مروی روایت کس کتاب سے آجنا بنے نقل فرمائی جواب میں سکوت رہا شاید خط ضائع ہوا۔ فقیر خود دہلی گیا یہ جب کی اوائل تاریخوں کا ذکر ہے مسلم یونیورسٹی کا وفد اس وقت دہلی گیا ہوا تھا۔ در دولت پر جا کر معلوم ہوا کہ طبیعت نامہ سا زہری پاؤں میں کچھ شکایت ہو گئی ہے دوسرے دن پھر پونچھا معلوم ہوا کہ مدن موہن مالویا صاحب سے کچھ مشورہ ہو رہا ہے۔ بعض حضرات اہل علم جن کی آمد و رفت جناب حکیم صاحب کے یہاں جاری ہے ان کی خدمت میں پیام بھیجا کہ حدیث شریف میں جو غلطی ہو گئی ہے اس کی تصحیح کی طرہ حکیم صاحب کو توجہ دلانے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کوشش بھی بے اثر ثابت ہوئی۔

چوتھی رجب کو سرکارِ اجمیر آستانہ غریب نواز پر حاضر ہوا۔ ایک دن بعض علماء ریاست سے ملاقات ہوئی عرض کیا کہ یہ فتنہ عظیم ہی ہنود کی خاطر مسلمانوں کا گالانہ گھونٹے۔ دیکھئے حدیث میں جعل و تحریف تک کی زور آگئی نہیں مینے گزر گئے اور کوئی اعلان نہیں کرتا ہے کہ اصل حدیث میں لفظ نشاۃ نہیں ہے غلطی سے لکھا گیا ہے۔

ہر ایک شخص جس کے پاس خطبہ صدارت مسلم لیگ ہوا اس مقام خاص کی تصحیح کرنے نیز علماء موسیٰین اتحاد ہند و مسلم کا یہ فرض ہے کہ اتحاد کے حدود متعین فرمائیں عوام کو تشفقہ

لگانے اور مندروں میں جا کر ریوڑیاں بتوں پر پڑھانے سے منع کریں اور ان افعال کی شاعت کھلے لفظوں میں بیان فرمائیں ورنہ ایمان کی بربادی کا خطرہ ہے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فقیر کی اس التماس کی علماء سیاسی کی خدمت میں بھی ذرہ برابر شنوائی نہ ہوئی آج تک ہی سکوت ہی وہی اعراض ہے وہی چشم پوشی ہے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ رہے سے اعمال قبیحہ مسلمانوں نے ملک آبنجانی کی مصنوعی لاش کے موقع پر ادا کئے اور علماء سیاسی نے پھر اپنے سکوت سے ان امور کے جواز و استحسان پر تازہ مہر ثبت فرمادی۔

جمعیت کا پہلا اجلاس | کانپور میں بامہ رجب ایک بڑے پیمانہ پر علماء کا جلسہ ہوتا ہوا ہے اور فقیر کی التماس | بعض کارکن علماء سے یہ استدعا پیش کی گئی کہ مسلمانوں کو اعمال شرک و کفر میں شریک ہونے سے باز رکھئے اور قربانی گاؤں کے متعلق غلطی تسلیم کر لیجئے لیکن جو اب وہاں سے بھی سکوت ہی میں ملا ہر طرف کا یوں ہو کر انتہائے بیقاری میں فقیر نے رسالہ الرشاہ لکھا اور مسلمانوں کو امر حق سے آگاہ کیا اس رسالہ کی اشاعت اول عشرہ رمضان المبارک میں ہوئی لیڈران قوم کے پاس ٹکٹ چسپاں کر کے نسخے بھیجے گئے تین ماہ کے عرصہ میں تقریباً تین ہزار نسخے مختلف اصناف و قصبات میں تقسیم ہوئے اب اگر جبکہ خطبہ صدارت مسلم لیگ کو آٹھ مہینے اور الرشاہ کی اشاعت کو کامل تین مہینے گزر چکے حکیم صاحب اپنی غلطی کا اعتراف پیچ در پیچ اعتراف و سوال و اپیل کے لپیٹ میں تحریر فرماتے ہیں حالانکہ مذہبی نقطہ نظر سے یہ ایسی خطائے فاحش تھی جس کا اعلان بلا جواز توقف حکیم صاحب کو بذریعہ تاریخ مختلف و متعدد اخبار و جرائد میں اسے بہت قبل کرنا تھا ساتویں ذی الحجہ کا اخبار البشیر جو بیرونجات میں مین بقرعید کے روزہ پونچا ہو گا اس میں اس طرح اعتراف کرنے سے مقصد و مطلب ہے کہ مسلمانوں کو اقرار کا علم ہی اس وقت ہو جب کہ سب مراحل قربانی کے طے

پاجائیں اسی کے ساتھ حق پسندی کی داو بھائے گی۔

خیر یہ تو اپنا اپنا ذوق مذہبی ہے جس کے دل میں حدیث مصطفوی کی عظمت ہے وہی یہ بھی جان سکتا ہے کہ اس طرح کی خطا کا کفارہ کیوں کر ادا ہوتا ہے تو حکیم صاحب کے ایک سوال کا جواب دینا ہے جسے صاحب موصوف نے اپنی غلطی کا اعتراف فرماتے ہوئے آخر میں پیش فرمایا ہے حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں ”میرے اوپر ایک یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ حدیث اذا اراد احدکم ان یضی بالشاکہ میں آخری لفظ شاکہ کا کسی کتاب میں نہیں ہے میں اس اعتراض کو قبول کرتا ہوں اور یہ بات ظاہر کرنی ضروری خیال کرتا ہوں کہ یہ لفظ محض غلطی کی وجہ سے لکھا گیا دراصل یہ کسی حدیث کا جزو نہیں ہے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ اعتراض کرنے والے بزرگ اس کی کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں“

البتہ اد پر اعتراض انفقے نے حکیم صاحب پر اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ ایک تیسری اور واضحی کا جواب

مرکا اظہار تھا ہا فائدہ وہ حکیم صاحب ہی بیان فرمائیں کہ کون مقصد حاصل کرنا تھا جس کے لئے حدیث میں اضافہ کی حاجت ہوئی اور اب کہ غلطی کا اعتراف ہی ان پانچ سطروں کا غلطیہ صدارت میں کیا فائدہ ہے۔

فقیر کا اس کشف حقیقت و فہم میں مدعا تھا کہ عالی جناب حکیم صاحب اپنی غلطی پر تائب ہو جائیں اور مسلمانوں کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھانا اور اسی اضافہ کو مقام استہمام میں لانا اس خطبہ صدارت میں صرف اسی ایک جگہ ہوا ہے جہاں حدیث پختہ صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے بقیہ حارسے حوالے اعیان و وزر نے انکشاف کے صحیح ہیں کسی طرح کے شک و شبہ کو اس میں دخل نہ دینا چاہیے اس کے سوائے کون مدعا نہ کچھ اور فائدہ۔

اب باب بعیرہ جن کی آنکھیں نور ایمان سے متور ہیں انہوں نے ابھی طرح دیکھ لیا کہ آیا اسلام



اور اسلامی خلافت کی حمایت کی جا رہی ہے یا کفر و شرک کا طغیان ہے جو مسلمانان ہند پر لایا جا رہا ہے۔

جنگ بلقان اور موقع | شاید مسلمانوں نے ابھی وہ عہد فراموش نہ کیا ہو جب کہ جنگ مناسب کا اطلاق | طرابلس شروع ہوئی اور اس کے ختم ہونے سے پیشتر بلقان کی

اڑالی پھڑکی اُس وقت خلافت کی ہمدردی میں جو جوش مخلصانہ مسلمانوں میں پیدا ہوا تھا وہ موجودہ حمایت خلافت سے اپنی شکل و صورت اور طرز و انداز جداگانہ ہی رکھتا تھا اُس میں نہ تو کسی ہندو کی لیڈری تھی نہ مسلمانوں کو ان کی غلجاری کی حاجت وہ ایک ایسا موقع بیداری کا مسلمانوں کے لئے آیا تھا کہ رہنمایان قوم اگر چاہتے تو مسلمانوں کی آنکھوں سے سینڈ کا شمار بھی دفع ہو جاتا لیکن ہزار افسوس اس بد نصیب قوم پر جسے بیداری کے بعد پھر خواب آور دو اہلادی گئی۔

و فد طبعیہ کا قسطنطنیہ سے واپس آنا تھا کہ اسلامی جذبات خالص سیاسیات ہند کی طرف پھیر دیئے گئے میدان جنگ میں ایک لمحے کے لئے خاموشی کیا ہوئی کہ لیڈروں نے بھی خلافت کی خدمت گزار کی کسی آئندہ موقع کے لئے اٹھا کر رکھ دی۔

حوادث پیہم و مسلسل وقوع پذیر ہوتے رہے مہینہ پر مہینہ گزرتا رہا برس پر برس ختم ہوا کئے لیکن نہ کوئی چندہ حرمین شریفین کے لئے جمع کیا گیا نہ مسلمانوں کے سامنے خلافت کی ضرورت پیش کی گئی نہ کوئی خالص مذہبی تحریک محض اسلامی نقطہ نظر سے سامنے لائی گئی گویا ساری تحریکیں موسمی تھیں جن کا وجود تغیر موسم کے ساتھ نیست ہو گیا اس عرصہ میں انجمنیں ہوتی رہیں مصلوں میں بھی کراہی رہی لیکن مذہب و ملت کی کس پرسی علیٰ حالہ رہی اس سبکیں کی طرف کسی نے ایک نگاہ بھی نہ ڈالی لیڈروں کی اب یہ کوشش تھی کہ مادر وطن جس کی خدمت گزار

کی سعادت سے مدتوں محرومی رہی اُس کے حقوق ادا کرنے کا وقت آگیا رہے مذہب کے حقوق رشتہ طیکہ اُن کا وجود تسلیم بھی کر لیا جائے، پھر دیکھا جائے گا علی بھائیوں کی نگرانی اور پشت پناہی کے مقابل میں دینی بھائیوں کی امداد کا ذکر بھی گناہ ہے لہذا اُن سے اعراض و چشم پوشی ہی چاہیے۔

یہ سارا مدسکوت اسی میں بسر ہوا کہ مسلمان لیڈر کانگریس اور لیڈران کانگریس میں مدغم ہو جانے کے لئے ہر طرح کی سعی کرتے رہے یہاں تک کہ رولٹ بل کا وقت آیا اور ستیاگرہ کی ایجاد ہوئی اُس وقت عجیب عجیب طرح سے مسلمانوں نے دین کی توہین کی تاکہ اہل ہندو کو یہ یقین ہو جائے کہ تمہاری اطاعت کے سامنے مذہب کی اطاعت یوں قربان کیجا سکتی ہے۔

واقعہ پنجاب اور پنجاب میں ستیاگرہ کے موقع پر کچھ ایسی سچید گیاں پڑ گئیں کہ معاد  
یا اختلاف

رشتہ تک پہنچا یہ زخم ہندوؤں کے دل پر ایسا گرا لگا کہ اُس کا اندھا کب ہو گا اور کیوں کر ہو گا اسے کوئی بتا نہیں سکتا اب انھیں ضرورت ہوئی کہ مسلمانوں میں بھی کوئی عام شہتال ہوتا تو اس گرا گری میں اُس مقصد کی راہ جس کی طرف آ رہند و گموش نے رہنمائی کی اور جس سواراج کی دلربا تصویر اُس نے دکھائی تھی بہت جلد ملے ہو جاتی ہے۔

ہندوؤں میں اس خیال کا پیدا ہونا تھا کہ جاں نثاروں نے فوراً اختلاف کا مسئلہ تیار کر لیا اسی بجائے مذہب اور اسی کس پہرے دین کا نام لے کر مسلمانوں کو لٹکا رہنے لگے خلاف کے لئے بزم قائم ہوئی جلد ہوا بڑتال کی تجویز ہوئی اور روزہ کا بھی حکم دیا گیا دیکھئے اطاعت اس کا نام ہے ستیاگرہ کے موقع پر شرمگاندھی کا یہی حکم تھا کہ فلاں روزہ روزہ رکھا جائے دوکانیں بند ہوں رزولوشن پاس کئے جائیں اور مندر و مسجد میں دعائیں بھی ہوں رولٹ بل پر بند و تسانی اس طرح اظہارِ نارضا مندی کریں آج اختلاف کے متعلق بھی اسی سبق کو بعینہ و بحدت

دہرا دیا گیا گویا مسلمانوں کے مذہب میں دفع مصائب و آلام کے متعلق بالکل سکوت ہے! مسٹر گاندھی کی تجویز مذہبی تعلیم سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اب خلافت کمیٹی کی بنیاد پڑی چندہ کی تحریک ہوئی، ماتحت کمیٹیاں ہر شہر و قصبہ میں قائم کی گئیں علماء سے فتویٰ پوچھا گیا غرض خلافت کے لئے ہر ممکن العمل تجاویز کا یکبارگی آغاز ہو گیا۔

خلافت کا نام اور | عوام اور سلی نظر رکھنے والوں کو یہ نظر آیا کہ دین کی خدمت ہمارے  
سواراج کا کام | لیڈر بڑی جان بازی و سرفروشی سے کر رہے ہیں لیکن تعمق نظر سے  
جب تحریکات پر کسی نے نظر ڈالی تو اسے صاف معلوم ہو گیا کہ ہندوؤں کے چبائے ہوئے  
لوٹے ہیں جسے ہمارے لیڈر منہ میں پھیر رہے ہیں وہی سودیشی جس کی ایجاد کو میں بچپن میں  
ہوئے وہی بندہ ماترم بایں الفاظ کہ ہندو مسلمان کی جڑ دہی بائیکاٹ یورپ وہی ہڑتال  
یہ سب تجویزیں بظلمت مستقیم صلاح و فلاح ملک سے متعلق ہیں اور ان سب کے ایجاد کا سہرا ہندوؤں  
کے سر پر جو ہندوستان کو اپنا ملک کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں جن کا دعویٰ ہندو اور ہندوستان  
رہے مسلمان ان کا تعلق اسی سے سمجھے کہ ایک امر شرعی و مذہبی جس کا مرتبہ استخوان و استجاب  
کا بتایا گیا ہو نہایت خوشی سے مسلمانوں سے ہندوستان اور یہاں کی دولت و تعلقات کو ترک  
کر سکتا ہے جیسا کہ مسئلہ ہجرت کے وقت عملاً ثابت ہو چکا۔

ہر وہ ایجاد اور پروہ تحریک جو کسی قوم کی ہو جب اسے دوسری قوم اختیار کرے تو  
یہ اس ایجاد و تحریک کی انتہائی کامیابی ہے پس یہ ساری تحریکیں ہندوؤں نے اپنے ملک  
کے لئے کی تھیں جنہیں آج مسلمانوں نے اختیار کر کے ان کی کامیابی پر ہر لگا دی سودیشی  
اور بائیکاٹ کی ایجاد ہندوؤں نے اس لئے کی تھی کہ ملک کی دولت مالک غیر میں کھنڈر

جانے سے محفوظ رہے صنعت و حرفت جس کا نام و نشان بھی اب باقی نہ رہا ان کا نہ صرف  
رواج ہو بلکہ مرتبہ کمال تک انھیں پہنچایا جائے اہل ملک آسودہ ہوں اور خود ملک  
صنعت، حرفت، دولت و تجارت بارونق ہو جائے۔

ستیاگرہ کے موقع پر ہڑتال کی ایجاد ہندوستان میں مسٹر گاندھی کی  
تحریک کا نتیجہ ہے یہ وہی چھپرے چھاپڑ ہے جس کا مزہ بتیس برس سے  
ہندوؤں پر ہی ہندوؤں کا قدم ہر روزگے کی طرف بڑھتا جاتا ہے جو ان کا مقصد  
ہے کہ آئندہ وہ حاصل ہو کر اپنے سے ہندو مقصد کے لئے واسطہ بن جاتا ہے۔

سڈیشی اور ہائیکاٹ کی اسی مدت تک گراماگرنی رہی جب تک تمام ہندو اس کی  
ہمیت و خوبی نہ سمجھتے۔ جب ماسے اس تحریک کی حقیقت سے آشنائی حاصل کر لی تو پھر  
انھیں آگے بڑھنے کے لئے کہا گیا آخر ایک وہ وقت آیا کہ ایک محدود دائرہ میں ہڑتال کی  
تحریک پیش کی گئی اور کامیابی بھی ہوئی یہ بہت ہی پر لطف اور بار آور چھپرے ہے ابھی ہڑتال  
ڈوکانوں تک ہی ذرہ اس کے فوائد اہل ملک سمجھ جائیں تو پھر اس کا دائرہ وسیع کیا جائیگا  
غرض اس وقت تک خلافت کمیٹی نے جو عملی تجاویز مسلمانوں کے سامنے پیش کی ہیں وہ  
سڈیشی اور ہڑتال ہی سڈیشی کی تحریک بہت قدیم ہی لیکن ہڑتال کی ایجاد ستیاگرہ کے  
موقع پر ہوئی ہے ان دونوں کا اصل تعلق صلاح و فلاح ہند سے ہے ہوم رول اور سلف  
گورنمنٹ کے استقبال کرنے والے خدام انھیں تحریکات کے نتائج و اثرات ہیں۔

اب نان کو آپریشن کے مسئلہ کو سمجھئے اور یہ سن کر حیرت زدہ نہ ہوئے  
نان کو آپریشن | کہ یہ دوسرا شعبہ ہڑتال کا ہی تعلیم یافتوں کا حلقہ اس کا دائرہ عمل  
ہی ابھی ہڑتال کی بہت سی اعلیٰ شاخیں برگ و بار کے لئے مناجبت موسم و ایام کی منتظر ہیں

صبر کیجئے اور دیکھتے جائیے۔

اگرچہ نان کو آپریشن کی صدا عام مسلمانوں کے کانوں میں خلافت کیسی ہی نے پہنچائی  
ہی لیکن ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ

درپس آئینہ طوطی صفتم دہشتہ اند

اسچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

مناسب ہوگا اگر دیگر دلائل سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف مولانا عبد الباری صاحب  
فرنگی محلی کا وہ خط جو نان کو آپریشن کے متعلق چھپ کر تعداد کثیر میں شائع ہو چکا ہے نقل کر دیا  
جائے تاکہ ہر صاحب عقل اس خط کے ایک ایک فقرہ پر غور کرے اور یہ دیکھے کہ اس مسئلہ  
کو مذہب اسلام سے کوئی تعلق ہی یا نہیں۔

مکرمی دام مجد ہم السلام علیکم

جناب کا تار وصول ہوا فقیر نان کو آپریشن کے مسئلہ میں بالکل لیسر و گاندھی صاحب کا ہی کیونکہ  
اس طریق کار کا واقف کار نہیں، ان کو اپنا راہ نما بنا لیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی ماننا ہوں  
میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے

عمر یکہ آیات و احادیث گزشت

رفتی و نشاربت پرستے کردی

مولانا کے صدق و صنا کا مسلمانوں کو بدل ممنون ہونا چاہیے جو اپنے اس طبع کھلے اور صاف  
لفظوں میں حقیقت واقعی کو بالکل ہی بے نقاب فرما دیا اس مسئلہ کو اگر دین و مذہب کے کچھ بھی تعلق  
ہوتا تو مولانا کھلے الفاظ میں اپنی ناواقفیت کا اقرار نہ فرماتے اگر شریعت اس کی رہ نمائی فرماتی  
تو مولانا صاحب مسٹر گاندھی کو اپنا راہ نما نہ بناتے اگر اس مسئلہ کی تعمیل حکم قرآن و حدیث سے

مسلمانوں پر ضروری تھی تو پھر مولانا صاحب یہ کیوں ارشاد فرماتے ”جو وہ کہتے ہیں وہی ماننا ہے“  
 ہر مسلمان جب کہ خدا اور اس کے برگزیدہ رسول کے حکم کو ماننا ہی تو ایک عالم دین کی شان  
 تو کہیں اس سے ارفع و اعلیٰ ہونی چاہیے۔ خود اپنے نفس نفیس کے لئے جب یوں ارشاد ہو  
 پتہ و گاندھی صاحب کا ہی تو پھر مولانا کے متبعین و مریدین کا حلقہ بگوشی سے گاندھی صاحب کے  
 دعویٰ خربوت سلسلہ ارادت کو ان کے بھروسہ کرتا ہی وہ بھی حافظ شیرازی کا یہ شعر اپنے موافق حال  
 وجد و طرب میں اگر پڑھ سکتے ہیں سے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانہ خمت ار دار دپیر ما

ایک مغالطہ کا

ازالہ

ہاں بعضوں کو یہ مغالطہ دیا جاسکتا ہے کہ اگر زمان کو آپریشن ٹیڑھا لگا ہی

ایک شعبہ ہی اور یہ وہی سستیا گروہ ہے جسے لباس بدل کر سامنے لایا

گیا ہے جس کی کامیابی ہوم رول اور سلف گورنمنٹ کی نقیب و چاؤش ہی تو پھر کانگریس میں

مخالفت کیوں ہوئی تین دن تک مباحثہ کی گراما گرمی کیوں تھی ہندوؤں نے یہ کیوں کہا کہ ہم

ہندو اس مسئلہ کو محض مسلمانوں کی خاطر سے منظور کرتے ہیں اس مسئلہ کا تعلق چوں کہ محض مسلمانوں

سے ہے اس لئے پہلے عمل بھی انہیں کو کرنا چاہیے مسلمان نمونے اور مثالیں پیش کریں تب ہندو

اس پر عمل آرا ہوں گے یہ مغالطہ ادنیٰ تاہل سے رفع ہو سکتا ہے۔

ہندوؤں کی جماعت مجسمہ عمل ہے ان کے لیڈر ایسا کوئی رزولوشن میں نہیں کرنا چاہتی ہیں

جس کی تائید میں ساری قوم لبیک نہ کہ اُسٹے بیشک اس مسئلہ میں بعض لیڈران ہندو کا یہ خیال

تھا کہ ابھی تک اس شعبہ میں بڑھتا ہوا کے لئے آمادہ نہیں ہے تکملہ ٹیڑھا کے لئے تدریج و استقامت

سے کام لینا چاہیے لیکن مسٹر گاندھی کے خیال میں دہکتے لوہے کو فوراً کوٹنا چاہیے ورنہ ٹھنڈا

ہو کر ہرگز کوٹا نہ جائے گا۔

مسٹر گاندھی نے اپنی پالیسی سے جو گرمی کہ اس وقت مسلمانوں میں پیدا کی ہے اس کا بچنا ہسپتال کے کمال پذیر ہونے میں سم قاتل ہے اس لئے ان کے خیال میں یہ محض ضروری تھا کہ جلد سے جلد ہسپتال کے تمام شعبے اپنی عملی صورت میں آجائیں۔

رہا ہندوؤں کا یہ کہنا کہ محض مسلمانوں کی خاطر ہے اس لئے عملی نمونہ مسلمان پہلے پیش کریں یہ صرف اس لئے کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی قوت عملی سے ہنود بہت اچھی طرح باخبر و آگاہ ہیں۔ مسلمانوں کی پانچ میسرز جہاں تک رزولوشنوں کا تعلق ہے یا تقریر کا میدان باندھنا ہے وہاں مسلمانوں کا قدم سب آگے ہے دشوار سے دشوار بلکہ ناممکن سے ناممکن امر کے لئے مسلمان رزولوشن پاس کرنے کے لئے فوراً آمادہ نظر آئیں گے ایسی تقریریں بھی ہو جائیں گی کہ اجنبی سمجھے کہ زمین و آسمان کا طبقہ یہاں سے اٹھ کر یہ قوم الٹ دے گی لیکن جہاں سے عمل کا میدان آتا ہے وہاں اس قوم کا سایہ بھی نظر نہ آئے گا۔

ایسی سست و کاہل قوم سے کام لینے کے لئے یہ ضرور تھا کہ ہندوان پر اپنے احسان کا پھپر رکھیں اس دباؤ کا پورا زور ہو چائیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں سب تمہارے لئے ہے ورنہ ہمیں کیا غرض تھی؟ جو پچھریوں کو چھوڑیں کونسلوں کو بائیکاٹ کریں اس لئے کہ حکومت برطانیہ سے ہمیں تو کچھ شکایت ہی نہیں ہاں تمہارے محروسہ و مقبوضہ سلطانی کو سلطنت برطانیہ اپنے تصرف میں لائی ہے اور مقامات مقدسہ کے متعلق وزراء نے انگلستان نے اپنے مواعید پورے نہیں کئے تم ہمارے وطن بھائی ہو لہذا تمہاری دردمندی میں خطابات اعزازی عمدے اور دکالت و بیرسٹری بیان تک کہ کونسل کی ممبران سب ہم دست بردار ہوتے ہیں۔

مسئلہ ہسپتال یا نان کو آپریشن کی صورت تمہاریاں سے سابقہ سے بالکل جدا گانہ شکل رکھتی ہے

سوڈینی اور بایکاٹ وغیرہ ایسی تحریکیں تھیں جن میں کامل اتحاد و اتفاق کے بغیر بھی ایک حد تک کامیابی ہو سکتی تھی اور بوئی لیکن ہرتال اپنے کسی شعبہ میں بھی اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اہل ملک کا کامل اتفاق و اتحاد نہ ہو۔

ہرتال اور مسٹر گاندھی ایسا ملک جس میں ایک ہی قوم آباد ہو وہاں ہرتال کی تحریک جلد آباد اور  
**کی فیلسوفی** ہو سکتی ہے لیکن ایک ایسا ملک جس میں مختلف قومیں آباد ہوں وہاں

تحریک ہرتال سے پیشتر ملک کی آبادی کا کسی ایک مرکز وفاق پر اجتماع از بس ضروری ہے مسٹر گاندھی کی دُور بین نگاہوں نے جب یہ دیکھا کہ مادر وطن کا ناملے کر مسلمانوں کو من حیث القوا حرکت میں نہیں لایا جاسکتا چاہے ہندوئی وجاہت یا شہرت پسند شریک ہو جائیں لیکن قوم کی قوم کی شرکت متعذر ہے تو وہ ہندوؤں کے سامنے آزادی ہند کو شفیق لائو اور مسلمانوں کے سامنے مسئلہ خلافت پیش کیا اور اس ایک مرکز پر کہ انگریزوں کا وجود دونوں کی گرفتاری اور پامالی کا موجب ہے۔ ہندو مسلم دونوں متضاد قوموں کا اجتماع کر دیا۔

لیکن اسی کے ساتھ مسٹر گاندھی کی کمال ہنرمندی کا اظہار اس حکیمانہ طرز عمل سے ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ میں صرف انہیں مقاصد و اغراض کے تکملہ اور تحصیل کے لئے لا کر کھڑا کر دیا جس سے ہندوستان کی آزادی برسوں کی راہ گھنٹوں میں سٹے کر لے یہ ملک جس قدر آزادی سے قریب ہوتا جائے اسی قدر خود مسلمانوں ہی کے جدوجہد سے ہندوؤں کی حکومت یونانیو ناقوی ہوتی جائے اور مسلمانوں کی ہستی ہندوستان میں مٹے مٹے خود کے مرتبہ پر پہنچ جائے۔

شاید مسلمانوں کو ہندو لیڈروں کی اُس زمانہ کی پالیسی بھی یاد ہوگی جب کہ یورپ کے میدان کارزار میں جنگ کی آگ ایسی بھڑکی جس کے شعلوں اور چنگاریوں سے ہندوستان کا



مصنوع و محفوظ رہنا بھی معرض خطر میں تھا اس وقت خصوصیت کے ساتھ مشرگانہ ندی کی پالیسی مسلمانوں کے ساتھ ان کی مخلصانہ محبت کا اچھا سراغ بتاتی ہے۔

لیکن جنگ کا فائدہ جب کہ ایسے پہلو پر ہوا کہ برٹش گورنمنٹ کا قبضہ ایشیا کے حصص میں زیادہ ہو گیا اور ان جدید محروسات کی آبادیوں کا فوج و لشکر کی صورت میں ہندوستان میں رکھا جانا قرین قیاس معلوم ہوا تو اب ہندوستان کی آزادی اور ہندوؤں کا اقتدار انحصار لیڈران ہنود کو محل خطر میں نظر آنے لگا جیسا کہ لالہ واجپت رائے نے اپنی تقریر میں ان دونوں خطروں کو کھول کر بیان بھی کیا ہے۔

یہ عجیب کشاکش کا وقت ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کے لئے تھا اگر دونوں قومیں ایک دوسرے سے اجنبی رہتی ہیں تو مدعا فوت ہوتا ہے اور اگر ایک بڑھکر دوسری سے اتحاد کی استعداد پیش کرتی ہے تو اتحاد کے ساتھ ہی دوسرے فریق اس استعداد کو اپنے میں جذب کر لینا چاہتا ہے انفرادی ناکامیابی و مایوسی ہے اور اتحاد و اجتماع میں تجاذب و ادغام۔

اس عقیدہ لائیکل کو مشرگانہ ندی نے اپنے ناخن تدبیر سے ایسا سلجھایا کہ مسلمانوں کی عقلیں اُلجھ گئیں اسی اُلجھن میں مسلمانوں نے اتحاد کا ہاتھ بڑھانے سے پشیمان ہو جانے کی کوشش کی تشقہ کھینچا مندروں میں گئے پڑھادے پڑھائے بتوں پر پھولوں کا تاج رکھا گویا تاجی جیسے پکاری قربانی گاؤں سے توبہ کی منبر و مکرہ پر ہنود کو تبلیغ و ہدایت کے لئے جگہ دی اب مسلمانوں کو لکھے جاتے ہیں کتابیں شائع ہوتی ہیں وعظ کے جاتے ہیں جن کا موضوع یہ ہوتا ہے کہ کفار مشرکین میں جذب ہو جانا عین دین و اسلام ہے۔

کانگریس تو مسلمانوں کے اعراض کی وجہ سے امر محتاج بیان نہیں کہ ہندوستان کی آزادی یا نظام سلطنت ہندک

یسی تبدیلی جس سے اہل ملک اور رباب حکومت سلطع مساوات پر آجائیں یا مساوات سے قریب تر ہو جائیں اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک میں کی دونوں بڑی آبادیاں یعنی ہندو اور مسلم باہم متحدہ ہمنوا نہ ہو جائیں اسی اصل کا لٹھا ٹھکے ہوئے ابتدائے عہد کانگریس میں ہندوؤں کی جانب سے مسلمانوں کو اپنا ہم آہنگ بنانے کی کوشش بیخ کی گئی لیکن اُس وقت ہی مصلحت قرار پائی کہ مسلمانوں کو سیاست میں اُس وقت تک دخل نہ دینا چاہیے جب تک علوم مغربیہ کا ایک کافی حصہ مسلمان حاصل نہ کریں۔

ہندوؤں کی رفتار ترقی کی تمہیں | ہندوؤں نے جب مسلمانوں کی نہ صرف کناہ کشتی بلکہ کانگریس کے مقاصد

طرز عمل سے مخالفت بیزاری دیکھی اسلئے ان کی جانب سے انہیں با یوسی ہوئی تو انہوں نے نہایت ہی عزم و استقلال سے حکیمانہ انداز پر اپنی قومی رفتار کی حرکت تین سمتوں میں منقسم کر دی۔

ایک جماعت نے اقتصادیات کو اپنا نصب العین قرار دیا اور کتاب دولت کے جس قدر ذرائع اور وسائل تھے انہیں اپنے ہاتھوں میں لے لینے میں ساعی و کوشاں ہونے کی عزمیت کے ساتھ ساہوکاری کو اس سلیقہ سے انجام دیا کہ پچاس برس کے عرصہ میں مسلمانوں کی تقریباً ساری دولت سمٹ کر ہندوؤں کی ملکیت ہو گئی الا ماشاء اللہ۔

دوسری جماعت نے تعلیم اور اُس کے ثمرات کی طرف قدم بڑھایا اور اس راہ میں بھی انہیں بے انتہا کامیابی حاصل ہوئی خاص ہندوؤں کی تعلیم کا ہوں کا شمار جو کیا گیا ہے اور پھر اُس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی درسگاہیں رکھی گئیں تو ان کا وہی افسوس سے آگیا ہی جو سماں دولت کا مقابلہ کرتے ہوئے پیش نظر ہو چکا ہے۔

تعلیم کے بعد ملازمت اور عملی پیشہ کامیہ ان سامنے آتا ہے یہاں بھی ہندوؤں کا مقابلہ مسلمانوں سے وہی نتیجہ دیتا ہے جو سابق کے دو مقابلوں میں

حاصل ہو چکا ہے۔

تیسری جماعت نے عملاً سیاسیات کی طرف اپنا قدم بڑھایا اور نہایت عزم و استہلال سے اس حوصلہ شکن صبر آزار راہ پر چلنے لگے اس میں شک نہیں کہ سیاست کی راہ بہت ہی پرخطر تھی اس کی سنگلاخ زمین قدم قدم پر ایک پر خار وادی سامنے لاتی تھی جس پر چلنا اپنے تلووں کو زخموں سے چور چور پاؤں کو گھائل بنانا تھا لیکن ہندوؤں کے عزم اور بہمت مردانہ کی داد دینی چاہیے جنہوں نے نہایت ذوق و شوق سے اس بیچ در بیچ خارزار سے نہ صرف گزر جانا بلکہ اس راہ کو صاف کر دینے کا عزم کر لیا تھا۔

ان کے لئے ہرنوک چارلڈت افزا اور ولولہ انگیز تھی ہر ٹھوکر سنگ راہ کی ان کے سمند شوق کے لئے ہمیز تھی قید خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھریاں قصر و ایوان کی راحت و قضا سے ہمسری کرتی تھیں طوق و سلاسل کی جھنکار اور آہنی زنجیروں کی سیاہی مرصع زیوروں کی چمک دمک اور ان کی آواز سے زیادہ گوش نواز اور نظر افروز تھی۔

سلف گورنمنٹ کا یہ سب کچھ تھا لیکن حکومت کی ہکناری جس چڑھاوے اور قربانی کی نذرانہ خواہاں تھی اب تک ہندوؤں کے ہاتھوں نے وہ نذرانہ پیش نہیں کیا تھا اسی لئے سلف گورنمنٹ اور ہوم رول کا خوشنامنظر قریب تو ہو گیا تھا لیکن حجاب اس کے پردے ہونز اس پر پڑے ہوئے تھے ضرورت تھی کہ بہت سی جانیں حکومت کی دیہی پر بھینٹ چڑھا دی جائیں۔

سیاست کے سارے منازل میں یہ منزل سخت ترین تھی قرب شوق کی آگ بھڑکارا تھا اور جان کی اضعاف دامن پکڑتی تھی نکمی اور رائیگاں جانوں کی تلاش تھی بالآخر اسماعان نظر اور تعمق فکر کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ تینوں جماعتیں اپنے اپنے سی سالہ کماے ہوئے سرمایہ کی اس طرز خاص سے ایک جھلک ملانوں کو دکھلائیں کہ ان کی نگاہیں خیرہ اور عقول حیرت زدہ

ہو جائیں کچھ پناہ و شرف نہیں نہ بھائی دے نہ سمجھ میں آئے ہاں اس پراگندگی جو اس میں اپنی ہی ہیستی کو نہیں اس عمل سے قربانی کی ضرورت بھی پوری ہو جائیگی اور یہ پہلو کا کمانا دو جو مسلم اپنی نکل بائے گا۔

**محر سامری کا آئینہ** | اس محرم کی کھیلوں کی ٹیموں کی ویجا تو انہیں صاف نظر آیا کہ ہندوستان کی دولت اور سرمایہ دولت ایک جماعت کے ہاتھوں میں ہے ماہرین علوم مغربہ جوق در جوق ایک دوسری جماعت کے ساتھ ساتھ ہیں۔ قیسری جماعت سلف گورنمنٹ کی طرف ہاتھ بڑھا رہی ہے اور اشارہ قریب کر رہی ہے وہ جماعت دور نہیں جب کہ یہ جماعتیں متحد ہو جائیں تو دولت غلہ اور حکومت دونوں کا اجتماع قوم ہندو میں ہوا جاتا ہے۔

مسلمانوں نے بچائی ہوئی نکتہ اس جماعت کو دیکھا اور تڑپ کر رہ گئے اس لئے کہ اس دور فرسٹ میں جب کہ ہندو اپنی قوم میں زندگی کی رُوح پھونک رہے تھے اور چکھانہ طرز پر ان اسباب کی فراہمی میں مصروف تھے جن کے اجتماع کا نتیجہ قوم کا زندہ ہونا ہے مسلمان نہایت اطمینان و سکون سے اس راہ پر با بر قوم بڑھائے جا رہے تھے جس کا نتیجہ فرسٹی اور اور مردہ قوم بن کر رہنا ہے۔

یہ دوت بگاڑتے تھے وہ ثروت بنا رہے تھے یہ بیچتے تھے وہ خریدتے تھے یہ قرص سودی لیتے تھے وہ سود در سود کے پیچ میں ان کی جائدادیں وصول کرتے تھے وہ پڑھ رہے تھے پڑھا رہے تھے یہ قلعہ کے نام سے کانپ کانپ اٹھتے تھے وہ ہنست کرتے تھے بھاگتے اٹھتے تھے یہ کاہلی اور تن آسانی کی لذتیں لے رہے تھے وہ معاشرت میں کنایت شکاری ٹونڈ رکھتے تھے یہ اپنی معیشت کیس بڑھا معاشرت میں رنگینی پیدا کرتے تھے وہ باوجود باہمی نفرت نہ بھی پھر بھی ایک زبردست مرکز اتحاد رکھتے تھے یہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اختلاف پیدا کرتے

تھے اور عداوت کی حد تک اُسے پہنچا کر چھوڑتے تھے آخر اس کا نتیجہ یہی تھا کہ یہ دنیا میں باقی تو رہیں لیکن مفلس جاہل اور بد اخلاق ہو کر نوہ عبرت و بصارت ہوں نہ ان میں ہمیت ہو نہ غیرت نہ صدق و صفا پایا جائے نہ عہد و وفا۔

ایسی حالت میں حریصانہ نظر سے ہندوؤں کی طرف دیکھنا بجز اس کے اور کیا ثمرہ دیتا کہ حسرت و ارمان دل میں خون ہو کر رہ جائیں موجودہ حالت میں یہ کس مرض کی دوا رہ گئے تھے جو انھیں ہنود اپنے میں شامل کر لیتے۔

حصولِ غلبہ کی ایک | یہ ایک مسلہ قاعدہ ہے کہ اگر ایسی قوت جس کا اپنے میں نہ پایا جاتا اپنے  
مغرب تدبیر | ضعف کا موجب ہو تو پہلے کوشش اُس قوت کو حاصل کرنے کی ہونی  
چاہیے لیکن اگر اُس کا حصول متعذر ہو تو پھر اُس قوت کو فنا کر دینا ضروری ہے تاکہ کسی وقت  
اُس سے تصادم ہو کر اپنے ضعیف و مضمحل ہو جانے کا خطرہ باقی نہ رہے ہندوؤں نے اس  
اصل کو سمجھا اور کمال دانشمندی سے برتا۔

ابتداء عہد کانگریس میں مسلمانوں کی ایسی حالت ضرورت تھی کہ ان کی شرکت و موافقت  
کی ہندوؤں کو تمنا رکھنی لا بد تھی لیکن ان موجودہ ایام میں جب کہ ہندوؤں نے اپنے کو بہر پہلو سے  
اس قدر مضبوط کر لیا ہے کہ اب ان کی کامیابی رہیں شرکت غیر نہیں تو پھر وہ مسلمانوں کی طرف  
کیوں دست احتیاج بڑھاتے۔

جد و جہد کی صعوبت ترین گھاٹیاں جب کہ وہ بغیر معاہدہ و نعت مسلمانوں کے طے کر چکے ہیں  
اور اب وقت اس کا آیا ہے کہ وہ اپنی جاں نثاں کوششوں کے ثمرات سے بہرہ مند ہوں تو مسلمانوں  
کو اس کا کیا حق ہے کہ اس کامیابی میں شریک ہونے کی آرزو کریں اور بے درد سہولت سلف  
گو رنمنٹ کے مزے اٹھانے کی ہوس رکھیں ہاں اس وقت ہندوؤں کو اس کی تلاش ہے کہ

اگر منت کی کچھ جائیں مجھائیں تو انھیں حکومت کی دیہی پر قربان کر کے بھینٹ کے فرض سے بھی فایز ہو جائیں اب بندہ دوں کو یہی آخری فرض ادا کرنا ہے اور اسی کے لئے مسلمانوں کو ایک خاص تدبیر سے اپنے میں شامل کر لیا گیا ہے۔

### ذوقِ شہادت

مسلمانوں میں ایک جذبہ شہادت ایسا ہے جو ہنوز بالکل ہی مردہ نہیں ہوا ہے یہ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور بالکل سچا عقیدہ ہے کہ دین کی حمایت میں جب کوئی ہم میں سے مارا جائے تو وہ مرتبہ شہادت سے فائز ہوتا ہے۔ شہید ملنے کے مدارج علیا کی بندی صرف اس سے سمجھے کہ ہر میت کو غسل دینا ضروری ہے جب کوئی نبی یا رسول اس عالم سے نہاں ہو یا جب کسی غوث و قطب نے اس سر سے فانی کو چھوڑا تو اسے غسل دے کر کفن پنا کر آغوشِ لحد کے حوالہ کیا گیا۔ لیکن ایک مجاہد جب جامہ شہادت سے سیراب ہوتا ہے تو اس کے اعضا و جوارح کا خون یہ حرمت و عزت رکھتا ہے کہ دنیا کا کوئی پانی اسے دھو نہیں سکتا لہذا شہداء کے جنازہ پر نماز تو پڑھی جاتی ہے لیکن ان کا جسم غسل سے بے نیاز ہوتا ہے۔

یہی شہادت کا ذوق جس وقت کسی قلب مومن میں پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اسکی ساری کائنات اس کی نظروں میں ہیج ہو جاتی ہے یہ جذبہ کسی دوسری قوم میں پایا نہیں جاتا چنانچہ انھیں آیام میں ایک اپیل انگریزوں سے مٹے گا ندھی نے شائع کی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں بدیر اندھ ب آپ کے خصومت رکھنے سے منع کرتا ہے میں اپنا ہاتھ آپ پر کبھی نہ چلاؤں گا خواہ میرے پاس اتنی طاقت بھی ہو جائے میں خود مصیبت جمیل کر آپ پر فتح پانے کی امید رکھتا ہوں علی برادران بیشک اپنے ملک ملت کی حمایت میں تلوار اٹھائیں گے اگر ان سے

ہو سکتا تو: (تلخ جبل پورہ، نومبر ۱۹۲۲ء)

دیکھئے کس دانائی سے گاندھی صاحب اس وقت محفوظ گیند کھیل رہے ہیں اپنی طرف سے انگریزوں کو بہ تمام و کمال مطمئن بھی کرتے جاتے ہیں اور اسی کے ساتھ مسلمانوں سے بدظن کرتے ہوئے اور انھیں نہیب و خوشنما شکل میں دکھاتے ہوئے تلوار اٹھانے پر ترغیب و تحریص بھی فرما رہے ہیں خیر یہ تو ان کی پالیسی کی اصل جان ہی لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے مذہب کا یہ فتویٰ انگریزوں سے ہی کیوں مخصوص ہے؟ کاش مسلمانوں کے حق میں بھی آپ کا دین اپنی مراعات کا حکم دیتا تو آ رہ۔ شاہ آباد اور کٹار پور میں مسلمان اس بیدردی سے قتل نہ کئے جاتے۔ گاندھی صاحب نے مسلمانوں کے اس جذبہ شہادت میں رستے حیات باقی پائی اور کمال دانشمندی سے مسلمانوں کے اس جذبہ کو آہستہ آہستہ بھڑکانا شروع کیا مسلمان یہ سمجھے کہ سچ مچ یہ ہمارے دوست ہیں اور انھیں ہماری بربادی پر اس قدر نگہ ساری و تاسف ہے کہ اپنا سر دینے پر تیار ہیں۔

حالاں کہ جس شخص کا مذہب خود اس کے مقامات مقدسہ اور معاہدہ کے لئے ہاتھ تک اٹھانے کی اجازت نہ دیتا ہو وہ مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کے لئے کب تلوار اٹھا سکتا ہو لیکن افسوس مسلمانوں نے یہ نہ سمجھا کہ وہ سر دینا نہیں چاہتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے سروں کی انھیں حاجت ہے یہ لہکر ایک کثیر تعداد میں اسے مفت لیا چاہتے ہیں۔

خلافت کا رُخ | کیا صیبت ہے کہ مسلمانوں کو خلافت کا نام لے کر بھڑکایا گیا اور جب ان میں سواراج کی طرف | گرمی پیدا ہو گئی تو ان کے جوش کا رُخ سواراج کی طرف پھیر دیا گیا اب مسلمان ہیں کہ جوش میں بھری جاتے ہیں اور ہندوستان کے لئے جان دینے پر آمادہ ہیں اگر یہ اب بھی جوش میں نہ آئے تو وہ دن سامنے آتا ہے جب کہ کاشی اچودھیا اور دوار کا کی خاطر مسلمان اپنی جانیں دیں گے بجائے نعرہ تکبیر گاندھی کی جھڑپا کرتے ہوں گے سلف گورنمنٹ کی آفری بیٹری ہندوستان اسی وقت طر کرے گا جب کہ ایک کثیر تعداد میں مسلمانوں کی جانیں نذر اہل موہنگی

ہندوستان کا فائدہ تو تہمی و یقینی ہے رہا اسلام اور اسلامی خلافت اور مسلمانوں کے تقاضے  
مقدسہ ان کا خدا حافظ۔

### عاجزۃ التماس

فرزندِ انِ اسلام! اس فقیر بے نوا کے معروضات کو تعصبِ الگ ہو کر  
ملاحظہ فرمائیے۔ ان عاجزانہ گزارشوں کو تطبیق و واقعات دیکھئے۔ اپنے  
ایڈروں کی اضطراری حرکات اور کورانہ رفتار پر غور کیجئے اب نہ مقامات مقدسہ کی حفاظت پر  
نہ ہجرت کے لئے بلند آہنگی نہ جزیرۃ العرب پر جوشِ ہجر نہ خلافت پر بزمِ ماتم اب تو صاف اور  
الفاظ میں وہ بھی یہی کہہ رہی ہیں کہ ہندوستان کو پیٹے آزاد کر لو پھر اپنے مطالبات مذہبی کا ذکر پھیرنا  
خدا کے لئے ذرہ انصاف کا کام لو کیا یہ مقصد کانگریس نہیں کیا یہ ساری مذہبی تصویریں جو اس ایک  
برس میں جلد جلد سامنے لانی گئیں وہ بذاتِ خود مقصود و مطلوب نہ تھیں بلکہ ان کی نمائش کا  
مقصد صرف تمہارے جذبات میں ہیجان پیدا کرنا تھا اور اس ہیجان کو خدمتِ ہندوستان میں  
صرف کرنا تھا یہ ساری جاہ و آرائیاں جو تقدس کی پیکر میں ہوئیں ان کی محض ہی غایت تھی کہ تم  
کسی طرح ہندوؤں کے فدائی ہو جاؤ اور تمہاری مذہبی عقیدت فنا ہو جائے پھر حکومت ہند  
اتھوں میں ہندوؤں کے اُس طرح دید و بیا کہ ہندوؤں کا دل چاہتا ہے۔

اسی اشار میں جب کہ مسلمانوں نے اپنی مذہبی ہدایات پر خیانت اور مدابنت کی کند چھری  
پھیری اور سلاہِ قربانی میں صدیوں کے حق کو ذبح کر ڈالا ہندوؤں نے جا بجا میونسپلٹی میں  
یہ ٹیکٹ پاس کر دیا کہ کوئی پکڑے اور پچھڑا امدود میونسپلٹی میں نہ ذبح ہو نہ اُس کا گوشت ذبیحہ  
میں داخل ہو نہ پیئے نہ لکھو اور بندہ شرم و غیظ میں یہ قانون پاس ہو چکا ہے ذرہ صبر کیجئے چند  
ہفتے میں کوئی گوشہ ہندوستان کا ایسا نوگاہاں یہ قانون نافذ نہ ہو جائے۔

اس وقت کہ ہندوستان میں سلف گورنمنٹ قائم نہیں ہوئی ہے اس وقت کہ مسلمانوں



کی جماعت من کل الوجہ ہندوؤں کے پنجہ اقتدار میں گرفتار نہیں ہوئی ہے اس وقت کہ ان کی پریشانی کے لئے مسلمانوں کا اتفاق بہت ضروری ہے اس وقت کہ مسلمان دھوکے میں آکر خود ہی مذہبی اور ملکی حق یعنی قربانی گاؤں کو چھوڑنے اور چھڑانے پر بید ساعی ہیں اس کی کیا ضرورت تھی جو ہندوؤں نے اسے از روئے قانون بند کر دینے کا حکم نافذ کر دیا دوستو اب بھی آنکھیں کھولو دیکھو تمہاری اس موجودہ حالت سے ہندوؤں نے کیا فائدہ اٹھایا۔ باوجود مخالفت مسلمان ممبران میں سہلی پھر بھی کثرت و دلت سے یہ قانون پاس ہی ہو گیا۔ ہندو ممبر تعداد میں زیادہ تھے بازی جیت لے گئے عام مسلمان اس وقت خاموش ہیں۔

اگر ذرہ زبان کو جنبش ہوئی تو پھر گاندھی صاحب اپنا دست کرم مسلمانوں سے اٹھالیں گے۔ ہندو مسلم اتحاد جاتا رہے گا۔ افسوس صد افسوس مسلمان اس اتحاد کے خوف سے خاموش رہیں اور ہندو اس وقت کو غنیمت سمجھ کر مدتوں کی تمنایوں پوری کریں یہ ہیں نتائج ہندو مسلم اتحاد کے اور یہ ہی مژدہ نان کو اپریشن کا اور یہ ہے بڑا سلف گورنمنٹ کے لئے ہندوؤں کے معاون و مدگار ہونے کی سعادت کہ خوش ست از بہارش پیدا است

سیاسی علماء کا  
مذہبی فتویٰ

جس وقت سیاسی لیڈروں نے خلافت کے متعلق صدائے احتجاج بلند کی تھی اسی وقت سیاسی علماء نے بھی اپنا فتویٰ شائع کرنا ضروری

سمجھا وہ فتویٰ عجیب عجیب اندازوں میں علماء ہند کی خدمت میں پہنچایا گیا عیاری و مکاری کا کوئی طریقہ نرم اور گرم ایسا نہ تھا جسے تصدیق و تصویب کے لئے عمل میں نہ لایا گیا ہو۔

فتوے میں حسب ذیل مسائل پر ردنی ڈالی گئی تھی (۱) خلافت و نصب امام (۲) شرط

امام و خلیفہ (۳) جزیرۃ العرب کی تحدید اور اس کے متعلق احکام شرعیہ (۴) جہاد کی اہم

قسم دفاع کے احکام اور اس کا وقت۔

فتوے کا خلاصہ المرام وغامۃ الکلام اس مفہوم پر تھا کہ اس وقت خلیفۃ المسلمین کی  
سے بغیر عام ہے اور تمام عالم اسلامی پر دفاع فرض میں وقت آگیا کہ بیا بغیر اجازت  
بین نخل کھڑا ہو سبیاں بغیر اذن شوہر جہاد کے لئے نخل نہیں یہ وہی وقت آپنا جب کہ ہر نفس  
ذات کو اس بغیر عام پر صدائے لبیک بلند کرنا فرض ہے۔

جس طرح اداۓ فریضہ صلوٰۃ و صیام کے لئے والدین اور شوہر کی اجازت و رضا کی  
ت نہیں اسی طرح اس وقت جہاد کرنے میں بھی ان کی مرضیات کا خیال اور ان کی ناخوشنودی  
ذات ایک گناہ عظیم ہے۔

یہ فتویٰ ملک میں گشت کرتا رہا جراثیم و عسائف میں بھی شائع ہوتا رہا عوام کچھ نہ سمجھے  
جہاد دفاعی جو اپنے مقابل قسم جہاد یعنی حملہ و هجوم سے کہیں زیادہ اہم اور واجب العمل ہے  
س کے لئے جو بغیر عام پکار دی گئی تو پھر اب انتظار کیا ہی منتیان شرع متین جہاد کا علم اٹھائیں  
ہر ایک عالم اپنے دائرہ اثر کا مرکز بن کر مجاہدین کو جمع کرے سامان جنگ تیار ہو اور نظام جہاد  
تیب و تنظیم کی صورت میں لایا جائے مجاہدین فی سبیل اللہ کے نعرہ تکبیر سے فضاۓ ہند صید  
بہر پھر ایک بار گونج اٹھے۔

یہ اسی انتظار میں تھے کہ ملکہ سیاسی کی بارگاہ میں ایسی خاموشی چھالی کہ گویا اس اہم رکن  
سی کا انصرام نہ کسی شرط سے مشروط ہی نہ عساکر اسلامیہ کے لئے کسی قواعد و تنظیم کی حاجت ہی نہ  
مل میں کسی فراہمی اسباب و سامان کا مقتضی ہی محض فتویٰ لکھ کر چھاپ دینا ہی سارے شرائط  
ضوابط و مایحتاج کا تکفل و ضامن ہے۔

اسی دور انتظار میں جب کہ ایک برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا تو باہ  
رجب کا پور میں ایک جلسہ جمعیتہ علماء ہند کے نام سے ترتیب دیا گیا۔

ملکہ سیاسی لفظ  
جہاد کی تحقیق

جس کی کرسی صدارت کو ابھی عالم نے جو اس فتوے مشہورہ و معلنہ میں لباس مستغنی  
سائے آئے تھے عزت و تملکت بخشی۔

خطبہ صدارت میں کلمہ جہاد کے منہ سے نکالنے پر اپنی بیخوفی و عدم ہراس کا پروردگار نے  
میں اظہار فرماتے ہوئے معانی جہاد بیان فرمانے کی بھی زحمت گوارا فرمائی نہایت جوش و خروش  
کے انداز میں مجمع عام کو سمجھا دیا گیا کہ یہ بھی جہاد ہی وہ بھی جہاد ہے اسے بھی جہاد شریعت میں  
کہتے ہیں اور اسے بھی جہاد شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

عوام کے لئے پھر بھی یہ عقیدہ لایسجل ہی رہا ان کی سمجھ میں خاک نہ آیا کہ برس روز بعد آج  
معنی جہاد کی تحقیق اور اس کے مصداق کی تفہیم و تلقین کیوں کیجاتی ہے اسی طرح آہستہ آہستہ درجہ  
بدرجہ کبھی کسی تحریر اور کبھی کسی تقریر کی ذیل میں مسلمانوں کو ایک غیر متعین صنف جہاد کے لئے  
علماء سیاسی تیار کرتے رہے۔

**تعمین جہاد** | واقعہ یہ تھا کہ ان مدعیان علم کو اپنے پیشوایان کید و جیل یعنی جنٹلمین لیڈروں کے  
جو فیض پہنچتا تھا وہ انہی کو مسائل شرعیہ اور اصطلاحات دینیہ کے لباس میں عام مسلمانوں کے  
سامنے لاتے تھے جنٹلمینوں کا مبدع فیض مسٹر گاندھی کا دماغ تھا ایسی صورت میں جب کہ ان  
علماء سیاسی کا سلسلہ الذہب ایک مخزن کفر و شرک پر جا کر منتہی ہوتا ہوا اس کے سوا اور کیا چارہ  
کار تھا کہ جب تک کچھ اسی طرف سے القانہ کیا جائے یہ ساکت و صامت ہی رہیں۔ رفتہ رفتہ  
وہ وقت آیا کہ مسئلہ نان کو اپریشن کی تحریک تسلیم کر لی گئی اب علماء کے جناب سے بھی جہاد اپنے صحیح  
مصدق پر آکر متعین و مشخص ہو گیا۔

عوام سدیشی کا استعمال کریں یہ ان کا جہاد ہی اعزازی حمدے واپس کے جائیں یہ آنریری  
کام کرنے والوں کا جہاد ہی۔ کونسل کی ممبری چھوڑ دینا آنرینل ہونے والوں کا جہاد ہی سب سے بڑا جہاد

طلبائے انگریزی خواں کے لئے ہر وہ موجودہ نظام تعلیم کو جب تک نہ چھوڑیں گے مجاہدین میں ان کا شمار قطعاً نہ ہو گا ساری وعیدیں جو تارکین جہاد کے لئے ہیں ایک وعید بھی ان میں ایسی باقی نہ رہے گی جو طلباء پر صادق نہ آجائے موجودہ نظام تعلیم کے ترک میں تاخیر و تدبیر بھی گناہ کبیرہ ہے والدین و اساتذہ کے استشارہ و استرضاء کی بھی حاجت و فرصت نہیں۔

وہ جہاد سے فرض عین کہا گیا تھا وہ جہاد جس میں اولاد کو والدین اور زوجہ کو زوج کی اجازت کی حاجت نہ تھی وہ جہاد جس کے لئے نفیر عام ثابت کیا گیا تھا وہ جہاد جس کے معنوں کا کسی وقت شمار کیا گیا تھا وہ جہاد جس کی صورت خاص آج تک غیر متعین تھی وہ یہ مسئلہ نان کو پریشانی ہے۔

عزیزانِ دین ہمارے ہندوستانی جو بصورت کتاب اور اسی نام سے شائع ہوا ہے ہزاروں کی تعداد میں تقسیم بھی ہو چکا ہے اسے من اولہ الی آخرہ پڑھ جاؤ دیکھو تو اس میں ان اقسام جہاد میں سے کون مذکور ہے طقات مسلمہ پر تقسیم اقسام جہاد کا کیس اس میں نام و نشان بھی ہے ہندوستان اور اس کی آزادی کے لئے سرفروشی کا کہیں ایک حرف بھی آتا ہی ہدایت و نہایت میں آخر یہ فرق میل و نہار کیوں ہے؟

ہاں یہ ساری فتوے نویسی اور مجالس کی گراگری صرف اسی لئے تھی کہ نوجوانوں کو والدین و اساتذہ سے سرکشی و تردد پر اچھی طرح آمادہ کر دیا جائے تاکہ ملک میں ہنگامہ آرائی کے نئے ایک بانی تعداد پشیمکھے نا تجربہ کاروں کی ہاتھ آجائے۔

علمائے سیاسی اور علماء | تمہیں اسی خدا کی قسم جس پر تمہارا ایمان ہو ہے یہ بتاؤ کہ نفیر عام کے جہاد کی توہین | وقت یہی وہ جہاد ہے جو ہر نفس پر فرض ہو جاتا ہے تمہیں اسی مذہب و دین کا واسطہ جس کے تم پر ہو ہے یہ بتاؤ کہ بی بی کو بغیر اذن شوہر اور اولاد کو بغیر اذن والدین

کیا اسی جہاد کے لئے نخل کھڑے ہونے کو کہا گیا ہے۔

”المجاهد من جاهد لنفسه والمهاجر من هجر ما نهي الله ورسوله عنه“

یعنی مجاہد تو وہی ہے جو اپنے نفس سے جہاد لڑتا ہے اور مهاجر وہ ہے جس نے ان چیزوں کو چھوڑ دیا جس کے ترک کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے صادر فرمایا اس حدیث پاک کی اب تلاوت کرتے ہو اور جہاد و ہجرت کی اب یہ تصویر پیش کرتے ہو۔

بیشک ہر وہ سچی جو حق پرستی اور خدا کی راہ میں کی جائے وہ جہاد ہے و انفس صلوة و صیام حج و زکوٰۃ کا پابندی و استقامت سے ادا کرنا نوافل و مستحبات کی برکات حاصل کرنا یہ بھی جہاد ہے احقاق حق و البطلان باطل یہ بھی جہاد ہے۔ سچ بولنا عفت و پارسانی اختیار کرنا دیانت و امانت کی زندگی بسر کرنا یہ بھی جہاد ہے یتیم و یتیم کی خبر گیری ضعفاء و مرضاء کی خدمت گزاری یہ بھی جہاد ہے لیکن اس جہاد کے لئے توفیر عام کی شرط نہیں کفار و غیر مسلم اقوام کا بلاد اسلامیہ پر سبجوہم اس جہاد کا موقوف علیہ نہیں یہ جہاد امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین کی دعوت و پکار کا خواہاں نہیں یہ وہ دفع نہیں جو درجہ بدرجہ شرفاً و غرباً عامہ مسلمین پر واجب ہوتا ہے بلکہ یہ تو وہ جہاد ہے جس سے انتہائی امن و سکون فایۃ سطور و شوکت بید فراغت و قوت کے ایام میں بھی کسی مومن کو فارغ نہ بیٹھنا چاہیے۔

المجاهد من جاهد لنفسه کا جہاد ہر صبح کو ایک سچے مخلص مسلم کی حیات میں شروع ہوتا ہے اور دوسری صبح کو ختم ہو کر پھر شروع ہو جاتا ہے مشکوٰۃ نبوت سے جن کے قلوب منور و تاباں ہیں ان کی زندگی کا کوئی لمحہ اس جہاد و ہجرت کی سعادت سے بے نصیب بسر ہونے نہیں پاتا عامہ مسلمین بھی اس جہاد و ہجرت سے اس قدر تو ضرور متاثر ہیں کہ آج تک کسی مسلم و مومن باپ نے اپنے بیٹے کو یا کسی مسلم و مومن شوہر نے اپنی بی بی کو اتمہ محمدی کے لئے دعا بخیر کرنے سے

منع نہیں کیا خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے بائسن و مستحبات کے بجالانے سے یا مسکینوں اور حاجت مندوں کی امداد سے نہ کسی باپ نے اولاد کو جھڑکانا شوہر نے بی بی پر عتاب نازل کیا جنگ طرابلس و بلقان کے | جنگ طرابلس اور جنگ بلقان میں عورتوں نے اپنی سب سے زیادہ عزیز موقع پر ایثار | و محبوب چیز یعنی زیور تک اتار کر چند دین سے ڈالا لیکن اس پر بھی کسی خاندان کے متعلق یہ نہ سنا گیا کہ اس انفاق پر زن و شوہر میں سو مزاجی ہو گئی۔

نوجوانوں نے انھیں ایام میں منتیں صوم کی مانیں اور روزے رکھنے کئی بار یہ نذر قرار دی گئی اور اخلاص و نیاز مندی سے پوری کی گئی اسی کے ساتھ دل کھول کر روپے بھی دے اپنے لڑائذ میں کمی کی اور اس طرح مجروحین طرابلس و بلقان کو چند بھیجا خاص کالج میں تقریباً ایک سال تک مسلسل یہ سلسلہ قائم رہا اس وقت کسی باپ نے اپنے بیٹے سے نہ اظہار بیچ و ملاں کیا نہ اولادوں کے اس فعل کو نظر ناپسندگی سے دیکھا۔

پس اگر اس وقت بھی اسی جہاد انفاق اور ایثار کی حاجت تھی تو اس کے لئے نیکو عالم اور جہاد کے فرض عین اور اطاعت والدین و اساتذہ و اطاعت زوج و مولیٰ سے انحراف و انکراہ کی تلقین و تبلیغ کی کیا حاجت تھی لیکن ہاں یوں کہو کہ اگر سچائی کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تبلیغ کرتے یا ایمان داری سے صراط مستقیم کی طرف ہدایت و رہبری کرتے تو پھر اپنی ہواؤ ہوس کا صید کہاں تلاش کرتے۔

افسوس ہے اس فتوے نویسی پر جس نے مسلمانوں کے کتنے گھر تباہ کر دیئے اس زمانہ شور و فتن میں جب کہ نوجوانوں میں سعادت و اطاعت اور حق شناسی کا فقدان ہو رہا ہے والدین و اساتذہ کی خدمت میں انھیں اس طرح دیا و گستاخ ہو جانے کی ہدایت کیسا زہر آلود اور موم پیام ہے۔

علمائے سیاسی کا ہجرت کے | اسی طرح ایک نفیض عام ہجرت کی پکار دی گئی اس بانگ بے ہنگام سے  
معلق تباہ کن فتویٰ | سرحدی علاقے اور خطہ سندھ میں بہت زیادہ اثر کیا ہزاروں گھر

تباہ ہو گئے ہزاروں عورتیں بے سرپرست رہ گئیں ہزاروں بچے سایہ پدری سے محروم  
کر دیئے گئے گاؤں کے گاؤں مسلمانوں نے آگ لگا کر خاکستر کر دی لاکھوں کی  
جائدادیں کوڑیوں کے مول ہندوؤں کے ہاتھوں بیچ دی گئیں تقریباً ایک لاکھ مسلمان  
اپنے دیار و وطن املاک و جائداد سے دست بردار ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔

کچھ دنوں تک ہجرت کا زور رہا اخباروں میں بھی نہایت جلی قلموں سے عاجزین کا  
قافلہ لکھا جاتا تھا لیکن جب ہجرت نے رجعت قمری کی صورت اختیار کی تو دوچار عذار بارڈ  
کرتے ہوئے ہجرت کا سلسلہ بند کر دیا گیا اب پھر دوبارہ مژدہ ہجرت مسلمانوں کو سنا یا گیا اور  
اجازت و پروانگی بھی عطا ہو گئی لیکن اب نہ تو کوئی مضمون فضائل ہجرت پر لکھا جاتا ہے نہ اس کی  
ضرورت ثابت کی جاتی ہے نہ کوئی قافلہ کا سلسلہ آمادہ ہجرت نظر آتا ہے اب تو ساری زبان  
ہیں اور صرف ایک کلمہ توحید منزلہ گاندھی نان کو اپریشن گوردہ ہی ہی ہجرت ہی اور یہی جہاد  
لیڈرو اس ہنگامہ بھڑے تو یہ بہتر تھا کہ جس طرح کے اشخاص کی جس تعداد میں  
بلاد اسلامیہ کو حاجت ہوتی پہلے انہیں مسلمانوں کو نقل مکان کی ترغیب دی جاتی آغاز کا  
سے پیشتر ایک کمل نظام عمل بنانا تھا عوام کے جانے سے قبل خواص کا سفر کرنا ضروری تھا  
نالایم حالات کا پہلے اندازہ کر کے حتی الامکان انسداد ناگواری کرنا بہت ضرور تھا۔

کیا تم ہی ہم جب کہ ایک مختصر سفر جائے اقامت کرتے ہیں تو اپنے سفر کی غایت قیام  
کی مدت ہمراہیوں کا انتخاب اور دیگر ضروریات و حالات کا پہلے انتظام سوچ لیتے ہیں لیکن  
یہ کیا قیامت ہے کہ مسلمانوں کے سامنے ایک نفیض عام ہجرت کی پکار دی گئی اور اس ہم سفر یک

کی کامیابی بامراد ہونے کے لئے جس ترقیب و تنظیم اور ہدایت و تعلیم کی حاجت تھی اُس سے خود تحریک کرنے والوں کا دماغ بھی خالی تھا جو صدمہ اس عظیم الشان تحریک و بغاوت شکاری اور ناواقفیت مذہبی نے اس وقت پہنچایا ہے نہیں معلوم اس کا ذمہ دار کون ہے اور اس کا کفارہ کس کی گردن پر ہے۔

جہاد اور ہجرت ان دونوں اہم و اعظم مسئلوں کو جس طرح اس دور کے علماء سیاسی نے تباہ کیا ہے تاریخ اسلام اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے مسلمانان ہند کا جو نقصان اس حدس و کاذب فتوے نویسی سے ہوا دیکھئے اُس کی اصلاح کیوں کر ہوتی ہے اور کتنا زنا چاہتی ہے علیٰ خصوص

لفظ جہاد میں کچھ وہ برقی قوت تھی کہ اس کے سُنے سے غیر مسلموں کو ٹھنڈا پسینا آتا تھا اور مسلمانوں کے مردہ و افسردہ قلوب میں حیات دتا زگی۔

قبل ازیں لفظ جہاد | اس موقع سے قبل جب کبھی اور جہاں کہیں بھی یہ لفظ کہا گیا ہے تو مثل کا اثر دیگر کلمات کے اس نے اپنے تلفظ کو وہ ہوائے کیف ثابت ہونے نہیں دیا جو ایک مرتبہ ٹکرا کر ہوا کی موجوں میں گم ہو جائے اور اس کرہ ارضی پر اس کا نام بھی غیر قادرہ اشیا کی فہرست میں منسک ہو جائے بلکہ جب کبھی یہ لفظ کہا گیا اور مسلمانوں کے کانوں تک پہنچایا گیا ہے تو کفر و شرک کی بنیادیں ہل گئی ہیں مخلوق پرستوں اور خدا کے دشمنوں میں زلزلہ پڑ گیا ہے۔ تاریخ اقوام اور جغرافیہ کلی میں ہمیشہ ایک تغیر عظیم پیدا ہو گیا ہے اس لفظ جہاد کے کہنے اور سننے کے ایام صفحات زمین پر ہمیشہ خون کی سرخی اور نوک نشانِ شمشیر سے لگتے گئے ہیں۔

لیکن آج تم نے مسلمانوں کے اس سینرہ صد سالہ عظمت کو اپنے قدموں کے پیچے



روند ڈالا آج تم نے سات کروڑ مسلمانوں کی دینی غیرت کو یوں ذلیل و خوار کیا دیکھو غیر مسلم قومیں تم پر فہستہ ہیں نہ انگریزوں میں تمہاری ہیبت رہی نہ ہندوؤں پر تمہارا خوف رہا۔

تم اور تمہارا دین تم اور تمہارا مذہب تم اور تمہاری مذہبی تعلیم تم اور تمہاری دینی احکام سب کے سب نگاہ غیر مسلم میں ہیج و ذمنا یہ ثابت ہوئے۔ لیکن اس کی گتھیں کیا پر واجب کہ تقریباً ایک ملک کا خراج تمہارے گھروں میں پونج گیا جب کہ ہزاروں انسان تمہیں اپنے دوش عقیدت پر لئے لئے پھرے جبکہ ہر روز شاہانہ دسترخوان سے کام و زبان نئی نئی لذتیں لے رہی ہیں تو پھر ان نعمتوں خلد بریں کے مقابلہ میں اسلام کیا ہی اور ایمان کیا۔

اے سرستان بادہ لیڈری ذرہ ہوش میں آکر ہمیں بتاؤ کہ تم سواراج کے لئے اٹھائے گئے تھے یا خلافت کے لئے تم نے ہندوؤں کو آمادہ کیا تھا تم اسلام کے نشر و تبلیغ کا علم لے کر بڑھے تھے یا کفر و شرک کی حکومت قائم کرنے کی غرض سے یہ لشکر آرائی کی گئی تھی اسلام کی خنیت اور ارکان اسلام کا غیر مسلم کو گرویدہ بنانا تمہارا نصب العین تھا یا خود کفر و شرک کے جال میں پھنس کر آزادی ہند کا ترانہ سنانا مقصود و مطلوب تھا۔

مسلم لیڈروں کا کفر و الاله الا اللہ گاندھی نے کس جنس تدبیر سے مسلمانوں کو اپنا اور اپنے کافر میں ادغام مذہب کا غلام بنا لیا ایک برس بھی گزرنے نہ پایا جو حمایت خلافت کے نہ صرف ہندو دست کش ہو گئے بلکہ اُس عیارانہ چال سے خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں نے مسئلہ خلافت کو دھکے دے کر پس پشت ڈال دیا۔ نلیفۃ المسلمین اور امیر المؤمنین کی جگہ گاندھی کو دی گئی اب یہ مدعیان اسلام اسی کی پوشش کر رہے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے گاندھی کی محبت و عظمت سے کوئی قلب مومن خالی نہ رہنے پائے۔

کوئی امام مہدی علیہ السلام کا پیش کننا ہی کوئی یہ کہتا ہے کہ نبوت اگر ختم نہ ہو گئی ہوتی

تو گاندھی نبی ہوتا یعنی نبوت کے ماتحت جو سب بڑا رتبہ و منصب ہو سکتا ہے وہ گاندھی کا ہے کوئی اپنے کو پسر و گاندھی کا کتا ہے اور اسلام کی نجات گاندھی کے ہاتھوں سے یقین رکھتا ہے۔

مسلمان اپنی کانوں سے سنتے ہیں آنکھوں سے اخبارات میں یہ مضامین دیکھتے ہیں پڑھتے ہیں پھر بھی عالم وجد و تواجد میں آکر واہ ہمارے لیڈر و شاہباش ہمارے لیڈر و کی رت لگائے جاتے ہیں۔

فرزندان اسلام رہبری کی تین قسمیں ہیں ایک وہ باکمال جس کے ذہن میں منزل مقصود متعین و مشخص رہا ہے اس کی معلوم دشواریوں پر اسے اطلاع خطرات و ممالک سے واقفیت کا مارا ان تدابیر یہ قدر جن سے خطرات و موانع کا اثر نہ آنے پائے۔

ایسا رہبر اپنے علم بصیرت سے رہبری کرتا ہوا خطرات و ممالک سے بچتا ہوا موانع کو دفع کرتا ہوا اپنے پیچھے آنے والوں کو سلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے جیسا کہ ایک اہل فدا کہ وہ سمندر کی راہوں سے واقف تھا و نہایت آگاہ تھا کہ وہ ایک سے بچ کر نکل جانے کی اسے سبیل معلوم۔

دوسرا وہ ناقص رہبر جسے نہ راہ معلوم نہ خطرات کا علم لیکن منزل مقصود متعین رہتا ہے اس کی طلب کامل اور خطرات پر غالب آنے کی قوت اسے میسر و حاصل۔

تیسرا وہ مدعی باطل کہ جسے نہ منزل مقصود کی خبر نہ راستہ کا علم نہ دشواریوں پر بصیرت نہ تربیت نہ کسی قسم دفاع پر قدرت و طاقت۔

اب تمہیں پر فصلہ ٹھیرا تمہیں کمد و خدا لگتی تمہارے لیڈر کی قسم رہبر میں شامل و معدہ ہیں

ہندوؤں نے تمہارے لیڈروں کے ساتھ ہاں میں ہاں ملا کر کس سہولت و نرمی سے آہستہ آہستہ انہیں اپنے نقطہ خیال پر اتار لیا لفظ سواراج جس سے لاکھوں کان آج تک نا آشنا تھے خلافت کے عوض کس جوش سے وہ ہر ایک زبان پر جاری ہے گاندھی جس کا نام تک پانچ برس قبل ہندوستان کے کسی مسلمان کے علم میں بھی نہ تھا خلیفۃ المسلمین کی جگہ آج اُس کے تقدس و عظمت کے فسانے کس کمال عقیدت سے مستورات تک میں کے جاتے ہیں۔

گائے کی قربانی اور اس کا معمولاً ذبح بعض جگہوں میں بند ہو چکا ہے اور باقیہ مقامات پر بند ہونے والا ہے۔ ہندی نے اُردو پر فتح پائی ہے۔ دوش مسلم پر کافر کا جنازہ رکھا جا چکا جنہیں اس کا موقع نہ ملا انہوں نے نقل جنازہ اتار کر اپنی شرکت و معیت کا ثبوت دیا مشرک کے لئے برکات عالم آخرت چاہی گئیں اور مغفرت کی دعا مانگی گئی کلمہ توحید پڑھنے والوں کے منہ سے رام رام ست ہے کہا گیا کہلایا گیا۔

یہ سارے اعمال جو وقوع پذیر ہوئے اور ہو رہے ہیں ان سے

بالعکس معاملہ

ہندوؤں کے مطالب و مقاصد مذہبی و ملی کا تامل ہو رہا ہے یا اسلام اور اسلامی خلافت کی خدمت انجام پا رہی ہے جو بیس کرور ہندوؤں کا قدم خلافت اسلامی یا کسی رکن دینی کی طرف بڑھایا اسات کرور مسلمانوں نے بڑھ کر سواراج اور مراسم کفر و شرک کو بیک کہا مسلمان ہندوؤں کے ہو گئے یا ہندو مسلمانوں کے ہو کر مسلمانوں کے قلوب آہنی تھے یا مقناطیسی مسلمانوں نے مقناطیس بن کر ہندوؤں کو اپنی طرف کھینچا یا ہندوؤں نے اپنی مقناطیسی کشش سے انہیں اپنے میں جذب کر لیا اس کا جواب واقعات سے ہونا چاہیے نہ خطیبانہ عبارت آرائی سے۔

غالباً خلافت کے متعلق تم یہ جواب دو گے کہ اب یہ مسئلہ طے ہو گیا کہ جب تک ہندوستان آزاد نہ ہو اور انگریزوں کا قدم ہٹا دیا جائے۔ یہ ہے مسلمان کچھ بھی خلافت کی مدد نہیں کر سکتے ہیں۔

ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ پہلے خلافت کے لئے ہندو تک سرگرم کار تھے لیکن اسی قبیلہ میں یہ تبدیلی واقع ہوئی کہ خود مسلمان بجا خلافت سواراچ پکارنے لگے شاید گاندھی کے باب میں تم یہ جواب دو کہ جب کہ مسلمانوں میں کوئی صاحب سجادہ کوئی خانقاہ نشین کوئی داعی و نقشبہ کوئی محدث و مفسر حدیث کوئی جہنمیں لیدر مثل گاندھی کے نہ تو ہمیں اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ ہم اسی کی تقلید کریں اسی سے اپنا رشتہ بدایت جوڑیں اسلاف کے واقعات و حالات زندگی آج قلم و دستاں ہیں قوم افسانوں سے نہیں بنا کرتی نہ کسی کی سوانح و سیرت قوم میں روح پھونک سکتی ہے تو ایک زندہ مثال و نمونہ چاہیے اور وہ نہیں ہے مگر گاندھی۔

ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ گاندھی تمہارا پیشوا ہے اور تم اُس کے پیرو اور دیگر اعمالِ خبیثہ کے متعلق تمہارا یہ جواب ہوگا کہ اس وقت انگریزوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں حاجت تھی کہ ہندوؤں میں جذب ہو جائیں تاکہ باہمی تجاذب و ادغام سے طاقت و شدت آجائے اور ہماری صدائے احتجاج میں قوت و صوت پیدا ہو جائے

ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ تم ہندوؤں میں جذب ہو گئے۔

وَاللّٰهُمَّ رَبِّ الْعَالَمِينَ | علم بردارانِ مان کو آپریشن سواراچ! قیامت ایک دن ضرور قائم ہوگی جہاں اولین و آخرین کا مجمع ہوگا اور پھر لمن الملک الیوم شد الواحد القہار کی دل بکپا دینے والی آواز کے ساتھ تختِ سب العالمین سامنے ہوگا و بحمل عرش ربک فوہم یومئذ ثانیۃ اُس دن تمہارے سر اُتر و مخفیات کھل جائیں گے یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیۃ۔ اُس دن تمہیں اُس علیل و جبار قار و وقہار کر سائے جا کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ "فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُ فَهُوَ فِي عِشَّةٍ رَاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَامَّهُ هَاوِيَةٌ وَاَمَّا ادْرَاكُ مَا هِيَ نَارُ حَامِيَةٍ"

تو پھر جس وقت یوم نفع الصادقین صدقہم کا ظہور ہو رہا ہو گا تمہاری کیا حالت ہوگی اور تمہارے ان اعمال کا ترازو کسے عمل پر کیا وزن ہوگا خلافت اور دین کا نام لیکر سواراج اور یقینات گاندھی میں فنا ہو جانا کیا نتیجہ سامنے لائے گا۔ الذین ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحبون انهم يحزنون صنعاً اولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقاءه فحبطت اعمالهم فلا نقيح لهم يوم القيامة وزناً۔ یقین کر لو کہ اس روز یہ تمہاری تلبیس کی چادہ پارہ پارہ ہوگی اور تلبیس کا جال ریزہ ریزہ۔ یہی لیڈری اس دن تمہیں دبا ل ہوگی اور یہ ہر دل عزیز می تمہیں رسوا و خوار بنا لے گی۔ آج وہ بھیڑا درابنہ جس پر تمہیں ناز و بخشش آج وہ ہنگامہ و ہجوم جس پر تمہیں اعتماد و سہارا ہے کل بروز قیامت تم سے بیزاری کا اظہار کرتا تھا۔ قالوا ربنا اننا اطعنا ما دتنا و کبراءنا فاضلونا السبيلاً ربنا انصم ضعفين من العذاب والعنهم لعناً کبیراً۔ یہ گروہ معتدین یہ مجمع ارادت مندان جو آج تمہیں اس درجہ محبوب ہے کل بروز بخشش تم اس سے خفا ہو گے اور دست بردار شامت اعمال کا وبال سامنے ہو گا اور یہ ہیکڑی خاک سیاہ۔ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا اور العذاب و تقطعت بهم الاسباب ۵

نان کو آپریشن کا طمع جامہ | اب آؤ ہم ایک دوسری مجلس منعقد کریں اور مسئلہ نان کو آپریشن نے جو روپ بدل کر ہندوستان میں ایک اودھم مچا رکھی ہے اس کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھانے کی ضرورت ہے کہ یہ گاندھی گردی جو طمع جامہ ایمان و اسلام سے مرصع بنا کر سامنے لائی گئی ہے اس کی اہلیت بالکل ہی بے نقاب کر دی جائے سب سے پہلے اس لفظ کی تاریخ اور تدریجی تطلب

کی طرف نظر کرنا ضروری ہے۔

یہ غوم جس کی اس وقت تک میں دھوم مچی ہوئی ہے ایک مدت کانگریس میں مقادمت جموں کے لفظ سے ادا کیا جاتا تھا

مفہوم نان کو آپریشن کا تدریجی تبدیل

شورش دہنگامہ کا پے پے ہندوستان میں ہوتے رہنا اسی کا ثمرہ تھا۔

پھر اس مفہوم نے ستیاگرہ کی صورت اختیار کی کاروباری دنیا میں یہ پہلی ہڑتال تھی جس نے عملی شکل میں مقادمت جموں کی جلوہ آئی

نان کو آپریشن کا مختلف ترجمہ

کی اسی دوران میں مشرگانہ می نے نان کو آپریشن کا دلکش نمونہ چھڑایا اب مقادمت جموں کی جگہ نان کو آپریشن کو دی گئی کچھ دنوں اسی کا دار و دروہ رہا اور دوہرا ٹیڈ بھی نان کو آپریشن ہی لکھتے رہے اس لفظ کو مختلف ترجمہ بھی ہوتے رہے عدم اشتراک عمل عدم اتحاد عمل ترک معاملات عدم تعاون

وغیرہ وغیرہ۔

لیکن ہنوز وہ دینی قباحت ہے ہمیشہ یہ جماعت اپنے مختصرات پرست و موزوں کرنے کی عادی تھی اس وقت تک ان الفاظ کی

نان کو آپریشن کے لئے شرعی لباس

تراش سے وہ قباحتیں ہوسکی بالآخر بصدق جویندہ یا بندہ مدتوں کے مشاق بارہا کے تجربہ کار اپنے سبباً کن دماغوں کی طرف رجوع لائے اور ایک لفظ موالات ڈھونڈ کر لے آئے۔

جن نے اس گوہر نایاب کی جستجو کی تھی لیڈروں کی جماعت میں طرہ امامت اسی کی دستا پرشایاں تھا لیکن واحد تاکہ امامت و وحدت تاکہ القاب بھی یہ لکھ کر گاندھی کو ہی بخشہ گو کہ رع اس عمل تازہ برآں گوشہ دستار خوش بست۔

لفظ موالات پرستقار کی علت | عوام کچھ نہ سمجھے کہ آخر جہاں سے لیڈر نان کو آپریشن کے

لفظ سے جلد جلد گزریوں کر رہے ہیں کسی ایک ترجمہ پر انھیں قرار کیوں نہیں آتا اور اب کہ لفظ موالات انھیں مل گیا تو اس پر قدم جما کر اس طرح کھڑے ہو گئے ہیں کہ ترک معاملات عدم اشتراک عمل وغیرہ کی طرف اگر انھیں کوئی پھینا بھی چاہے تو جنبش کی قسم ہے وہ ہیں اور ترک موالات کی صدہی تم سلام کرو وہ جواب میں ترک موالات کہیں گے تم مزاج پرسی کرو وہ ترک موالات کہہ کر اپنی عافیت بتائیں گے اب تو ان کے دل و دماغ میں سولے اس ایک لفظ کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔

حالاں کہ واقعہ صرف اس قدر تھا کہ سارے تراجم کے الفاظ سولے موالات کے ایسے تھے کہ ان کی شکلیں دھوکھا دینے کے لئے ناکافی تھیں لیڈروں کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک ایسے لفظ کی ضرورت تھی جس کی ظاہری شکل دکھا کر مسلمانوں کو اپنے اغراض فاسدہ کا شکار کر لیا جائے۔

ترک موالات کا لفظ جب سامنے لایا گیا تو مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ نان کو آپریشن خواہ سیاست ہند کا خالص مسئلہ ہو لیکن ترک موالات محض اسلامی مسئلہ ہی اس لئے مسلمانوں ہی پر اس کی تعمیل بھی واجب ہے۔

ملا، اعلیٰ سے علمائے سیاسی کا استفادہ  
 علماء سیاسی کو جب ان کے ملا راہلی سے اس ہدایت کا افغانہ فرمایا گیا کہ اب بجائے نان کو آپریشن کے موالات کیسے اور کھئے نیز نظام عمل کے وہ حدود جنہیں نان کو آپریشن کے دائرہ نے اس وقت گھیر رکھا ہے ان سب کو ترک موالات کے احاطہ میں داخل کیجئے اسی کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھنا آپ حضرت کافر ہے کہ ہنود کی نئی سرکار سے جو طوق غلامی ابھی ابھی گلے میں ڈالا گیا ہے ہرگز ہرگز کوئی تار اس کا ڈھیلا نہ ہونے پائے بلکہ اس پر نہ ہی ایک اور گرہ افزوں ہو جائے۔

ملاء اعلیٰ کا حکم اور علمائے سیاسی کا تسلیم خم  
 آفریں یہ علماء سیاسی کے اس انقیاد و اطاعت گزاری پر  
 فوراً کہہ اٹھے کہ قرآن پاک میں نصاریٰ سے ترک موالات  
 کا حکم یہ نص صریح ثابت ہے یا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ**  
**بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ** لیکن اسی کے ساتھ انہیں یہ  
 دشواری پیش آئی کہ بیشمار آیات البیہ ذقان مجید میں گونج رہی ہیں کہ کفار و مشرکین سے ترک موالات  
 ضروری ہے۔

کفار مشرکین اور کفار اہل کتاب  
 میں فرق مراتب  
 اگرچہ یہود و نصاریٰ بھی کافر ہیں ان کی توحید بھی تثلیث  
 میں گم ہو گئی ہے قرآن مجید ان کے کفر و ضلالت پر  
 گواہ ہے (۱۱) **لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ** (۲) **وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ** انتھوا  
 خیراً لکم (۳) **قَالَتِ الْيَهُودُ عِزٌّ بِرَبِّهِنَّ وَالنَّصَارَىٰ مَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ**  
 ہیں ایہ اہل کتاب کے کافر ہونے کو بتاتی ہے دوسری آیت ان کے عقیدہ تثلیث کو ظاہر کرتی  
 ہے تیسری آیت ان کی ضلالت و غوایت اور گندگ عقیدہ کو بتاتی ہے تشریح و تقدیس کے  
 مفہوم سے ان کا بیگانہ محض ہونا ثابت ہو رہا ہے لیکن! وجود ان تمام گمراہیوں کے یہود و نصاریٰ  
 کو اہل کتاب کہا گیا ان کی عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا گیا پس موالات جب کہ اہل کتاب سے  
 منع کر دی گئی تو کفار و مشرکین جن سے ادنیٰ معاشرتی تعلق یعنی ان کی عورتوں سے نکاح بھی  
 حرام دینا شریعت مطہرہ نے قرار دیا ہو موالات کیوں کر جائز ہو سکتی تھی۔

علماء سیاسی کا اضطراب اور  
 ایک مغالطہ کی ایجاد  
 بار بار اس کثرت سے کفار کے ساتھ موالات کو حق سچا  
 نے منع فرمایا ہے کہ موتین کفار کا دم گھٹنے لگا مصیبت  
 عظمیٰ یہ تھی کہ اس مسئلہ کی ایجاد کا مقصد احکام شریعہ کے زیر اثر رہ کر انگریزوں سے کنارہ کشی



وکیسوی نہ تھی بلکہ ہندوؤں کے ساتھ و داد و انقیاد رکون و اتحاد و مطلوب تھا اب اگر تشریح  
 کا فتویٰ نصاریٰ کے باب میں پیش کیا جاتا ہے تو کفار کی ولا و محبت کا جام کیوں کر پایا جاسکتا  
 ہے پھر اگر ہی نہیں ہوا تو ساری سہی بے حاصل لغو و باطل ہوئی جاتی ہے۔ علمائے سیاسی  
 نے بحال سحریف کا جو نمونہ اس موقع پر پیش کیا ہے اُس کی داد کسی بشر کی زبان سے ادا ہو  
 سکتی ان جس کے کلام میں یہ لوٹ پھیر کیا گیا ہے اسی کی قدرت میں اس کا عوض و صلہ بھی ہے  
 سورہ ممتحنہ کی آیت تلاوت کرتے ہوئے ایسا مغالطہ آمیز ترجمہ کیا کہ عوام و صو کے  
 میں آگے اور نہایت سہولت سے مطلب برآری ہوگئی۔ لاینھکم اللہ عن الذین لم  
 یقاتلوکم فی الدین و لہم ینخرجوکم من دیارکم ان تبروہم و تقسطوا الیہم  
 ان اللہ یحب المقسطین ہ انما ینہا کہ اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و  
 و اخرجوکم من دیارکم و ظاہر و اعلیٰ اخرجوکم ان تو لوہم و من یتولم  
 فاؤلئک ہم الظالمون ۛ

**تقریر مغالطہ** | اس وقت وہ علماء سیاسی جو کفار مشرکین کے بادہ محبت میں  
 سرشار ہو رہے ہیں جھوم جھوم کر اسی آیہ کریمہ کی تلاوت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو یہ سمجھاتے  
 ہیں کہ دیکھو حق سبائتہ نے غیر مسلم فریق کو دھنسنوں میں تقسیم فرمادیا ہے ایک تو وہ ہیں  
 جو مسلمانوں سے نہ لڑتے ہیں نہ مکانون سے انہیں نکالتے ہیں ان کے ساتھ ہر طرح کی  
 محبت ہمدردی نیکی اور احسان کا حکم خدا دیتا ہے دوسرے وہ ہیں جو یہ سب کرتے ہیں ان کے  
 ساتھ اس طرح کا کوئی علاقہ بھی اگر مسلمان رکھے گا تو یہ نہ صرف گناہ ہے بلکہ نفاق ہے اور  
 منافق مومن نہیں دیکھو آج تک ہندوؤں نے نہ کبھی اسلامی مالک پر حملہ کیا نہ مسلمانوں سے  
 قتال فی الدین کیا نہ کسی اسلامی ملک سے مسلمانوں کے اخراج کا باوث ہوئے پس ان کے

ساتھ کیا وجہ ہے جو مسلمان محبت و ہمدردی نسکی واحسان نہ کریں حالانکہ ان کا رب انہیں ایسا کرنے کی اجازت دے رہا ہے یا عیسائیوں نے نہیں نہیں بلکہ انگریزوں نے مسلمانوں کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ان سے کسی طرح واسطہ رکھنا دین و اسلام سے نکل جانا ہے۔

یہی وہ فریب ہے جو اس وقت عام مسلمانوں سے کیا گیا ہے وہ تدریس کا جال ہے جس میں مسلمانان ہند کو گرفتار کر کے ہندوؤں کے حوالہ کیا گیا ہے وہ شرعی مغالطہ ہے جسے علمائے سیاسی نے چند روزہ جاہ کے لئے ایجاد کیا ہے وہ تحریف دینی ہے جس کا ارتکاب عین ایمان قرار پایا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مسلمانوں دیکھا تم نے دین سے بے پروائی اور علوم دینیہ سے بے نیازی کا اثرہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام حق کو باطل اور باطل کو حق تم سے کہا گیا نہیں سمجھایا گیا تم نے سن بھی لیا اور عمل پر آمادہ بھی ہو گئے۔

اب نصیبتیں جھیلو مشقتیں اٹھاؤ ذلت و خواری کی زندگی بسر کرو نافرمانی مولا تبارک و تعالیٰ کو فرمان برداری سمجھتے رہو یہاں تک کہ موت آجائے اور تمہیں توبہ بھی نصیب نہ ہو مغالطہ کا خطرناک نتیجہ | کوئی گناہ جب کہ گناہ سمجھ کر عمل میں آئے تو نفس تو امہ کی ملا حاصی و غاطی کو توبہ و انابت کی طرف متوجہ کرتی ہے لیکن جب کہ گناہ عین اطاعت سمجھ کر کیا جائے تو پھر توبہ و استغفار کی بھی امید منقطع ہو جاتی ہے۔

اس وقت جو عالم خالیڈوں نے بدترین اعمال کو مذہبی تعلیم کہہ کر پیش کیا ہے اور تم اس پر لبیک کہہ کر جھک پڑے ہو شاید وہ وقت دور نہیں جب کہ اس گمراہی و ضلالت کی رو سیاہ حقیقت تمہیں شاہد ہو جائے اور یہ سارے منبر بلخ جل کر خاک سیاہ ہو جائیں۔ وا ذنرین لحم الشیطان اعماہم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس وانی جاہر لکم فلما

ترأت الفتن نكص على عقبه وقال انى برى منكم انى ادى ما لا ترون  
انى اخاف الله والله شديد العقاب ۛ

ایک التماس | اس سے پیشتر کہ اس مغالطہ آمیز تقریر اور اس مخرب دین مسئلہ کی  
حقیقت بیان کروں اس قدر گزارش کی اجازت چاہتا ہوں کہ وہ ذات جس نے عالم میں  
نشر و تبلیغ مذہب اسلام کی فرمائی اُس کے متعلق اُس کے بھیجے والے نے ارشاد فرمایا  
وما ارسلناک الا رحمة للعالمین وہ کتاب جسے تعلیم اُمت کے لئے اس خاکدان  
عالم میں اُس نے امانت چھوڑا اُس کے باب میں حق سبحانہ یوں فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس  
قد جاء قلم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وهدى ورحمة  
للمؤمنین ۛ

اسلام کامل و مکمل | وہ دین متین جس کے اتباع کو ہمارے صلاح و فلاح کا ضامن  
و کفیل بنایا اُس کے باب میں یہ مژدہ سنایا الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی  
و رضیت لکم الاسلام دینا۔ پیغمبر کا وجود رحمت اُس کی لائی ہوئی وحی آسمانی رحمت  
اُس کا دین کامل و تمام اور حق سبحانہ کا پسندیدہ ہے یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ اُمت مسلمہ جس نے  
دین اسلام کو لبیک کہا جس نے قرآن مجید کو خدا کا بھیجا ہوا فرمان ہدایت یقین کیا جس نے  
اُس نبی برحق کی تصدیق کی اور اُس کے اتباع کو وسیلہ نجات جانا وہ کسی وقت کسی حالت  
میں بھی احتیاج کا ہاتھ کسی غیر کی طرف پھیلائے یا اُس دین کی کوئی تعلیم اپنے متبع کو تجرمت  
و مصیبت میں مبتلا کرے۔

مولیٰ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے لقد کان حکم فی رسول الله اسوة حسنہ  
زندگی کا ہر شعبہ اور حیات انسانی کا ہر لمحہ جو اس عالم امکان میں وقوع پذیر ہو سکتا ہے اُن سے

طریق عمل کا صحیح نمونہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں موجود ہر اُمت کی سعادت اس میں ہے کہ اپنے واقعات زندگی میں اسی حیات طیبہ کی تقلید و اتباع کرے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء ۛ

کس قدر نادانی اور کیسی بد نصیبی ہے جو اسلام کا یہ مفہوم سمجھا جاتا ہے کہ وہ صرف چند ایسے اعمال و ارکان بتاتا ہے جن سے قوت و ہمیہ بڑھ کر انسان کے سارے قوائے دماغیہ پر مستولی ہو جاتی ہے اس کے جذبات فنا ہو جاتے ہیں اور وہ ہم کی ہمہ گیری و استیلا آخرت سے ایک راہب و لای عقل بنا دیتی ہے اس کا وجود ایک ایسی صعب تصویر پیش کرتا ہے جسے دیکھ کر زمیں کا بسے والا اس جیسے ہونے کے خیال سے بھی لرز جاتا ہے۔

سیرۃ خاتم النبیین  
کا ایک صفحہ

دوستو من اصدق من اللہ قیلا اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہو سکتا ہے دیکھو جب کہ وہ تمہارے دین کو ہر پہلو سے کمال اس کی تعلیم کو ہر طرح کی رحمت و برکت کا ضامن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو تمہارے لئے نمونہ فرما رہا ہے تو پھر تمہارا ایسا خیال محض نا آشنائے حقیقت ہونے کی دلیل ہے۔

عہد نبوت کا آغاز اور  
اس کا قبائل پر اثر

ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس طرح شروع ہوئی ہے کہ وہ مقدم سستی ہنوز شکم مادر میں ہے کہ اپنے اس عالم سے کوچ کیا مالی حالت داد کے وقت سے ہی مضحل ہو رہی تھی اب اس کا نام و نشان بھی نہ رہا خاتم النبیین کا منصب جس وقت تفویض ہوا اور اسی کے ساتھ یہ حکم ملا کہ یا ایھا المدثر قم فانذر مراد وینک فکبر تو یہ کوئی راز نہیں کہ اس ہادی برحق نے جس وقت اس حکم کی تعمیل فرمائی اور دعوت توحید کی تبلیغ عرب کی سرزمین میں پیش کی ہے تو سارے ملک میں زلزلہ پڑ گیا مخالفت کی ایک آگ تھی جو تمام قبائل میں بھڑک اٹھی بغض و حسد کے شعلے ہر کاؤ و مشرک کے سینے سے بلند ہوئے۔

ایک متنفس بھی ایسا نہ تھا جو آغاز کار میں معین و نگہسار ہوتا نہ ہاتھ میں دنیاوی مال و خزانہ  
تھانہ اعانت و مدافعت کے لئے کوئی فوج و لشکر تیار تھا اپنا ملک دشمن اپنا قبیلہ دشمن اپنا  
خاندان و کسبہ دشمن۔

کفار کی ایذا رسانی | صداقت ایمانی نے جب آہستہ آہستہ حق کے نور سے بھنسنے  
روشن کر دیئے تو اُس وقت پیروان ملت بیضا و بھی امداد کے دست نظام دل میں گرفتار ہو گئے  
اب کفار و مشرکین میں ہر روز مشورے ہوتے جفا و بیداد کی نئی نئی تحریکیں پیش ہوتیں اذیت  
و آزار کا ہر روز ایک نیا پہلو تلاش کیا جاتا کبھی راستہ میں کانٹا بچھا دیئے کبھی اونٹ کا اوجھ و دوش  
اقدس پر لا کر رکھ دیا کبھی چادر پکڑ کر کھینچ لی گئی کبھی سنگ باری سے ساق مبارک زخمی  
و گھائل کر دی گئی کبھی مقاطعہ کی تحریک پر جو سرگرم ہوئے تو لین دین خرید و فروخت سب  
بند کر بیٹھے کبھی شہر بدر کرنے پر آمادہ نظر آئے کبھی قید کا فیصلہ کرنے لگے غرض تحلیف دہی کی  
جس قدر صورتیں اُن کے مشرکانہ دل و دماغ میں آسکیں انہیں نہایت بیدردی و بیباکی سے  
عمل میں لائے۔

مقصود ان ساری مفسدہ پردازیوں اور فتنہ انگیزیوں کا یہ تھا کہ اُس داعی حق کی صدائے  
حقانی کو کسی طرح پست کیا جائے لیکن وہ ذات پاک جسے اپنے مولیٰ تبارک و تعالیٰ کی جناب  
سے یہ حکم ملا تھا کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما  
بلغت رسالتہ و اللہ یحصک من النامین ان اللہ لا یهدی القوم الکافرین  
یعنی اے رسول جو کچھ آپ کا رب آپ کی طرف وحی بھیجتا ہے اُسے اُس کے بندوں تک  
پہنچائے رہا کفار و مشرکین کا شر و فساد اُس سے بچانے والا اور محفوظ رکھنے والا آپ کا اللہ  
ہی پھر یہ کیوں کر ممکن تھا کہ وہ پیکر حق وہ مجسمہ صداقت ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے دشمنوں کی

جمعیت یا ان کی فاسد شہرتوں سے مضطر ہو جاتا یا اپنے نشر و تبلیغ میں ایک ساعت کا بھی التباہ و ارتکاب کماؤہ کمال استقامت اور انتہائے عزم سے ساری مخالفتوں کا مقابلہ کرتا رہا یہاں تک کہ ہجرت کی آیت اتری اور مکہ منظر سے مدینہ طیبہ کی طرف آدائے دو عالم نے ہجرت فرمائی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وبارک وسلم۔

مکہ کے دشمنوں نے یہاں پہنچ کر بھی راحت و اطمینان سے بیٹھے نہ دیا آج بدر کی لڑائی ہے توکل احد کی غزوہ دومۃ الجندل سے فارغ ہی ہوئے تھے جو غزوہ خندق شروع ہو گیا کفار و مشرکین کی یہ حالت تھی کہ نہ خود چین و سکون سے بیٹھتے تھے نہ داعی اسلام کو طمانیت و فراخ کے ساتھ اشاعت دین کا موقع دیتے۔

مدینہ طیبہ میں مخالفتوں کا ہجوم | مدینہ پہنچ کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اور مرتبے پر بھی مقابلہ کرنا پڑا یہ گروہ یہودیوں کا تھا اطراف مدینہ میں بکثرت یہود آباد تھے اُس وقت کے لحاظ سے سامان قوت بھی ان کے پاس کافی تھا یہودیوں کی قوم ایسی شریر النفس اور قسبی الجہن کے فتنہ و فساد و شر و طعنان کے بے شمار واقعات قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں ان دو دشمنوں کے علاوہ خاص سکناؤں مدینہ میں ایک گروہ منافقین کا پیدا ہو گیا جو بظاہر اسلام کا کلمہ پڑھتا اور باطن میں عداوت اسلام و مسلمین مخفی دکنوں رکھتا جس کا موقع ہوا تو قح انہار بھی ہو جاتا یہ مسلمانوں کا قہر و دشمن تھا۔ بخران میں کچھ عیسائی آباد تھے دعوت توحید نے انہیں ہی مخالفت پر آمادہ کر دیا جن سے مقابلہ کا واقعہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

مکمل ممکن حالات کے مبلغ اسلام | الغرض مدینہ طیبہ پہنچ کر اُس اللہ کے حبیب کو چار فریقوں سے مقابلہ ہونا پڑا مشرکین یہود و نصاریٰ و منافقین کا مقابلہ جو کچھ ہونا ممکن ہے وہ سب کچھ ہوا میدان کارزار کی بھی گراگری رہی اور

قتل و قتال کی بھی خون ریزی و خون افشانی مسلمان شہید بھی ہوئے اور کھنار کو تبریح بھی کیا گھڑی دو گھڑی کے لئے شکست اُٹا رہی پائے گئے اور پھر صدق نے کذب پر حق نے باطل پر فتح بھی پائی۔

ایک ایسا موقع بھی اُحد کی لڑائی میں پیش آیا کہ خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ ہوا وہ وہ مقدس سستی مجروح بھی ہوئی۔

کبھی کوئی مسلم کفار کے ظالم ہاتھوں میں مبتلا بھی پایا گیا اور کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں جماعت کفار حالت اسیری میں بھی دیکھی گئی اسی دوران جنگ میں کبھی کسی فریق سے موادعت کی گفتگو ہو گئی اور کبھی کسی فریق سے مصالحت کی باتیں طر پانگیں۔

سلاطین سے خطاب | انہیں ایام میں جب کہ مجاہدین کے نعرۂ تکبیر و تہلیل سے سزور

حجاز پر رحمت حق کی بارش ہو رہی تھی سلاطین روم و ایران اور فرما روایان عنان و عیشہ بھی دعوت تبلیغ سے محروم نہ رکھے گئے صلح حدیبیہ کے بعد چھ قاصد چھ بادشاہوں کے پاس ایک ایک دن روانہ کئے گئے بادشاہوں میں سے کسی نے قبول کیا اور کسی نے اعراض کسی نے قاصد کے عزت و احترام سے اپنے اخلاق کا ثبوت دیا اور کسی نے اپنی وحشت و مرد کا اظہار کیا کسی نے قبول اسلام سے تو اپنے کو محروم دے نصیب کھا لیکن تھنہ وہ یہ بھیجا جو قبول سرکار رسالت ہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک یہ پہلو تھا جو مجاہدین و مجادلین کے ساتھ نظام عمل کا سبق اپنی اُمت کو دیتا ہے۔

حیات اقدس کا دوسرا رخ | دوسرا رخ اُس کی زندگی کا مسلمانوں کو تعلیم شریعت سے علماء و عملاً آراستہ و مزین بنانا تھا مہاجرین گھر بار خویش و اقربا چھوڑ چھوڑ کر آتے جاتے تھے اور رحمتہ للعالمین کے دامن شفقت میں وہ سب کچھ پالیتے جسے ایک مخلص و صادق مومن ہی

سکتا ہے۔ ہر جرین کے علاوہ خود انصار کی جماعت میں اشاعت اسلام ہر روز افزوں ہو رہی  
تی و خود کا ایاب و ذباب اس کے علاوہ تھا جو درجہ جوق مختلف قبائل کے وفد آتے  
ہمان نائے مسائل سیکھتے اور اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔

**تبلغ کی بے نظیر شان** | قابل لحاظ یہ نکتہ ہے کہ اسی کشاکش میں جب کہ ہر جہا طرفت  
فانوں نے گھیر رکھا تھا ایک لمحہ بھی ایسا زندگی پیغمبر میں نہیں متا جس میں رشد و ہدایت کا درس  
یع رکھا گیا ہو عین ایسے موقع پر جب کہ احد کی لڑائی میں کفار و مشرکین نے خاتم النبیین  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زعم میں لے لیا تھا اعدا کے تلوار و نیزوں نے ہر جہا سمت سے گھیر رکھا  
تھا اس غزوہ میں چند اشخاص حاضر خدمت ہوئے اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی نشا ظاہر کی  
وامی ان اندسرتان سل ہادی سل صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو کلمہ ایمان کی تلقین فرمائی  
یک ہی نظر کیا اثر ہے ان کے قلوب کا تصفیہ و تزکیہ فرما دیا ان میں سے عمر بن لیت اور مخزوم  
کا نام صفحات تاریخ پر عجیب اطایف نورانی کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

**ہدایت کا ایک** | یہ دونوں شرف زیارت مستفیض ہوتے ہی ہتھو اب فرماتے ہیں  
**بے مثل واقعہ** | اسلام ا قاتل یا رسول اللہ یعنی ارشاد فرمائیے پہلے اسلام لاؤ  
س سے پیغمبر جہاد شروع کر دوں اللہ اللہ اس سوال کے جواب کا کیا سخت موقع ہی منصب لیتا  
کی بجا آوری کا کیا نازک لمحہ ہے لیکن وہ ذات مقدس جس کی بعثت کا مقصد تمام عالم میں  
تبلغ دعوت تو مید ہے اس کا جواب یہ ہوتا ہے اسلام لے لے قاتل یعنی اے عزیزو پہلے اسلام  
لاؤ پھر حمایت ایمان میں مقام لکرو۔ دونوں حضرات ایمان لاتے ہیں فیرض و انوار سے  
ان کے قلوب معمور و مملو کر دیئے جاتے ہیں پاشت کا وقت ہے کسی نماز فریضہ کی یہ ساعت  
نہیں لیکن جہاد کا فرض سامنے ہے اس کے ادا میں مصروف و مشغول ہو جاتے ہیں کچھ ایسے



اخلاص وصدق کے ساتھ اس فرض کو یہ دونوں اصحاب (رضی اللہ عنہما) انجام دے رہتے تھے کہ مولیٰ عزوجل کو ان کی خدمت گزار پسنڈ آگئی بام شہادت سے دونوں سیراب ہو کر الموت جسری وصل الجیب الی الجیب کا رمز آشکارا کر گئے۔

**حقیقی سجدہ** | اصحاب رضوان اللہ کا جب کبھی اجتماع ہوتا تو آپس میں پہیلی کے طور پر یہ بوجھتے کہ وہ کون صحابی ہے جس نے نماز فریضہ کا ایک سجدہ بھی ادا نہیں کیا اور قطعی حقیقی ہو پھر فرماتے کہ یہ وہ اصحاب ہیں جو احد کے غزوہ میں ایمان لائے مگر نماز فرض کا کوئی وقت نہ تھا اس لئے صلوٰۃ ان پر فرض نہ ہوئی جہاد کا فرض نہایت سرگرمی سے انجام دیا جا رہا تھا اس میں شریک ہو کر منصب شہادت سے محروم ہوئے لیکن دوستوں نے الحقیقت سجدہ تو ہی تھا جو انہیں نصیب ہوا خدا کی راہ میں چلے خدمت قبول ہوئی شکرانہ میں ایسے سر بسجود ہوئے کہ اب کل قیامت ہی میں سر اٹھائیں گے ۵

مستے بیدار گردنیم شب

مست ساقی روزه محشر با داد

پیغمبر کی حیات مقدس ہر حالت میں سبق آموز نمونہ ہے | مذکورہ بالا واقعات و حقائق میں اگر نظر تعمق سے کام لیا جائے تو سورج کی روشنی سے بھی زیادہ واضح نظر آجائے گا کہ باوجود مسلسل دشواریوں اور گونا گوں چھپدگیوں کے جن میں سیرابیک توصلہ شکن اور نظام عمل کی درہم برہم کرنے والی تھی ہادی برحق کے عزم و استقلال اور نظام کار میں سرموفق نہ آیا آہستہ آہستہ اسلام و مسلمین میں قوت پیدا ہونے لگی یہاں تک کہ بہت ہی قلیل مدت میں بلاشبہ ایک ریاست کی شان پیدا ہو گئی پھر جب کہ مکتبہ ہوا تو اب یہ سلطنت کی قوت و طاقت تھی جس میں ہر روز وسعت و کمال کی افزائش ہو رہی تھی۔

اشارات صدر سے یہ بتانا مقصود تھا کہ ایک وہ مذہب جو امتہائے نعت و ضحلال سے  
 شریع ہو اور مجیر العقل برصرت و تیزی سے سلطنت کے رتبہ تک پہنچا ہو جس کے معلم کو  
 ہر اصناف خلق اور گونا گوں اہل مذہب سے سابقہ و مقابلہ رہا ہو اُس دین کے متعلق یہ کہنا کہ  
 سیاسیات کا مذہب کیا تعلق یا اسے رہبانیت کا مرادف قرار دینا یا کسی حال میں بھی اُس کی  
 تعلیم کو صامت و ساکت فرم کر لینا کس قدر بے انصافی و تحرومی کی دلیل ہے امتہائی بد نصیبی  
 یہ ہے کہ آج اُس دین صیغ اور ملت بیضار کے نہ صرف پیرو بلکہ اُس مذہب کے عالم و علامہ ہونے  
 کے مدعی اور علم کے ساتھ کسی سلسلہ طریقت کے شیخ ہونے کا جو ادعا رکھتے ہیں جن کے ہاتھوں  
 پر سیکڑوں مسلمان بیعت طریقت کر کے وصول الی اللہ کی راہ پانا چاہتے ہیں آج وہ ہیں کہ  
 صاف لفظوں میں یہ کہہ رہے ہیں کہ ”گاندھی مذکر ہے پسر و گاندھی کا ہوں گاندھی کو اپنا  
 رہنا بنا لیا ہے“ اسلام کی نجات گاندھی کے ہاتھوں سے ہوگی۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ان  
 مدعیان علم نے لقد کان لکم فی سول اللہ اسوۃ حسنۃ کی جو تفسیر کہ اس وقت اپنے  
 اقوال و افعال سے کی ہے اُس سے اسلام اور اسلام کی تعلیم بن رہے حق سبحانہ انہیں بتا  
 دیتے اور ان کا گویا جو ایمان پھر انہیں مرحمت فرمائے بھرتہ البنی والہ الامجاد۔  
 عزیزانِ وطن اگر آپ فقیر کی اس گزارش کو سرسری طور پر پڑھتے ہوئے گزر جائیں  
 بلکہ ذرہ ان سطروں کو پڑھ کر سوچیں کہ میں نے کیا کہا اور کیوں کہا تو اُمید کرتا ہوں کہ اگر آپ  
 کامل غور و فکر سے کام لیں گے تو مسئلہ موالیات کی بہت سے مغالطات خود بخود منکشف ہو جائیں  
 اور نظام کار کا رستہ بالکل صاف ہو جائیگا تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون سے تعلقات  
 کفار سے ناجائز و ممنوع ہیں اور وہ کون سے علائق ہیں جنہیں خود شارع علیہ السلام نے عمل  
 آرا ہو کر ہمیں دنیا میں رہنے اور دین کی خدمت انجام دینے کی رہبری فرمائی۔

یہ شریعت پر بہتان ہے احکام شرعیہ میں کھلی تحریف ہے آیہ قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے جو یہ کہا جاتا ہے کہ کفار ہند سے موالات جائز ہے مصیبت عظمیٰ تو یہ ہے کہ طرح طرح سے کفار و مشرکین کے ساتھ موالات عمل میں آ رہی ہے اور اسے خدمت دین اور جہاد اکبر قرار دیا جاتا ہے  
 نعوذ باللہ من شرور افسنا ومن سیئات اعمالنا۔

**لفظ ولا کے معنی کی تحقیق** | مسئلہ موالات کے ہر پہلو کو واضح و لایح طور پر سمجھنے کے

لئے ضرورت ہے کہ لفظ ولا کا صحیح مفہوم و معنی پہلے سمجھ لیا جائے شریعت نے لفظ ولا کے حقیقی و مستعار معنی یہ بیان کئے ہیں الولاء ان يحصل شیئان فصاعدا حصولاً لیس بینہما مالیس منہما ویستعار ذالک للقرب من حیث المكان ومن حیث النسبة ومن حیث الدین ومن حیث الصداقة والنصرة والاعتقاد یعنی دو یا دو سے زیادہ چیزیں جب اس طرح باہم پائی جائیں کہ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسری شے ایسی مائل نہ ہو جو ان میں سے نہ تو اسے ولا کہیں گے لفظ ولا کو یہ حقیقی معنی ہیں اس لفظ کے حقیقی مستعار نزدیک کی ہیں یہ نزدیک کی خواہ باعتبار مکان ہو یا باعتبار نسبت یا باعتبار دین یا باعتبار دوستی یا باعتبار مدد یا باعتبار اعتقاد اس ترجمہ کا خلاصہ اور حاصل

بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ دو چیزوں میں ایسا اتصال و وصال کہ حد فاصل اٹھ جائے امتیاز تغایر مٹ جائے اور ایک دوسرے پر محمول ہو سکیں تو اس نزدیک کی و قرب کا نام ولا ہوگا لیکن اگر کوئی حد فاصل قائم ہے اور دونوں کی حقیقت ایک دوسرے سے ممتاز ہو رہی تو اس قرب و وصال کا نام ولا نہ ہوگا۔

نبی اسلام نے اپنے متبعین کو یہ ہدایت فرمائی کہ تمہارا غیر مسلم قوم سے کسی حال میں بھی ایسا نہ ہو جس سے فرق اسلام و غیر اسلام مٹ جائے ایسا تعلق خواہ تمہارے

معاملات (یعنی اعمال اعضاء و جوارح) کا پایا جائے یا معتقدات (یعنی تصدیقات قلبیہ) کا شریعت کے نزدیک جرم عظیم ہے۔ مثلاً اگر خدا نخواستہ کوئی مسلمان ایک کافر کی ملازمت کر یا اسے نوکر رکھے اور اس تعلق و نسبت کفر کی امداد یا کفر سے نزدیک ہونا مقصود ہو یا کافر کی ہمتی ایسے مقصد و مطلب کے لئے اختیار کی جائے تو یہ کھلا ہوا نفاق ہے اور منافق مسلمان نہیں۔

اسی طرح یہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ اگر کسی فرد مسلم یا جماعت مسلم کا کسی غیر مسلم سے قرب و نسبت دین یا اعتقاد پایا جائے گا تو یقیناً اس کا شمار اسی گروہ میں ہو گا جس کے دین و اعتقاد سے یہ نزدیک ہوا۔

اسی طرح صداقت سچی دوستی اور دلی محبت کا نام ہے دو شخص باہم صدیق یعنی سچے دوست صحیح معنوں میں اسی وقت کہے جائیں گے جب کہ تکلم اثنیت اور دلی بالکلیہ اٹھ جائیں شریعت محمدی نے اپنے پیروی کرنے والوں کو ایک غیر مسلم قوم سے صداقت و روادار پیدا کرنے یا باقی رکھنے سے منع کیا وہ دل جس میں اللہ اور اس کے رسول برحق کی محبت ہو اس میں ایسے اشخاص یا اقوام کی کہاں سمائی ہو سکتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہوں۔

لیکن اعمال اعضاء و جوارح ان کی دو صورتیں ہیں ہر ایک کا حکم اور نام شریعت نے جدا جدا رکھا ہے ایسا کام یا ایسا فعل جس سے ادیان باطلہ کافر و غیر ہوتا ہو یا اپنے دین و مذہب کو نقصان پہنچتا ہو ناروا و ناجائز ہے اور اسے موالات فی العمل کہیں گے ایسی نصرت و مدد غیر مسلم سے لینا یا غیر مسلم کو پہنچانا جس سے اس کے مذہب کی تقویت ہو یا اپنے دین پرگزند آتے شریعت میں گناہ کبیرہ ہے انتہا یہ کہ

موالات فی العمل اور  
موالات صوری کافرق

گھوڑے اور ہتھیار کا حربی قوموں کے ہاتھ بچپا یہ بھی ناجائز قرار پایا ایسے افعال کا مرتکب منافق فی العین قرار پائے گا لیکن اگر ایسا نہیں تو وہ مراسم و تعلقات جائز و مباح قرار پائیں گے اور ایسی مدد و نصرت جس میں حمایت غیر دین کی نہوتی ہو رحمت و شفقت میں شمار ہوگی عین معاشرت اور مدارات اُسے کہیں گے نہ وہ موالات ہی نہ کوئی اُسے موالات قرار دینے کا مجاز ہے بعد اس کے کہ لفظ ولا کے حقیقی مستعار معنی کی تشریح ہو چکی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح ولا منہی عنہ و ممنوع ہے اسی طرح و داد۔ رکون اور اتحاد بھی ممنوع ہے اس میں تو کسی غیر مسلم فریق کا استثناء ہی نہ کسی حالت میں کسی غیر مسلم کے ساتھ اس کی اجازت دی گئی ہے۔

مسلم کی نسبتیں غیر مسلم کے ساتھ چار قسم کی ہو سکتی ہیں غیر مسلم ذمی ہو۔ غیر مسلم خبیث گزار رعایا ہو۔ غیر مسلم مساوی و مقابل ہو۔ غیر مسلم حاکم ہو مساوات و تقابل کی تین صورتیں ہوں گی اولاً یہ کہ مصالحتہ و موادعت ہو باہمی معاہدہ سے آپس میں بطور قرار داد و معاہدہ کچھ طے پا چکا ہو ثانیاً یہ کہ غیر مسلم آمادہ پیکار ہو جنگ چھڑ گئی ہو یا چھڑ جانے کا احتمال ہو ثالثاً یہ کہ ایک دوسرے سے کسی امر خارج کے سبب تعرض نہ کر سکتا ہو حالات ان سبب اقسام و تنوعات میں کوئی شکل و حالت ایسی نہیں جس میں منہی عنہ تعلقات یعنی موالات و و داد رکون و اتحاد کا جواز و اباحت بھی قرآن کریم یا حدیث نبوی یا اجماع امت یا اجتہاد ائمہ دین سے ثابت ہو سکے۔

غیر مسلم سے موالات  
بہر حال میں ممنوع ہے

حقیقت یہ ہے کہ مسلم کی موالات خدا کی وہ نعمت ہے جسے ایک مسلم ہی پاسکتا ہے کسی غیر مسلم شخص یا قوم کو موالات مسلم سے مستفید ہونے کا کوئی موقع نہیں دیا گیا ہاں قوم مسلم رحمۃ للعالمین کی امت ہے اس لئے

س کے فیوضِ رحمت اور برکاتِ شہت جو دلا سے اپنی صورتِ مشابہ رکھتے ہیں لیکن باعتبار  
نیقت و ہایت وہ دلا نہیں اُن سے غیر مسلم تو ہیں بھی محروم نہ رکھی جائیں گی خواہ یہود ہوں  
نصاری کفار و مشرکین ہوں یسائین و ثینین حالت امن و سکون ہو یا میدانِ حرب و قتال  
دوستوں نے سنائیں نے کیا کہا میں نے یہ کہا کہ موالات ایک مسلمان دوسرے مسلمان ہی

سے کر سکتا ہے خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر کسی حال میں بھی ایک مسلم کسی غیر مسلم  
شخص یا قوم سے ولادہ موالات رکھنے کا مجاز نہیں بنایا گیا حدیہ کہ منافق جو صورتاً مسلمان ہی  
ہوتا ہے اس سے محروم کر دیا گیا فساق فجار سے بھی ولا منع ہے ایک مومن اسی پر موقوف  
کہ وہ موالات ایک مومن ہی سے رکھے سو مومن کے جو بھی ہو وہ موالات مومن سے  
محروم ہی رہے گا قرآن مجید نے یہی حکم دیا ہے سنت رسول نے یہی تفسیر کی ہے عالمان  
علوم دینیہ نے یہی سمجھا ہے یہی اپنی تفسیروں میں لکھا ہے۔

فقیر کی ایک اتھوس ہے کلام پاک کی تلاوت کر جاؤ لفظ و لا کو تلاش کرو کسی جگہ تمہیں یہ  
حکم نہ ملے گا کہ اس حالت میں کفار یہود یا نصاریٰ کے ساتھ موالات کرنے کی تمہیں اجازت  
نہ ملے گی اگرچہ تلاوت قرآن اور نغم کی تفسیر کا اقرار ہو تو علمائے سیاسی سے پوچھ دیکھو  
اس قدر تیز تو تم بھی کہتے ہو کہ الفاظ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو جس لفظ کے متعلق نہی وارد  
ہے اگر وہ لفظ یا اسی کا شتیق و مصدر تمہیں آنکھوں سے دکھائی دے تو مجھے جو چاہو کہو لیکن  
اگر ایسا نہیں اور یقیناً ایسا نہیں تو سمجھ لو کہ پانی بیاں مڑا ہے۔

علمائے سوئی کی | اس وقت مسئلہ موالات اس شکل سے سامنے لایا گیا ہے جس سے  
ایک نصاریٰ | سطحی نظر والوں کو یہ معلوم ہوا کہ واقعات و حالات پر علمائے  
ایک گہری نظر ڈالی اور انتہائے جدوجہد کمال سعی و کوشش کا نتیجہ ہے جو ایسی حالت میں صحیح

ذمہ داری مذہبی اور حقیقی مطالبہ دینی جو مسلمانوں پر ان کا مذہب پیش کر رہا تھا علماء دین کی  
کے مجتہدانہ دقیق نگاہوں نے اسے پالیا۔

حالات کہ موالات رکون و داد اور اتحادیہ وہ مسائل ہیں جن کا غیر مسلم کے ساتھ  
پایا جانا ہمیشہ سے منہی ہے اور ہر حال میں منہی عنہ رہے گا خواہ غیر مسلم ذمی ہو یا رعایا یا مساوی  
و مقابل ہو یا مستولی و تسلط حالت امن و سکون ہو یا حرب و جدال۔

ان تفصیلات کے بعد اکابر مفسرین کی تفسیر سے شواہد پیش کرتا ہوں عبارت تفسیر سے حسب  
ذیل امور پر روشنی پڑے گی۔

(۱) وہ کل آیتیں جن میں غیر مسلم کے ساتھ موالات و داد پر منہی وارد ہے وہاں  
علت منی ان کا کافر و بیدین ہونا ہے۔

(۲) الحب فی اللہ و البغض فی اللہ اصول دین میں سے ایک اہم اصل دینی  
ہے یعنی دوستی و محبت اللہ ہی کے لئے ہونی چاہیے اور بغض و عداوت بھی اللہ ہی کیلئے

(۳) کفار یا مشرکین کے ساتھ ترک و داد اور ترک موالات میں قتال یا عدم قتال  
ایجاباً و سلباً کوئی دخل نہیں رکھتے کفر و اسلام ان کے ایجاب و سلب کے حقیقی علل ہیں۔

(۴) جہاں ایمان و اسلام ہے وہاں موالات و داد ہے اور جہاں کفر و شرک ہے  
وہاں موالات و داد کا سلب ضروری ہے۔

(۵) سورہ ممتحنہ کی آیت لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الخ  
نسخ نہیں ہے بلکہ بعضوں کے نزدیک نسخ ہی۔

(۶) آیات ترک موالات مطلق ہیں کوئی مفسر ان کے نسخ اطلاق کا قائل نہیں۔  
(۷) موالات غیر مسلم کے معنی دوستی و محبت ہی یا ایسی اعانت و نصرت جس سے

مسلمانوں کا یا اسلام کا نقصان کمن و قرین قیاس ہو معاشرتی و تمدنی امور میں مدد لینا یہ مدد دینا ہرگز ممنوع نہیں۔

تفسیر مجلہ لیلین ارباباً تھا الذین امنوا لا یخذوا الیہود والنصارى اولیاء، والوہم و تواد و ہم (بعضہم اولیاء بعض) با اتحادہم فی الکفر (ومن یتولہم منکم فانہ منہم) من جملہم (ان الله لا یجدی القوم الظالمین، بموالاہم الکفارہ

لے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ یا اس طور کہ ان سے موالات کرو یا مودت پیدا کرو یہ سب کے سب کفر میں متحد اور ایک ہیں اس لئے بعض ان کا بعض کا دوست ہی اور جو تم میں سے انہیں دوست بنائے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا اللہ تعالیٰ ظالموں کی ہدایت نہیں فرماتا یہ ظلم ہی جو انہوں نے کفار سے موالات رکھی۔

(۳) لا یخذ المؤمنون الکافرین اولیاء) یوالوہم (من دون) ائیں غیر (المؤمنین) و سن یفعل ذالک) ای یوالہم (فلین من) دین (الله فی شیء)

مومنین کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو مومن ایسا کرے گا یعنی ان سے دوستی کرے گا تو اس کے لئے دین الہی میں کچھ باقی نہ رہے۔

تجویر | دیکھو آیت کریمہ میں مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے مطلق کفار اور یہود و نصاریٰ سے مودت و موالات یعنی دوستی و محبت منع فرمائی ہے مفسر نے بھی مطلق ہی سمجھا اور لکھا کوئی قید اس کی نہیں لگائی کہ جو کافر و نصرانی مسلمانوں سے لڑے یا مسلمانوں سے کالے موالات اس سے ممنوع ہے کیا مطلق کو مقید کرنا یہ تحریف نہیں اگر آیت متحدہ اس کی ناسخ ہوتی تو مفسر قیدتال فی الدین اور اخراج عن الدیار کا اضافہ کرتا یا کم از کم نسخ کا اشارہ کرتا لیکن جب کہ ایسا



نہیں ہے تو پھر موالات کے وہی معنی ہوئے جو شریعت کی زبان سے گزشتہ صحبت میں بتا چکا ہو  
تفسیر بیضاوی (۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى  
أَوْلِيَاءَ (فلا تعمدوا عليهم ولا  
تعاشرهم مباشرة الا حباب  
**رَبِّعُضَّهُمْ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ إِلَى**  
**عَلَّةِ النَّهْيِ فَإِنَّهُمْ مُتَّفِقُونَ عَلَى**  
**خُلَافَةٍ كَمَا يُوَالِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا لِيَتَّخِذُوا**  
**وَالدِّينَ وَاجْتَمَاعَهُمْ عَلَى مَضَادِّكُمْ**

مومنین منع کر گئے ہیں کہ وہ کفار سے دوستی و محبت کریں  
خواہ یہ محبت بہ سبب قرابتہ کے ہو یا اس دوستی کی وجہ  
سے جو ایام جاہلیت میں تھی یا کسی اور سبب سے  
کفار کے ساتھ ہر قسم کے علات  
محبت کو اس طرح قطع کر دیں کہ ان کی  
محبت اور ان کا بعض اللہ ہی کے لئے رہ جائے  
یا لفظ ولا اس آیت میں یہ معنی نصرت  
وامانتہ ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوگا۔

(۲) (لا يتخذ المؤمنون الكافرين اولياء) خواہ عن موالاتہم لقرابة الصداقة جاہلیتہ  
و نحوہا حتی لا یكون جہم و بعضہم الا فی اللہ  
او عن الاستعانة بهم فی الغزو و سائر الامور  
الدینیة (من دون المؤمنین) اشارتہ الی  
انہم الاحقفاء بالموالاتہ وان فی موالاتہم  
منذ حین عن موالاتہ الکفرہ و من یفعل الذل  
ای اتخا ذم اولیاء (فلیس من اللہ فی شیء) ای  
ولایتہ فی شیء یحرم ان یمی ولایتہ فان موالاتہ  
المتعادین لا یجتمعان قال شعر

تو دعویٰ تمہے پر ہے کہ تمہیں انہی کے مومنین منع کئے گئے ہیں اس سے کہ وہ کفار سے مدد نہ لیں  
صدیقک لیس النواک عنک بعادب غزوات یعنی جہاد میں اور کل دینی کاموں میں

من دون المؤمنین کا اشارہ اس طرف ہے کہ مستحق مموالات مومنین ہی ہیں ان کی محبت  
و دوستی ان کی اعانت و مدد کفار سے بے نیاز کرنے والی ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے یعنی ان سے  
محبت کرتا ہے یا ان سے دینی کاموں میں مدد لیتا ہے تو پھر اس کے لئے ولایت اللہ میں سے ایک  
ذریعہ بھی ایسا نہ رہا جس کا ولایت نام رکھا جاسکے اس لئے کہ دو دشمنوں کی محبت جمع نہیں ہو  
سکتی شام کتاب سے میرے دشمن سے تو دوستی رکھتا ہے پھر خیال کرتا ہے کہ میں تیرا دوست ہوں یا  
خیال تیری اعانت سے کچھ بعید نہیں۔

تیسرا تفسیر بیضاوی کی عبارت سامنے موجود ہے دیکھو علت عدم مموالات کفر کو قرار دیا  
یا قتال فی الدین اور اخراج مسلمین کو مطلقاً کفار و یهود و نصاریٰ سے جب کہ مموالات ممنوع  
ہے تو پھر قید قتال فی الدین وغیرہ کی بڑھانا کیا مذہب میں تخریف نہیں پھر یہ بھی دیکھو کہ ولا  
اگر نصرة و مدد کے معنی میں لیا جائے تو کس طرح کی مدد لینا کفار سے ممنوع ہے صاف لفظوں  
میں بیضاوی نے بتا دیا ہے اور مثال بھی پیش کر دی ہے۔

کھلے لفظوں میں مفہم کیا رہا ہے کہ دینی کاموں میں مدد کفار سے لینا مموالات ہے مثلاً  
جہاد و غزوات یا اور کوئی دینی امر دنیاوی کاروبار اور معاشرتی زندگی میں نہ مدد لینا مموالات  
ہے نہ مدد دینا۔

خدا را انصاف شرط ہے اسکول اور کالج جو اپنا ہی روپیہ واپس لیں جب حکومت آپنی مقصد  
تعلیم کے لئے لے کر جمع کیا تھا اس کی واپسی تو مموالات میں شمار ہو روپیہ لینے والا حکم قرآن سے منافی  
لینے والا قرار پائے لیکن خلافت جو معنی دینی مسئلہ اور انگریزوں سے جزیرہ العرب کا تعلق ہے

جو خالص جہاد و غزوہ اُس میں گاندھی اور کفار ان ہند سے نہ صرف مدد لینا بلکہ من کل الوجہ  
 اُن کے ہاتھوں کی کٹ پٹی ہو جانا نہ موالات نہ منہی عنہ بلکہ سنت و فرض ہے۔

تفسیر مدارک (۱) (لا يتخذ المؤمنون الكافرين  
 اولياء) ہوا ان یوالوا کافرن لقرباۃ بینہم ولصدا  
 قبل الاسلام او غیر ذلک وقد کرر ذلک فی القرآن  
 والمحبة فی اللہ والبغض فی اللہ باب عظیم فی الایمان  
 (من دون المؤمنین) یعنی ان کلمہ فی موالاتہ  
 المؤمنین مندوحة عن موالاتہ کافرن فلا  
 قالو ہم علیہم (ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ  
 فی شیء) ای ومن یوالی الکفرۃ فلیس من ولایۃ  
 اللہ فی شیء لان موالاتہ الولی وموالاتہ عداوہ  
 متنافیان

مؤمنین اس سے منع کئے گئے ہیں کہ وہ کفار کے  
 ساتھ دوستی و محبت رکھیں یہ محبت خواہ قرابت  
 کے سبب یا جاہلیت کی دوستی کی وجہ سے یا کسی  
 اور باعث سے ہو یہ مسئلہ قرآن میں بار بار آیا ہے  
 محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ ایمان کا ایک  
 بہت بڑا باب ہے۔  
 (من دون المؤمنین) یعنی اُسے مسلمانوں تمہیں  
 مؤمنین کی موالات کفار کی موالات سے بے نیاز  
 کر دی گئی انہیں چھوڑ کر کفار کو محبوب نہ بناؤ (ومن  
 یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء) جو شخص  
 کفار سے دوستی کرتا ہے اُس کے لئے اللہ کی  
 ولایت سے کچھ باقی نہ رہا اس لئے کہ کسی  
 دوستی محبت اور اُس دوست کے دشمن کی محبت  
 یہ دونوں متنافی ہیں۔

یہود و نصاریٰ کو اپنا اولیا نہ بناؤ بائیں طرف  
 کہ اُن کی مدد کرو یا اُن سے مدد لویا اُن سے  
 بھائی چارہ قائم کرو یا اُن سے ایسی معاشرت کہ جو  
 جیسے مسلمانوں کی آپس میں معاشرت ہونی چاہیے  
 پھر نبی کی ملت اپنی اس قول سے بیان فرماتا ہے  
 (بعضہم اولیاء بعض) ہر ایک ان میں سے مسلمانوں  
 دشمن ہے اُس میں اس امر کی دلیل ہے کہ کفر کے سارے  
 مذاہب ایک ہی مذہب ہیں (ومن یتولہم منکم  
 فانه منہم) جو انہیں تم میں سے دل بٹائے وہ

(۲) یا ایہا الذین امنوا لاتتخذوا الیہود  
 والنصارى اولیاء) ای لاتتخذوہم  
 اولیاء تنصروہم وتستنصروہم وتواخوہم  
 وتعاشروہم معاشرۃ المؤمنین  
 ثم علل النہی بقولہ (بعضہم اولیاء بعض) کلہم  
 اعداء للمؤمن ونبیہ دلیل ان الکفر  
 کلمۃ مللۃ واحداۃ (ومن یتولہم منکم  
 فانه منہم من حملتہم وحکمہ حکمہم

وہذا تغلیظ من اللہ و اسی گروہ میں سے ہے اور اس کا حکم بھی وہی ہے جو اس فرقہ کا حکم ہے

تشدید فی وجوب حجابہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بہت بڑی نعمتی اور شدت ہے کہ جو دین اسلام

لمخالف فی الدین کا مخالف ہے اس سے پہلو ہتی کرنا واجب ہے

تتوییر | تفسیر مدارک بھی ایک مشہور و معروف کتاب ہے اس مفسر نے بھی مطلقاً کفار و یہود و نصاریٰ

سے ترک موالات واجب سمجھا اور لکھا یہاں تک کہ ہر وہ قوم یا شخص جو مخالف فی الدین ہے

اس سے ترک موالات ضروری ہے مسلمان نہ اس کی دوستی کریں گے نہ اس کے دینی و مذہبی

امور میں مدد دیں گے نہ اپنے مذہبی امور میں اس سے مدد لیں گے۔

مسلمانوں کے مذہبی امور میں مسلمانوں کا معین و مددگار ہونا موالات کفار سے مستغنی و

بے نیاز کرنے والا ہے اور کفار بیدین کے مددگار و یار و غمگسار کفار ہیں۔

تفسیر البحر المحیط | لا یأخذ المؤمنون اس جگہ نبی کے معنی یہ ہیں کہ

الکافرین اولیاء من مسلمانوں کو کفار کے ساتھ لطف

دون المؤمنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ کرنے سے اور ان کی طرف جھکنے

فی شیء النہی ہا انما معاہ النہی عن اللطف بھم سے منع کیا گیا ہے۔ لطف سے

والمیل الیہم واللطف عام فی جمیع الاعصار ان کا باز رکھنا ہر زمانے کے

وقد تکرر ہذا فی القرآن و کیفیک من ذالک لئے عام ہے یہ مضمون قرآن میں

قولہ تعالیٰ لا یجد قوم یؤمنون باللہ والیوم بار بار آیا ہے تیرے لئے اللہ کا

الانحویا دون من حاد اللہ ورسولہ الخ والمحبۃ یہ فرمانا کافی ہے کہ تو نہ پائے گا

واللہ والبغض فی اللہ اصل عظیم من اصول الدین ایسی قوم جو اللہ اور قیامت پر

وظاہر الآیۃ تقضی النہی عن موالاتہم الامام فہرنا ایمان لانی ہو کہ وہ قوم دوست رکھے

فیه من اتخا ذہم  
عبیداً و الاستعانة  
بہم الاستعانة الخیر  
بالدلیل والرفع  
بالاوضیح والنکاح فہم  
فہذا کلہ ضرب من  
الموالاة اذن لنا فیہ  
وسنا ممنوعین منہ والہنی  
لین علی عمومہ

اُسے جو اللہ اور اللہ کے رسول کا دشمن ہو محبت  
فی اللہ اور بغض فی اللہ اصول دین میں سے ایک  
بہت بڑی اصل ہے۔ ظاہر آیت اُن سے موالات  
کو منسوخ کرتی ہے مگر وہ چیزیں مستثنیٰ ہیں جن میں ہیں  
گنجائش ہے جیسا کہ انہیں غلام بنا کر رکھا جائے یا  
اُن سے مدد لینا جیسا کہ عزیز ذلیل سے یا صاحب منصب  
کم رتبہ سے مدد لینا جیسا کہ عورتوں سے نکاح کرنا یہ سب یہاں  
موالات کی ہیں جن کی ہیں اجازت دی گئی ہے اور اس سے ہم منسوخ  
نہیں کیے گئے ہیں نئی اپنے عموم نہیں ہے۔

تجویر | علامہ اندلسی نے اس آیت کی تفسیر میں ہیبت اشارات لطیفہ کی طرف ہدایت فرمائی عدم  
موالات کی وجہ بغض فی اللہ کو قرار دیا جیسا کہ دیگر مفسرین کی تفسیروں سے واضح ہو چکا ہے سورہ متحنہ  
کی آیت نے مطلق کو مقید نہیں کیا اگر قتال فی الدین وغیرہ علت نہی ہوتی تو کوئی مفسر تو اُسے  
لکھتا آخر اس کی کیا وجہ جو ہر ایک مفسر مطلقاً کفار سے موالات ناجائز قرار دیتا ہے مزید برآں  
حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کو اصل قرار دیتے ہوئے ہر ایک مفسر اطلاق پر مہر کر دیتا ہے۔  
اسی کے ساتھ مفسر اندلسی نے معاشرت اور کاروباری زندگی کے متعلق بھی یہ فیصلہ  
کر دیا کہ یہ امور موالات صوری ہیں نہی عنہ موالات حقیقی ہے نہ کہ موالات صوری الہنی لیس علی  
عمومہ کا یہی مطلب ہے۔

تفسیر خازن | (۱) لا یخون المؤمنون (۱) مؤمنین کو اپنا ناصر و مدین ہونے سے مومن کے  
الکافرین اولیاء) یعنی انصار و اعواناً غیر مومن کو نہ بنانا چاہئے ایک مومن اپنی ولایت

من دون المؤمنین یعنی من غیر المؤمنین کسی غیر مومن کے ساتھ نہ قائم کرے مسلمانوں  
 والمعنی لا یجعل المؤمن ولا یتہ لمن ہو کو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے  
 غیر مومن نہی اللہ المؤمنین ان یوالوا کہ وہ کفار کے ساتھ موالات و ملاطفت اختیار  
 الکفار و یلاطفوہم لقربۃ بینہم و کریں یہ فعل ان کا قرابت باہمی یا محبت یا معاشرت  
 محبة او معاشرت و المحبة فی اللہ والبغض ہی کے سبب کیوں نہ ہو ہر حال میں موالات منہی عنہ  
 فی اللہ باب عظیم واصل من اصول الایمان ہے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ دین کا بڑا باب  
 (وَمَنْ یَفْعَلْ ذَٰلِکَ) یعنی موالات الکفار ہے اور اصول ایمان میں سے ایک اصل ہے اور جس نے ایسا  
 من نقل بالاجبار الیہم و اظہار عورتہ کیا یعنی کفار سے موالات اختیار کی بائیں طور کہ مسلمانوں کی  
 المسلمین او یودہم و یحبہم فلیس خبریں ان تک پہنچائیں یا مسلمانوں کے بھیدوں سے  
 من اللہ فی شئی انھیں گماہ کیا یا ان سے دوستی و محبت کی تو اس کے

لئے خدا کی رحمت سے کچھ حصہ نہ رہا۔

(۲) یا ایہا الذین امنوا لا تتخذوا الیہود  
 والنصارى اولیاء) نہی اللہ المؤمنین  
 جمیعاً ان یتخذوا الیہود والنصارى انصافاً  
 واعمالاً ذالی اہل الایمان باللہ ورسولہ  
 وخبیرانہ من اتخذہما نصاراً و اعدائاً  
 و صلفاء من دون اللہ ورسولہ و المؤمنین  
 فانہ منہم وان اللہ ورسولہ و المؤمنین  
 منہ براء (بعضہم اولیاء بعض) یعنی ان  
 بعض الیہود انصار لبعض علی المؤمنین

(۲) ساری مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ  
 ان لوگوں پر جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان  
 لائے ہیں یہود و نصاریٰ کو اپنا ناصر و معین بنائیں اور یہ خبر  
 ارشاد فرمائی کہ اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کو چھوڑ کر  
 جو انھیں اپنا ناصر یا معین یا عیال بناؤ گا اس کا شمار  
 انہیں میں ہو گا بیشک اللہ اور اس کا رسول اور مؤمنین  
 اس سے بری ہو گئے۔ مؤمنین کی مخالفت پر بعض  
 یہود و بعض کے مددگار ہیں اور یہی حال نصاریٰ کا ہے

وان النصری کذا اللک ید واحدہ  
 علی من خالفہم فی دینہم وملتہم  
 (ومن یتولیہم منکم فانہ منہم) یعنی  
 ومن یتولی الیہود والنصری دون  
 المؤمنین فینصرہم علی المؤمنین فهو  
 من اہل دینہم وملتہم لانہ لا  
 یتولی مولی احد الا وهو راض بہ و  
 بدینہ واذا رضیہ ورضی دینہ  
 صار منہم وھذا تعلیم من اللہ وتشدید  
 عظیم فی مجانبۃ الیہود والنصری وکل  
 من خالف دین الاسلام ۛ

کہ جو ان کے دین و ملت کا مخالف ہو اس کی مخالفت و  
 مقابلہ پر سب ایک ہاتھ ہو جاتے ہیں جو شخص یہود و نصاریٰ  
 سے مومنین کو چھوڑ کر موالات کر لیا پھر یہود و نصاریٰ کی  
 مسلمانوں کے مضرت و نقصان یا مقابلہ پر مدد کرے گا  
 تو وہ انہیں کے دین و ملت میں محسوب ہو گا کسی کی مدد کر لیا  
 یہی نشانہ ہے کہ اس سے اور اس کے دین سے مدد کرنا  
 راضی ہے۔ اور جب اس سے اور اس کے دین سے راضی  
 ہو تو انہیں میں سے ہو ایہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم ہے اور  
 یہود و نصاریٰ اور ہر وہ شخص جو دین اسلام کا مخالف  
 ہو اس سے پہلو ہتی کرنے کا بڑی شدت و سختی سے  
 حکم دیا گیا ہے۔

**توضیح** | مسلمانوں کا تفسیر خازن کی عبارت پڑھو دیکھو تو کفار کی مدد دینی و مذہبی امور میں ممنوع  
 ہے یا معاشرتی اور عمرانی زندگی میں کیا مفسر ممتحنہ کی آیت سے اس آیت کو منسوخ قرار دیتا ہے  
 کیا مفسر نے یہود و نصاریٰ اور کفار سے مطلق ارادہ نہیں کیا؟ کیا قید قتال فی الدین یا اخراج  
 مسلمین کا اضافہ کیا؟ کیا ہر مخالف دین اسلام کے ساتھ ترک موالات کو واجب نہیں کہا؟ کیا کفار  
 نصاریٰ سے دوستی اور محبت کو منع نہیں فرمایا؟ اگر ان سب سوالوں کا جواب تمہیں انصاف و حق  
 کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو پھر تمہیں بتاؤ کہ مسٹر گاندھی اور ان کے ہم مذہبوں سے محبت کرنا کیا  
 موالات نہیں تمہیں بتاؤ قربانی کا ذکر ترک کرنا یہاں تک کہ معمولاً اس کا ذبح بند کرنا یہ مسلمانوں  
 کو چھوڑنا اور مومنین کے مقابلہ میں کفار و مشرکین کی مدد کرنا نہیں؟ کیا قشقہ لگانا ہندوؤں کی جڑ

پکارنا رام رام مت ہر گناہین کفار کے ساتھ انہما رضا و پسندیدگی نہیں؟ خدا را انصاف شرط ہے صریح نبی قرآنی کا ارتکاب تو تمہارے لیڈر کریں خالص موالات ہندوؤں کے ساتھ برقیں اور سائل نون کو اس کی طرف جو ر و ظلم شدت و سختی کے ساتھ کھینچ کر لائیں یہ نہ صرف جائز بلکہ عین خدمت اسلام ہو اور مسلمان جو روپیہ اپنا واپس لیں یہ موالات قرآنی ہے اس پر ہنگامہ آرائی کیجائے اور اسے دعوت حق کا لقب بخشا جائے وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ

ظَلَمُوا أَيُّ مَنَقَلِبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝

تفسیر کبیر | واعلم انه تعا انزل

آیتوں میں نازل فرمایا ہے ان میں سے ایک یہ مقام ہے

کہ اے ایمان والو مومنین کے سوا کسی اور کو اپنا راز دار

نہ بناؤ پھر دوسری جگہ فرمایا اسی قوم تو اللہ اور

قیامت پر ایمان لائے تو نہ پائیگا کہ وہ دوست بنائے

اسے جس نے اللہ اور اللہ کے رسول کو دشمن رکھا قری

جگہ فرمایا اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست

نہ بناؤ جو تمہی جگہ ارشاد ہے اے ایمان والو میرے اور اپنے

دشمن کو دوست نہ بناؤ پھر فرمایا مومن مرد اور مومنہ

عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

واعلم ان کون المؤمن موالیہ

تین طرح کی ہو سکتی ہے (۱) کافر کے کفر کو پسند کرنا ہو اور

اس کے کفر پر راضی ہو کا ذرہ اس کے کفر ہی کی وجہ سے

للكافر محتمل ثلاثة اوجه (احدها)

ان يكون راضيا بكفره ويؤا له لاجله



وهذا ممنوع منه وتصويب الكفر  
 كفر الرضا بالكفر كفر (وثانيتها)  
 المعاشرة الجميلة في الدنيا بحسب  
 الظاهر وذلك غير ممنوع منه (ح)  
 القسم الثالث) وهو كما لتوسط بين  
 القسمين الاولين هو ان موالات  
 الكفار بمعنى الركون اليهم والمعونة  
 والمظاهرة والنصرة اما بسبب القرابة  
 او بسبب المحبة مع اعتقاد ان دينه  
 باطل فهذا لا يوجب الكفر الا انه  
 منى عنه لان الموالات بهذا المعنى  
 قد تجر الى استحقاق طريقته  
 والرضا بدينه وذلك يخرج به  
 عن الاسلام فلا جرم هدا الله تعالى  
 فيه فقال ومن يفعل ذلك فليس  
 من الله في شيء

دوست رکھتا ہو ایک مومن ایسا کرنے سے باز رکھا  
 گیا ہے تصویب کفر کی کفر اور رضا کفر پر کفر (۲) باصتاً  
 ظاہر دنیاوی اچھی معاشرت کافر کے ساتھ رکھے یہ  
 ممنوع نہیں ہے (۳) قسری قسم پہلی دونوں قسموں کا  
 درمیانی مقام ہے۔ اُس وقت کافر کے ساتھ موالات  
 کے یہ معنی ہوں گے کہ ركون اُن کی طرف یا معونت  
 یا مظاہرہ یا نصرت یہ موالات خواہ قرابت کے سبب ہو  
 یا محبت کی وجہ سے ہو باوجود اس اعتقاد کے کہ دین  
 اُس کا باطل ہے تو یہ موالات موجب کفر نہیں مگر یہ  
 ضرور ہے اس لئے کہ یہ موالات کسی وقت اُس کی خواہ  
 مذہب کی طرف نہ کھینچ لے اور یہ اُس کے دین کو پس  
 کرنے لگے اور اس دین سے راضی ہو جائے کفر کو  
 اچھا سمجھنا یا اُس پر راضی ہونا دین اسلام سے نکل  
 جانا ہے پس بالضرور اللہ تعالیٰ نے اس سے تنبیہ  
 فرمائی اور یہ دھمکی سنائی کہ جو ایسا کرے اُس کے  
 لئے اللہ کے دین سے کچھ نصیب نہیں۔

تفسیر امام رازی نے اس معنی میں جس قدر دوسری آیتیں نازل ہوئی ہیں اُن میں سے بعض کا  
 ذکر کرتے ہوئے یہ بھی ظاہر فرمایا کہ جہاں کہیں کلام پاک میں موالات کو منع فرمایا گیا ہے  
 اُس کے کیا معنی ہیں اور شریعت نے کیا ارادہ کیا ہے موالات حقیقی و صورتی کو یکجا لے کر تین قسمیں

گردیں پہلی قسم موالات تیسری کو کفر کا مرادف قرار دیا دوسری وہ صورت کہ نہ دل سے کفر پر  
رضنا و پسندیدگی نہ اعمال و افعال سے اُس کی تائید ہاں کفار کے ساتھ میل جول۔ لیکن دین  
آدمیت و مدارات کا برتاؤ اور عمرانی حیات میں مراسمات فعل معروف کا عمل اسی معاشرت جمیل کہتے ہیں  
شریت نے اس سے ہرگز منع نہیں فرمایا۔

تیسری قسم موالات کی یہ ہے کہ دل کفر سے بیزار لیکن اعضا و جوارح کے اعمال و افعال سے  
کفر کی تائید کی جائے دوستی کا لحاظ کرتے ہوئے یا قرابت و رشتہ کا خیال رکھتے ہوئے ایسا عمل  
و وقوع میں آئے تو یہ موالات اگرچہ کفر تو نہیں اس لئے کہ دل کفر سے متنفر ہے لیکن منہی عنہ ضرور  
ہے کفر کی تائید ہوتی ہے اور افعال کفریہ سے عقیدہ کفریہ کے پیدا ہو جانے کا احتمال ہے۔  
اب بتاؤ نام کی تقسیمات ثلاثہ میں سے اسکول و کالج کا امداد لینا کون سی قسم میں  
داخل ہے نیز یہ بھی بتاؤ کہ صلیبیوں کا گاندھی میں جذب ہو کر مسلمانان ہند کے حقوق پر  
پھری پھیرنا کون سی قسم موالات میں ہے۔ تفسیر کی عبارت آنکھوں کے سامنے موجود ہے ترجمہ  
عبارت کا پیش نظر ہی دیکھو اور سمجھو آخر خدا کے پاس جانا ہی دین سے آنکھیں نہ چراؤ تم اس کے  
ممان ہو دین تمہارا محتاج نہیں۔

تفسیر ابن جریر | «لا یتخذ المؤمنون  
الکافرین اولیاء من دون المؤمنین  
ہذا ہنی من اللہ عزوجل المؤمنین ان  
یتخذ الکفار اعداؤا و انصارا و ظھورا  
و معنی ذالک لا یتخذوا ایھا المؤمنون  
الکفار ظھیرا و انصارا تو انھم علی

«اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے مسلمانوں کو یہ حکم  
امناعی دیا گیا ہے کہ وہ کفار کو اپنا معین و ناصر یا پشت  
نہ بنائیں۔ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ لے ایمان والو کفار  
کو اپنا پشت و پناہ و مددگار نہ بناؤ باہیں طور کہ ان کے  
دین سے محبت رکھتے ہو مؤمنین کے سوا کفار کی مدد  
کرتے ہو تاکہ مسلمانوں کو نقصان و مضرت پہنچے

دینہم وتظاہروا نھم علی المسلمین من  
دون المؤمنین وقد لو نھم علی عواقب  
فانہ (مَنْ یَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ  
فِی شَیْءٍ) یعنی بذالک فقد برئ من اللّٰہ  
وبرئ اللّٰہ منه بار تدا دہ عن دینہ  
ودخلہ فی الکفرہ

(۲) یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود  
والنصارى اولیاء) والصواب من القول  
فی ذالک عندنا ان یتقال ان اللّٰہ تعالیٰ  
ذکرہ فی المؤمنین جمیعاً ان یتخذوا الیہود  
والنصارى الصاراً وحلفاء علی  
اہل الایمان یا اللّٰہ ورسولہ واخبر  
انہ من اتخذہم نصیراً وحلیفاً وولیاً  
من دون اللّٰہ ورسولہ والمؤمنین  
فانہ منہم

اما قوله (بعضہم اولیاء بعض) فانہ عنی  
بذالک ان بعض الیہود والنصارى بعضہم  
علی المؤمنین وبتواحدۃ علی جمیعہم

یا مسلمانوں کے امر الیہود و نصاریٰ پر کفار کو باخبر  
کرتے ہوئے شک جس نے ایسا کیا اللہ اس سے  
بری اور وہ اللہ کی ذمہ داری سے بری ہو گیا  
وہ دین اسلام سے مرتد ہو گیا اور کفر میں  
داخل ہو گیا۔

(۲) اس آیت کے متعلق صحیح و صواب قول یہ ہے کہ اللہ  
سبحانہ جس کا ذکر بلند ہے اس نے ساری مومنین کو منع  
فرمایا ہے کہ ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور اس کے  
رسول پر ایمان لائے ہیں یہود و نصاریٰ کو اپنا مددگار حلیف  
نہ بنائیں نیز اس آیت حق سبحانہ نے خبر دی کہ اللہ و رسول  
اور مومنین کے سوا جس نے انھیں مددگار یا حلیف یا دوست  
بنایا وہ انھیں میں سے ہوا (بعضہم اولیاء بعض)  
سے یہ ارادہ فرمایا کہ بیشک بعض یہود مومنین کے مقابلہ  
و مخالفت پر بعض یہود کے مددگار ہیں مختلف قبائل  
یہود مسلمانوں کے مقابلہ و مخالفت پر بہت دیکھتے ہیں  
بیشک نصاریٰ کا بھی یہی حال ہے کہ جو بھی  
ان کے دین و ملت کے خلاف ہے اس کے مقابل میں  
بعض نصاریٰ بعض کے مددگار ہیں۔

وان النصارى كذالك بعضهم انصار بعض  
 منكم فانه منهم) یعنی تعالیٰ ذکرہ بقولہ ومن  
 علیٰ من خالف دینہم وملتہم (ومن یتولہم  
 منکم فانه منهم) یعنی تعالیٰ ذکرہ بقولہ ومن  
 یتولہم منکم فانه منهم ومن یتولی الیہود والنصارى  
 دون المؤمنین فانه منهم بقول فان من تولاهم  
 ونصرہم علی المؤمنین فہو من اہل دینہم وملتہم  
 (ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین یعنی  
 تعالیٰ ذکرہ بذالک ان اللہ لا یوفق من وضع  
 الولاية فی غیر موضعہا فوالی الیہود والنصارى  
 مع عداوتہم اللہ ورسولہ والمؤمنین علی  
 المؤمنین وكان لهم ظہیراً ونصیراً  
 اُس کے رسول اور مؤمنین کا دشمن ہے۔

توضیح تفسیر بن جریر کی عبارت پڑھو اور اجمعی طرح غور کرو پھر انصاف سے کہو کہ صیغہ تعلیم  
 میں جو رد پیدا پنا جمع کر وہ گرنٹ سے واپس لیا جاتا ہے وہ موالات کیوں کر ہو سکتا ہے کیا اس  
 مال کی واپسی اعانت کفر ہے یا مؤمنین کو اس سے نقصان پہنچانا ہے یا اخوت اسلامی کو منقطع  
 کرنا ہے۔

دیکھو تمہارے لیڈروں نے چپکے چپکے گاندھی سے سرگوشی کی مسلمانوں کو چھوڑا ان کی  
 بات بھی نہ پوچھی اور جب گاندھی کا درس انہیں یاد ہو گیا تو اُس کی زبان بنکر تمہیں گاندھی کی قربانی  
 سے منع کیا فرق اسلام و کفر مشابہت کی تلقین کی مشرک کا نوحہ خواں تمہیں بنایا۔ ٹکٹی اُس کی تم سے  
 اٹھوائی جس مسلمان نے ان افعال سے جوہر سچا حرام و ممنوع تھے منع کیا یا اس خطا کاری پر ایسا

متنبہ کیا اس کے پیچھے پڑ گئے مسلمانوں کو چھوڑنا کفار سے ملنا ان کے مذہبی مراسم میں شریک ہونا سنگم و پریاگ کو مقدس و متبرک کہنا یہ سب انہیں اقسام موالات سے ہیں جنہیں شریعت نے حرام فرمایا ہے۔

عبارت تفسیر میں ہر جگہ نصر کا صلہ علی آیا ہے۔ علی المؤمنین۔ علی المسلمین جس کا یہ مطلب و منشا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف مسلمانوں کی ضرر رسانی مسلمانوں کی تکلیف دہی، کفار کی مدد و ممنوع، اور داخل موالات ہے۔ یہ عام محاورہ ہے نصر زیداً اس نے زید کی مدد کی نصر علی زید کے خلاف مدد ہو چائی۔ پس لفظ ولا کے معنی جب نصر یعنی مدد کے لئے جائیں تو اس وقت وہ مدد جس کا تعلق معاشرت و تمدن سے ہو موالات منہی عنہ میں شمار نہ ہو گا۔ یہی معنی شریعت کی زبان سے ابتدائی بحث موالات میں بعض تھقیق معنی ولا لکھ چکا ہوں۔ تمام مفسرین کی عبارت بھی اب پیش کر دی ہر ایک مفسر نے اسی معنی کی تائید کی ہے۔ تمہارے لیڈر مل لفظ ولا یا موالات کے معنی جو بیان کرتے ہیں وہ خود انہیں کا اختراع کر رہے۔ شریعت اس اختراعی معنی کو قبول کرنے سے ابا کرتی ہے۔ جن حالات و تعلقات پر موالات کی تطبیق دیتے ہیں از روئے شریعت وہ غلط معنی ہے اس طرح کا اجتہاد اور اس طرح کے معنی کا اختراع مسلمانوں کو پریشان کرنا اور اصلی و حقیقی نظام عمل کو باطل کرنا ہے یہ دین کی خیر خواہی نہیں ہے بلکہ مذہب و ملت کی بدخواہی ہے اور کھلی بدخواہی۔

اب آؤ سورہ ممتحنہ کی پیش کردہ آیت کے متعلق بھی مفسرین کی تحقیقات لکھ کر بحث کا خاتمہ کرنا جائے لیکن اگر آیت لا یمنکم اللہ الخ سے قبل اس آیت شریفیہ کے متعلق جس سے سورہ مکرّمہ شروع ہوتی ہے کچھ گزارش کر دیں تو تحقیق مقام میں بہت وضاحت ہو جاتی ہے۔

حضرت عاظم کا واقعہ | یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا وعدی وعدکم اولیام

تلقون الیہم بالموذیۃ۔ تمام ائمہ مفسرین کی تحقیق و نیز نصوص احادیث اس پر دلیل ہیں کہ حضرت عاتب بن ابی بلتعہ کی شان میں اس آیتہ پاک کا نزول ہی۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ پر فوج کشی کا ارادہ فرماتے ہیں ساز و سامان کی تیاری ہو رہی ہے لیکن عام طور سے اس کا اظہار نہیں فرمایا گیا کہ مجاہدین کا نعرہ تکبیر کس سر زمین پر بلند ہو گا کون سی آبادی مسلمانوں کے خاک قدم سے مشرف ہو کر دارالاسلام کی کرامت حاصل کرے گی ہاں بعض مخصوص صحابہ اس سرنوی کے حامل و امین بنائے گئے جن میں سے ایک عاتب رضی اللہ عنہ بھی تھے حضرت عاتب کے اعزہ ہنوز مکہ میں مقیم تھے آپ کو یہ خیال گزرا کہ میری قرابت نسب کفار مکہ سے نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں سے مغلوبہ کا اندازہ کرتے ہوئے کفار مکہ اپنا غیظ و غضب اقرباؤ مسلمین سے جو مکہ میں مقیم ہیں ظاہر کریں وہ مسلمان جن کی قرابت نسب کفار مکہ سے ہے ان کے اقربا بنی رشتہ کی وجہ سے مظالم کفار سے محفوظ رہ جائیں تو کچھ عجیب نہیں لیکن میری کوئی قرابت نہیں لہذا میرے خاندان کو کفار تباہ و برباد کر دیں گے۔ ہاں اگر میں کوئی احسان و امتنان ان کے حق میں اس وقت بجالاؤں تو اس احسان کا عوض شاید انھیں ظلم و ستم سے باز رکھے اسی خیال سے انھوں نے ایک خط کفار مکہ کو لکھا اور انھیں اس امر سے آگاہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر فوج کشی کا ارادہ رکھتے ہیں تم اپنا بچاؤ کر لو۔

ایک عورت لے کر روانہ ہوتی ہے حق سبحانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خط سے مطلع فرماتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولیٰ علیٰ کرم اللہ وجہہ کو مع چند اصحاب کے یہ حکم دے کر روانہ فرماتے ہیں کہ روضہ خانہ پر ایک عورت لے گی اُس کے پاس ایک خط ہے اُس سے خط لے کر آ جاؤ ہاں اگر انکار کرے تو اُس عورت کو قتل کر دینا۔

مولیٰ علیٰ کرم اللہ وجہہ اسی مقام پر عورت کو پاتے ہیں خط کا مطالبہ ہوتا ہے وہ انکار کرتی

ہے موت کی دھمکی جب دیکھتی ہے تو اپنے جوڑے میں سے خط نکال کر دیتی ہے مولیٰ علی  
 کرم اللہ وجہہ خط لے کر مدینہ طیبہ تشریف لاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم <sup>خدمت</sup> میں خط حاضر  
 فرماتے ہیں۔ اب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ طلب ہوتے ہیں انشاء راز کی پرسش ان سے ہوتی  
 ہے جو اب ارشاد فرماتے ہیں ما کفرت منذ اسلمت ولا غششتک منذ نصبتک  
 ولا احببتکم منذ فارقتکم بعض روایت میں یہ جواب مروی ہے اما والله انی لمومن  
 بالله ورسوله ما غیرت ولا بدلت ما فعلت ذالک کفرا ولا اسر قد ادا عنی  
 دینی ولا مرضا با لکفر بعد الا سلام خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں  
 کفر کی باتوں سے دل بیزار ہو گیا ہے دین کی خیر خواہی مخلصانہ بجالاتا ہوں کچھ بھی دل میں کھو  
 نہیں جب سے اسلام لایا کفار سے محبت چھوڑ دی روزا سلام سے اس وقت تک کسی طرح کا تغیر و  
 تبدل مجھ میں نہیں آیا نہ میں مرتد ہوا غزوہ کی حفاظت مقصود تھی اسی کے ساتھ اس کا بھی علم و یقین  
 تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فتح عطا فرمائے گا میرے اخبار سے انھیں کوئی نفع نہ حاصل  
 ہو گا ہاں کفار منت پذیر میرے ہو جائیں گے اس جواب کو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ارشاد فرماتے ہیں بیشک حاطب نے سچ کہا۔

حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں یا رسول اللہ یہ شخص منافق ہو گیا اللہ اور اس کے رسول  
 کے معاملہ میں خیانت و رزی کی حکم ہو تو گردن اڑا دوں ارشاد ہوتا ہے کہ اے عمر حاطب اصحاب  
 بدر میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین بدر کو مغفرت کا مژدہ سنایا ہے یہ ارشاد سن کر عمر فاروق  
 رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں۔

توضیح | اس واقعہ کی طرف اگر غور سے دیکھا جائے تو گونا گوں مسائل پر روشنی پڑتی ہے حضرت  
 حاطب رضی اللہ عنہ سے خطابی الاجتہاد ہوتی ہے و داد و ولا کے مفہوم سمجھنے میں ان سے سہو ہوتا ہے

وہ یہ سمجھے کہ جب دل میرا صاف ہو اور قلب میں بجز اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی ذرہ برابر بھی خیر خواہی نہیں تو میرا یہ عمل نہ و داد ہے نہ ولا۔ لیکن حق سبحانہ نے آیہ کریمہ میں اس فعل کو ولا اور و داد دونوں قرار دیا اس لئے کہ افشار راز پیغمبر تھا مسلمانوں کے نقصان و ضرر کا احتمال و امکان تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کفار کی خیر خواہی بہ نظر فوائد ذاتی و بنیادی جس سے اپنے دین کا ضرر محتمل ہو یا حقوق مسلمین کا اٹلاف ہو وہ بھی ولا ہے و داد سے ایسے اعمال جن کی مذہب اجازت نہیں دیتا وہ کسی خیال سے بھی کیوں نہ کئے جائیں حرام و منہی عنہ ہیں۔ دلی تعبت کافر سے رکھنا یا اس کے افعال کفریہ کو دل سے پسند کرنا تو کفر ہے اور اسلام سے خروج ہے ایمان سے بے نصیب ہونا ہے لیکن دل منفر اور اعضاء و جوارح ان اعمال میں مصروف یہ حرام ہے اشد فسق ہے فاسق کر جب علی رؤس الاشهاد اس کا وقوع ہو تو فسق بالاعلان کا حکم نفعی سے زیادہ شدید ہے۔ فاسق معین کو نہ سلام کرنا شریعت میں جائز نہ اس کے سلام کا جواب واجب حضرت عاظم رضی اللہ عنہ کے واقعہ نے سورج کی روشنی میں دکھا دیا کہ فرضی و اختراعی دعوت حق کے مدعی کفار ہند سے موالات کر رہے ہیں یا تعلیم لگا رہی جو روپیہ لے رہی ہیں وہ نصاریٰ سے موالات کر رہی ہیں۔ حضرت عاظم رضی اللہ عنہ کے پاکی قلب پر پیغمبر خدا کی تصدیق نے یہ کر دی کہ حضرت عاظم رضی اللہ عنہ کفار مکہ کو خیر طلب ہو گئے تھے لیکن ان کا یہ فعل ایسا تھا کہ اگر کفار مکہ کا کوئی جاسوس ہوتا جسے اس راز و مشورہ کی خبر ہو جاتی تو وہ بھی یہی کرتا یہ فعل جاسوس کفار یا مخفی کفار کے فعل پر محمول ہو سکتا ہے اس سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ قوم مسلم یا فرد مسلم کو ایسا کام مذہب کفر کی تائید میں نہ کرنا چاہیے جسے کوئی کافر اپنے مذہب یا قوم کی ہمدردی و غیر طلبی میں عمل میں لائے یا علماء یا اسکا و درمیان دعوت حق اپنے اعمال پر نظر کریں حضرت عاظم کا واقعہ عبرت و بصارت کے لئے کافی ہے



یہ کہنا کہ موالات اور ہری اور معاملات اور مطلقاً یہ بھی صحیح نہیں۔ فی الحقیقت تائید کفر و  
 بیدینی کا نام موالات ہی یہ تائید اگر اعتقاد سے ہی تو کفر ہے اور اگر اعمال و افعال سے ہی تو حرام  
 ہے اب مسلمان فیصلہ کر لیں کہ امدادی روہ یہ جو در سگما ہوں کو ملتا ہے کیا اس سے عیسائیت  
 و نصرانیت کی تائید و تقویت ہوتی ہے اگر اس کا جواب ایجاب میں ہے تو اس سوال کی اجازت  
 دیکھے کہ کشمیر سے قبل بھی آپ کا یہی فتویٰ تھا یا نہیں اگر اس کا جواب اثبات میں ارشاد  
 ہو تو اس التماس کی معافی چاہتا ہوں کہ پھر انگریزوں کا جزیرہ العرب اور مقامات مقدسہ پر  
 متصرف ہو جانا اور قوت دفاعی اسلام یعنی خلیفۃ المسلمین کا بے دست و پا کر دینا ملت ترک  
 موالات کیوں قرار پایا اور اگر جواب نفی میں ہے تو براہ کرم یہ فتویٰ دیدیکھے کہ حالت صلح و  
 آشتی میں عیسائیت کی تائید و تقویت جائز ہے۔ اسے کاش اب بھی سمجھنے کی کوشش آپ  
 کریں اس لیے لیڈر و ہمارے مسلسل متواتر افعال بائزوع مختلفہ کفر و شرک کی تائید میں صادر  
 ہوئے اور نہ معلوم ان کا سلسلہ کب تک قائم رہے گا۔ کس بیدردی سے مسئلہ قربانی پر تم نے  
 ہاتھ صاف کیا کس ذوق و شوق میں تم نے گنہگاروں کی بے پکاری۔ کس عقیدت سے تم کی  
 تم نے نوحہ خوانی کی۔ کس فرط ارادت تم نے یہ کہا کہ گاندھی مذکور بنا کر بھی گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے  
 لمبا میٹ کر دینے کا تم نے عہد راسخ کر لیا ہے کفر و شرک کی تبلیغ و تحسین کا تم نے بیڑا اٹھایا ہے لیکن  
 یاد رکھو کہ تمہاری یہ تمنا ہرگز ہرگز پوری نہ ہوگی کیا یہ آیت تم بھول گئے یا قرآن کے کلام ربانی  
 ہونے سے قطعاً منکر ہی ہو بیٹھے سزا اور کان کھول کر سنو۔ یریدون لیطفوا فورا اللہ

بافواہم واللہ متم فوراً ولو کرۃ الکافرون ؕ

ابن عبید اللہ سورہ ممتحنہ کی آیت کریمہ لاینها کہ اللہ عن الذین لم یقاتلوک فی  
 الدین ولم ینحر جو کہ من دیار کہ ان تبروہم و تقسطوا الیہم ان اللہ یحب للعتیلین

کے متعلق گزارش ہے امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں ان تمام اقوال مفسرین کو یکجا جمع فرما دیا ہے جسے اس آیت کا شان نزول ارباب تفسیر نے قرار دیا ہے۔

آیة لا ینہاکم اللہ | اختلاف فی المراد  
کی شان نزول | من الذین لم  
یقاتلوکم فالاکثرون حلی انہم اهل  
العہد الذین عاہدوا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم علی ترک القتال  
والمظاہرۃ فی العداوۃ وہم خزاعۃ  
کانوا عاہدوا الرسول حلی ان لا یقاتلوا  
ولا ینخرجوا فامر الرسول علیہ السلام  
بالبر والوفاء الی مدۃ اجلہم وھذا  
قول ابن عباس والمقاتلین والکلبی  
(۲) وقال مجاہد الذین امنوا بمکہ  
ولم یہاجرُوا (۳) وقیل ہم النساء  
والصبیان (۴) وعن عبد اللہ بن  
انزیر انہا نزلت فی اسماء بنت ابی بکر  
قدمت امہا قتیلۃ علیہا وہی مشرکۃ  
بہد ایا فلہم تعقلہا ولم تاذن لہا  
بالدخول فامرہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس میں عالمان علوم تفسیر کا اختلاف ہے کہ لہ  
یقاتلوکم سے کس طرح کے اشخاص مراد ہیں حضرت  
ابن عباس اور مقاتلین اور کلبی کی یہ تحقیق ہے کہ اس  
سے اہل عہد مراد ہیں جنہوں نے یہ معاہدہ کر لیا تھا  
کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ مقاتلو کریں  
نہ سلمانوں کو نکالیں گے یہ اہل عہد بنو خزاعہ تھے  
(۲) مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لہ یقاتلوکم سے  
کفار مراد نہیں ہیں بلکہ وہ مسلمان مراد ہیں جو ایمان  
لائے لیکن ہجرت کر کے مدینہ طیبہ نہیں پہنچے  
بلکہ مکہ ہی میں مقیم رہے (۳) ایک قول یہ بھی ہے کہ  
لہ یقاتلوکم سے مراد عورتیں اور کم سن بچے ہیں  
(۴) عبد اللہ ابن زبیر فرماتے ہیں کہ اسماء جو بیٹی حضرت  
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھیں ان کے متعلق یہ  
آیت نازل ہوئی ہے ان کی ماں جن کا نام قتیلہ تھا وہ  
مکہ سے اپنی بیٹی کو دیکھنے آئیں کچھ تحفہ اور ہدیہ بھی  
ساتھ لائیں مگر چون کہ وہ بنو زمر کے تھیں اس لئے  
بیٹی نے ماں کو نہ تو مکان میں گھسنے دیا نہ ان کا ہدیہ

ان تدخلها وتقبل منها وتكرها  
 وتحن اليها (۵) وعن ابن عباس  
 انهم قوم من بني هاشم منهم  
 العباس اخرجوا يوم بدر كرها  
 (۶) وعن الحسن ان المسلمين استامروا  
 رسول الله في اقرباءهم من المشركين ان  
 يصلوا فانزل الله تعالى هذه الآية  
 (۷) وقيل الآية في المشركين  
 (۸) وقال قتادة نسختها آية القتال

قبول کیا جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی  
 تو آپ نے حکم دیا کہ تحفہ قبول کرو مکان میں انھیں آنا  
 عزت کا برتاؤ کرو حسن سلوک سے پیش آؤ (۵) ابن عباس  
 سے روایت ہے کہ لہر یقاتلو کہ سے مراد خاندان  
 بنی ہاشم کے وہ افراد ہیں جو بجز جنگ بدر میں لائے گئے تھے  
 جن میں سے خود ایک حضرت عباس بھی تھے (۶) حسن  
 رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اقرباء کے  
 ساتھ بر بناؤ صلہ رحم حسن سلوک کی اجازت چاہی اس وقت  
 یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (۷) ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت مشرکین  
 کی شان میں ہے (۸) قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت  
 قتال نے اسے منسوخ کر دیا۔

مسلمانوں ذرا ایمان و انصاف سے کام لو دیکھو جس آیت کے نص میں صحابہ اور  
 تابعین کا اس قدر اختلاف ہو اس کو اصولی تقسیم قرار دینا کس قدر انصاف و دیانت کا خون کرنا ہو۔  
 تنویر | قتادہ کی روایت یہ ظاہر کرتی ہے کہ لاینها کہ اللہ کی آیت منسوخ ہے۔ اگرچہ ابن جریر  
 اس کا جواب دیتے ہیں لیکن اس سے اس قدر تو معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کو کسی نے ناسخ ان آیات  
 متعددہ کثیرہ کا قرار نہیں دیا جن میں عدم موالات کا حکم مطلقاً کفار سے وارد ہے۔ کوئی ضعیف  
 سے ضعیف تر روایت بھی ایسی نہیں پائی جانے ہے جس میں یہ مروی ہو کہ لم یقاتلو کہ وہ  
 یخرجوکم من ديارکم کی قید نے مطلق کو مقید کر دیا۔ پس موالات جب کہ مطلقاً ہر حال میں منسوخ ہے  
 تو ایسی صورت میں موالات کے وہی معنی قرار پائیں گے جنہیں شریعت کی زبان اور تمام مفسرین کی تصانیف

سے ابھی ذکر کر چکا ہوں یعنی کفار کی محبت و مودت یا کفار کے دین کی تائید یا ان کی تائید اپنے دینی امور میں۔ ماوراء اس کے جس قدر تعلقات ہوں گے وہ حقیقی موالات نہیں بلکہ موالات صوری ہیں جن سے شریعت نے ہرگز منع نہیں فرمایا۔ بلکہ خود شارع علیہ السلام کا عمل موجود ہے۔ کفار سے صلح کرنا ان سے معاہدہ کرنا ان سے جزیہ لینا انہیں نوکر رکھنا ان کی جائز ملازمت کرنا قرض لینا گروی رکھنا وغیرہ وغیرہ یہ سب تمدنی حیات کے شعبہ ہیں جن کی شریعت نے اجازت دی ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعامل ان امور میں کافی ثبوت ہے۔

ہاں کوئی روایت ایسی نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہو کہ کبھی کسی مال میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قسب یا رابب کو نعوذ باللہ اپنا مقتدا بنا لیا ہو۔ یا انصرام امور دینی میں اس کی رائے کی پابندی کی ہو۔ یا کسی رسم کفر و شرک کو آپ نے برتنا جائز قرار دیا ہو یا کفار کے مذہبی ایام میں خواہ بہ نفس نفیس شرکت فرمائی ہو یا صحابہ کو اجازت عطا فرمائی ہو۔ یا عید مسلمانوں میں کفار کو شریک فرمایا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی ایک بین ثبوت ہے کہ موالات دہی امور ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی خاطر سے نہ خود کیا نہ دوسروں کو عمل کی اجازت عطا فرمائی ہاں جن امور کو آپ نے عزت عمل بخشی وہ نہ موالات نہ ان کا ترک اتقاء دہر بیزگاری نہ دین و ملت کی خیر خواہی اب مفسرین جریر کی تقریر ملاحظہ کیجئے۔

تفسیر ابن جریر	اداولی الاقوال	بہترین قول ان سب اقوال میں اس کا ہے جس نے یہ
فی خالك بالصواب قول من قال عنى بذلك	کما کہ جمع اقسام مل و ادیان ارادہ کیا گیا ہے۔ ان کے	ساتھ بھلائی و احسان کرنا صلہ رحم کا خیال کرنا عادلانہ
لا يهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم	برتاؤ رکھنا مخص مشرع بخیک اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد	میں امام حکم صادر فرمایا ہے کہ جو بھی ایسا ہو کہ نہ مسلمانوں سے
فی الدین من جمیع اصناف الملل	ولا دیان ان تبوؤهم وتصلوهم	

وتقسطوا اليهم ان الله

عز وجل عم بقوله الذين لم يقاتلواكم

في الدين ولم يخرجوكم من دياركم

جميع من كان ذلك صفته فلم

يخصص به بعضاً دون بعض ولا

معنى لقول من قال ذلك منسوخ

لان برالمؤمن من اهل الحرب ممن

بينه وبينه قرابة نسب او ممن

لا قرابة بينه وبينه ولا نسب غير محرم

ولا منى عنه اذا لم يكن في ذلك

دلالة له او اهل الحرب على

عورته او اهل الاسلام او تقوية

لهم بكرام او سلاح وقد بين

صحته ما قلنا في ذلك الخبر الذي

ذكرنا عن ابن الزبير في قصة

اسماء واهلها وقوله ان الله يحب

المقسطين

يقول ان الله يحب المنصفين الذين

ينصفون الناس ويعطونهم الحق

والعدل من انفسهم فيبرون من برهم

لڑے نہ اُنھیں اُن کے مکانوں سے نکالے اُن کے

ساتھ برو قسط دینے نہ رکھا جائے۔ اس عموم میں کسی

مذہب و ملت کی خصوص کو دخل نہیں بلکہ جس میں

یہ صفت پائی جائے اسی کو یہ حکم شامل ہو گا۔ کوئی وجہ

اس کی نہیں کہ ہم اس آیت کو منسوخ قرار دیں۔ اس لئے

کہ ایک مومن کے لئے ایسے فریق محارب کے اس میں

اور اس فریق محارب کے درمیان قرابت ہو یا نسب

ہو یا ایسے فریق محارب کے ساتھ کہ اس مومن اور فریق

محارب کے درمیان نہ قرابت ہو نہ نسب پایا جائے

برو احسان کرنا نہ حرام ہے نہ منہی عنہ ہے جبکہ اس احسان

سے فریق محارب کو کسی پتہ کی رہبری نہ ہوتی ہو نہ فریق

محارب کو مسلمانوں کے منخیات و سرسبز پر اطلاع ہوتی ہو

نہ فریق محارب کی تقویت گھوڑے اور اسلحہ سے کی گئی

ہو۔ ابن زبیر کی روایت جس میں قصہ حضرت اسامہ اور

ان کی ماں کا مروی ہے میری اس توجیہ کی تصحیح کرتا ہوں

ان الله يحب المنصفين) بیشک اللہ دوست

رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو جو لوگوں کے ساتھ

انصاف کرتے ہیں اور ان کا حق اُنھیں عطا کرتے ہیں اور

اپنی جانب عدل کرتے ہیں احسان کرنے والے کے ساتھ

يُحْسِنُونَ إِلَىٰ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِمْ  
 إِنَّمَا يَهْتَكِرُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوا  
 فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ  
 وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَتَّوَلَّوْهُمْ  
 وَمَنْ يَتَّوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ  
 يَقُولُ تَعَالَىٰ ذِكْرُ إِنَّمَا يَهْتَكِرُ اللَّهُ  
 إِيمَانُ الْمُؤْمِنِينَ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُواكُمْ  
 فِي الدِّينِ مِنْ كُفَّارِ أَهْلِ مَكَّةَ وَ  
 أَخْرَجُواكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا  
 عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَتَّوَلَّهُمْ فَاذْكُرُوا  
 لَهُمْ أَوْلِيَاءَ وَنَصْرَاءَ وَمَنْ يَتَّوَلَّهُمْ  
 يَقُولُ وَمَنْ يَجْعَلْهُمْ مَتَكَلِّمًا وَمَنْ  
 خَيْرَ كَمَا وَبِأَيِّ فَاذْكُرُوا الظَّالِمُونَ  
 يَقُولُ فَاذْكُرُوا الَّذِينَ تَتَّوَلَّوْا  
 الَّذِينَ يَجْعَلُونَ لَهُمْ أَنْ يَتَّوَلَّهُمْ وَ  
 وَضَعُوا وَلَا يَتَّبِعُهُمْ فِي خَيْرٍ مَوْضِعَهَا  
 وَخَالَفُوا أَمْرَ اللَّهِ فِي ذَلِكَ

اعمال کرتے ہیں اور نیکی کرنے والوں سے نیکی۔  
 اے مومنو اس کے سوا نہیں کہ اللہ تعالیٰ  
 تمہیں منع فرماتا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے  
 دین کے معاملہ میں تم سے قتال کیا اور تمہیں تمہاری  
 گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے پر مدد کی یہ  
 کہ تم موالات کرو۔ پس تم ان کے دوست بنو یا  
 مددگار ہو و من يتو لهم فرماتا ہے اللہ تعالیٰ  
 کہ جو شخص تم میں سے یا تمہارے سوا دوسرے مومنین  
 انہیں اپنا دوست بنائیں گے یا انہیں مدد پہنچائیں  
 (فا و لئلك هم الظالمون) فرماتا ہے کہ یہ  
 وہ لوگ ہیں جنہوں نے موالات ان سے کی جن سے  
 جائز نہ تھی اور اپنی ولایت غیر جگہ پر رکھی اور حکم  
 الہی کے اس معاملہ میں خلاف کیا۔

علامہ ابن جریر آیتہ لاینها کہ اللہ کو مزور قرار نہیں دیتے لیکن اسی کے ساتھ جو مطلب بیان  
 فرماتے ہیں اور جس بظاہر ایضاً سے شرح فرماتے ہیں اس سے مدعیان دعوت حق کا ادعا پارہ

پارہ ہوا جاتا ہے۔

تتویر | واقعہ یہ ہے کہ کفار سے موالات کو لئے حق سبھا نے منع فرمایا تھا بعض اصحاب جن میں سے ایک حضرت عاقل ہیں مہوم موالات کے سمجھنے میں خطائے اجتہادی کے مرتکب ہوئے وہ یہ سمجھ گئے کہ دلی محبت اور دلی خیر خواہی یا یقینی مضرتِ مسلمین موالات کے مصداق ہیں لیکن حق سبھا نے جب ان کے فعل کو دلا اور داد و دونوں لفظوں سے یاد فرمایا اور پھر آیت مابعد میں یہ ارشاد ہوا ان یتقفو کہ یلو نوالکم اعداء و یبسطوا الیکم ایدیہم والستہم بالسوء وودوا لو تکفرون لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم یوم القیامۃ یفصل بینکم واللہ بما تعملون بصیرہ یعنی کفار اگر تم پر قابو پالیں تو تمہاری دشمنی میں کچھ اٹھانہ رکھیں تمہیں برائی پہنچانے میں ہاتھ بھی بڑھائیں گے اور زبان بھی۔ کفار کی تو یہ تمنا ہی ہے کہ کاش تم انہیں کی طرح کافر ہو جاؤ قیامت کے روز نہ تو تمہاری رشتہ داری کچھ کام آئے گی نہ اولاد ہی سے تمہیں کچھ نفع پہنچے گا اُس دن حق و باطل کا فیصلہ حکمِ عالمین فرمائے گا اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

اب مسلمان یہ سمجھے کہ عام کفار کے ساتھ کسی طرح کا معاشرتی تعلق بھی رکھنا داخل موالات ہے وہ کفار جن کے حقوق خدمتِ قربت کے سبب سے تھے مثلاً والدین وغیرہ مسلمانوں نے سمجھا کہ اب وہ بھی باطل ہو گئے اسی بنا پر حضرت اسماعیل نے اپنی ماں قیلہ کے جو مشرک تھیں حقوقِ مادری سے اعراض فرمایا۔ حق سبھا نے اب اس مسئلہ کو بالکل صاف فرما دیا۔

مخالفتِ اسلام کی دو قسمیں قرار دے کر ہر ایک کا حکم ارشاد فرمایا ایک ایسا مخالفِ اسلام جو مسلمانوں سے نہ لڑے نہ اُنہیں اُن کے مکاناتوں سے نکالے اُس کے ساتھ احسان اور عاوانہ برتاؤ کی اجازت عطا فرمائی پھر ان اللہ یحب المقسطین فرما کر مسلمانوں کو اقساط کی طرف

جب دلنواز طرز میں ترغیب و تشویق دلائی۔

اس ترغیب اور اس اجازت کی وجہ صاف ظاہر ہے اذیت رسانی اور تکلیف دہی سے بڑھنا بھی ایک قسم کی بھلائی اور نیکی ہے ایسی حالت میں جب کہ کوئی کافر بیدین مسلمانوں کے ساتھ میں رعایت کا برتاؤ کرے تو اسلام جیسا پاکیزہ دین جو سراسر رحمت ہی رحمت ہے اس کی یہی تعلیم ہونی چاہیے یعنی کہ نیکی کا بدلہ نیکی اور احسان کا عوض احسان۔

حق سبحانہ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ جو کافر و بیدین ایسا ہو کہ تمہارے مذہب کو تسلیم نہ کرے اسلام کا کلہ نہ پڑے لیکن اسی کے ساتھ تمہیں ستانا نہیں تمہارے آزار کے درجے نہیں ہوتا تو اس کی اس انسانیت اور مراعات کا عوض اگر تمہاری جانب سے برواحسان کے ساتھ ہو یہ مشارا الہی اور تعلیم قرآن کی تکمیل ہوگی۔

مسلمانوں نے آیت کریمہ **لَنْ نَنْفَعَكُمْ اِنَّكُمْ كُفَرْتُمْ** اور **اُولٰٓئِكَ كَفَرْتُمْ لَنْ نَنْفَعَكُمْ** جس طرح موالات حقیقی ممنوع ہے اسی طرح موالات صوری بھی منی عنہ ہے آیت **لَا يَزَالُ كُفَرًا** نے اس غلطی کی تصحیح فرمادی اور صورت منی عنہ کو صاف کر دیا کہ موالات حقیقی تو ہر کافر سے ہر حال میں منی عنہ ہے لیکن ہاں موالات صوری مثل برداق اس کی تمہیں اجازت ہے بلکہ ایسے کفار کے ساتھ جو نہ تم سے لڑیں نہ تمہیں تمہارے مکانوں سے نکالیں تمہارا منصفانہ برتاؤ اللہ کو محبوب ہے حقیقت یہ ہے کہ احسان اور فعل معروف عدل اور انصاف نہ موالات ہی نہ و داد اس لئے کہ نہ تو اس میں مسلمانوں کی مضرت ہے نہ کفر کی حمایت ہے نہ اپنے مذہبی فریض میں ان سے استغاثہ ہے نہ یہ محبت و داد کا نتیجہ ہے یہ تو حقوق کا ادا کرنا انصاف کا صحیح نمونہ قائم کرنا اور مخلوق خدا پر شفقت و کرم کرنا ہی وہ طرز عمل تھا جس کے اثر نے **يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ اَقْبَلًا** کا جلوہ دکھایا جو **دَرَجَاتٍ** اور **دَرَجَاتٍ** کے معنی اور دائرہ اسلام میں داخل ہو کر سعادت



سرمدی سے مالا مال ہوتے جاتے۔

آیت لاینہا کم اللہ کے متعلق علامہ ابن جریر کی تحقیق تمہارے پیش نظر ہر ذرہ تامل سے کام لو دیکھو اس آیت کی تفسیر میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے اس کا ایہام بھی ہوتا ہو کہ کافر غیر مجاز سے موات یا واد جائز ہے۔

کافر کی محبت یا کفر کافر کی اعانت یا اسلامی و دینی امور میں کافر کی استعانت کا جو ازیا اباحت کسی ایک لفظ سے بھی مفہوم نہیں پھر یہ کننا کہ قرآن نے ایسے کفار سے جو مسلمانوں سے نہ لڑیں نہ انھیں مکانوں سے نکالیں ان کے ساتھ محبت و موات مسلم قوم یا مسلم شخص کے لئے جائز و شروع قرار دی ہے کسی دین میں تحریف ہے۔

مفسر نے صاف لفظوں میں اس کی تصریح کر دی کہ وہ کفار جو مسلمانوں سے نہ مقاتلہ فی الدین کریں نہ انھیں ان کے مکانوں سے نکالیں انھیں بھی مہضیات و سر اتر مسلمیں پراگاہ نہ کیا جائے گا مسلمانوں پر قابو پانے کا پتہ نہ دیا جائے گا۔ گھوڑے اور اسلحے سے ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

دیکھو یہ وہی منی عنہ امور ہیں جن کا ذکر ابی ابی تم نے ان آیات سابقہ کی تفسیر میں پڑھا ہے جن میں تحقیق معنی و لاہی جن آیتوں سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ مطلق کفار سے موات حرام ہے قید قتال یا اخراج عن الدیار معتبر نہیں۔

اس مقام پر ابن جریر نے واضح کر دیا کہ جو تعلقات مطلقاً کفار سے منی عنہ ہیں وہ اس صورت میں بھی علیٰ حالہ ممنوع ہیں۔

ابن جریر کی نا تمام عبارت کے | لیکن حکیم حافظ محمد اہل خاں صاحب نہایت غیظ و غضب اور پرہوش لہجہ میں نا تمام عبارت ابن جریر کی نقل فرما کر یہ نتیجہ استخراج فرماتے ہیں کہ "اگر حکیم صاحب کا استدلال

اس کے بعد بھی یہ کہا جائے کہ نہیں مسلمان کو ہندوستان کی دوسری قوموں کے ساتھ بھی ترک موالات کرنی چاہئے۔

تو اب کہنے والوں کو خدا ہی بہتر سمجھا سکتا ہے۔ (خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ جمعیتہ العلماء صفحہ ۱۵)

طرفی یہ کہ برواقساط کا صحیح ترجمہ خود بالائی سطروں میں مکرم صاحب نے احسان و انصاف

تحریر فرمایا ہے لیکن استخراج نتیجہ میں موالات کو برواقساط کا مرادف قرار دے کر عوام کو نہایت  
شرمناک و موکھا دینے کی کوشش کی ہے۔

لفظ دلا کی شرعی تعریف آغاز بحث موالات میں گزر چکی اس مقام پر برواقساط کے

معنی شرعی سمجھ لیجئے۔

البر التوسع في الاحسان یعنی نیکی اور احسان کرنے میں وسعت و فراخی سے

کام لینا القسط هو النصيب بالعدل والاقساط ان يعطى قسط غيرك بالعدل یعنی عادلانہ

اور منصفانہ حصہ کا نام قسط ہے اور اقساط کے یہ معنی ہیں کہ غیر کو اس کا حصہ عادلانہ اور منصفانہ

دیا جائے اب ہر مسلمان بجائے خود انصاف کرے کہ احسان و انصاف کیا مرادف موالات

ہے، اگر جوش سخن پروری میں کوئی اس ادعا کے باطل کا مدعی ہو جائے تو اس سے نہایت

عاجزانہ نصیر کی یہ التماس ہے کہ تفسیر ابن جریر متعلق آیت کریمہ لا يتخذ المؤمنون الكافرين اولياء

کا صفحہ پٹ کر پھر مطالعہ کر لیا جائے وہاں یہ الفاظ موجود ہیں تطاهر و منهم علی المسلمین و

قد لو منهم علی حور اتھم یعنی مسلمانوں کے خلاف کفار کی پشت پناہی کرنا موالات ہے کفار کو

نخیات مسلمین پر مطلع کرنا موالات ہے اب آیت لا یمنعنا کہ اللہ الخ کی تفسیر میں بھی ابن جریر نے

انھیں مقاصد کو اس طرح ادا فرمایا اذالم یکن دلالۃ لہ علی حورۃ اهل الاسلام

او تقویۃ لہم یعنی کفار کے ساتھ اسی قسم کا احسان جائز ہے جس میں مسلمانوں کے سرسبز و مخفیات

پر انھیں باغیر نہ بنایا جائے یا اس احسان سے انھیں تقویت نہ پہنچتی ہو اس لئے کہ یہ برواحسان

نہیں ہر بلکہ موالات ہے جن چیزوں کو ابن جریر نے آیت کریمہ لایتخذ المؤمنون الکافرینالیاء کی تفسیر میں موالات کہا تھا ان میں سے کسی ایک کی بھی اجازت وخصمت آیت لاینها کہ اللہ لا سے نہ سمجھی نہ لکھی بلکہ ان کی مانعت کی اس مقام پر مکرر تصریح فرما کر ہر کافر کے ساتھ ہر حال میں ترک موالات پر مہر فرمادی کیا اب بھی حکیم صاحب یہی ارشاد فرمائیں گے کہ برواقفاطراد موالات ہیں ان تصریحات کے بعد بھی اگر حکیم صاحب یا ان کے حواریین علمائے یاسی اپنے اس قول پر کہ ہندوؤں سے موالات یا واد یا محبت منطوق کلام الہی اور موافق تعلیم نبوی ہے متعصبانہ اصرار فرمائیں تو بجز گاندھی صاحب کے اور کوئی انہیں سمجھا نہیں سکتا۔ آیت کریمہ میں اگر ایسے کفار کے ساتھ جو مسلمانوں سے دینی لڑائی نہ لڑے نہ انہیں ان کے مکاتوں سے نکالے مولیٰ تبارک و تعالیٰ کو حکم موالات یا واد یا محبت کا دینا ہوتا تو بجائے اس کے کہ دو لفظ تہرک و تقسطوا الیہم ارشاد فرمائے تو لوہم یا تو دوہم یا تجوہم کا مختصر ایک لفظ ارشاد فرمادیتا۔ افسوس ہی مسلمانوں کی عقلوں پر جنہوں نے دین کو محض واہ واہ سننے کے لئے اپنے ہاتھوں سے تباہ و برباد کیا ہے کاش کھتے وقت حکیم صاحب ابن جریر کی پوری عبارت پڑھ لیتے یا علمائے یاسی ہی زحمت مطالعہ تفسیر برداشت کرتے تو شرعی مسئلہ میں حیانت ہنوز باقی یہ ہے حقیقت اس آیت کی ادویہ ہی حکم حق سبحانہ کا۔ جسے معرف بنا کر لیڈر اور ان کے مقلد علماء نہایت دھوم دھام سے بیان کرتے ہیں مسلمانوں کو تعلقین کرتے ہیں کہ کفار و مشرکین سے موالات رکھو واد و محبت پیدا کرو بلکہ ان کے غلام بن جاؤ۔

فویل لهم ما کتبت ایدیم وویل لهم ما یکسبون ۵

اب دوسری آیت انما ینہا کہ اللہ الخ کے متعلق اسی مفسر ابن جریر کی تحقیق پڑھے لیجئے نیز خود قرآن شریف کے الفاظ دیکھئے اور پھر اسے سوچئے کہ وہ کافر جس نے مسلمانوں سے قتال فی اللہ کیا

کیا یا اُن کے گھروں سے نکالایا اُن کے اخراج پر دشمنوں کو مدد پہنچائی غرض ان میں  
 امور میں سے کسی ایک امر کا بھی جو مرکب ہو اُس کے ساتھ نیکی و احسان کا قرآن کریم نے نہ تو  
 حکم صادر فرمایا نہ اُس کی مانعت ہی فرمائی حالانکہ سابق کلام جب کہ یہ تھا کہ جو تم سے  
 دین کے بارے میں نہ لڑے نہ تمہیں مکانوں سے نکالے اُس کے ساتھ نیکی و احسان اور  
 عدل و انصاف کرنے سے اللہ تعالیٰ منع نہیں کرتا ہے تو اب سیاق یہ ہوتا کہ جو تم سے  
 دین کے بارے میں لڑے تمہیں مکانوں سے نکالے اُس کے ساتھ نیکی و احسان اور عدل  
 و انصاف کرنے سے اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے۔

لیکن قرآن پاک میں جب کہ ایسا نہیں تو کسی کو اس کا کب حق حاصل ہے جو اپنی رائے  
 ناقص اور تمنائے فاسد کو عندا کا فرمان قرار دے یقولون علی اللہ الکذاب وهم  
 یعلمونہ

فقیر یہ مسئلہ پہلے بیان کر چکا کہ کوئی کافر جب مسلمانوں کے ساتھ یہ رعایت موزوں رکھے  
 کہ درپے آزار مسلمین نہ ہو تو اسلام جیسے پاکیزہ مذہب کی اپنے پیروان کو یہی تعلیم ہونی چاہیے  
 تھی کہ وہ بھی اُس کا عوض فرامی و وسعت سے ادا کریں۔

لیکن جو کافر ایسا نہیں بلکہ مسلمانوں کے ساتھ سفاکی و سیرمی سے پیش آتا ہے ان سے  
 لڑنا ہی گھروں سے نکالنا ہے اُس کے متعلق یہ حکم ہوا کہ اس قسم کافر سے بھی صرف  
 موالات منع ہے۔

موالات مطلقاً کفار سے خواہ وہ مشرک ہوں یا اہل کتاب بار بار بتا کیدہ حرام فرمائی  
 گئی لیکن اس جگہ اشد ظلم کافر کا بیان کر کے اُن سے جو موالات منع فرمائی وہ اس لئے کہ  
 مسلمان ظلم و ستم سے گھبرا کر بے بار و دیار ہو کر اُن کے دین کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔ یا نخر

مسلمین میں اُن کے معاون و مددگار نہ بن جائیں یا اُن کی سطوت و دولت کو دیکھ کر اُن کے گردیدہ اور چاہنے والے نہ جائیں رہے موالات سے ماوراء اطلاق اُن کے باب میں قرآن کریم نے سکوت فرمایا اس لئے کہ باعتبار ماحول اُن کا حکم متغیر ہوا کرے گا۔

کیسے بروزوال جذب قلوب کے موجب ہوں گے اور کیسے عفو و صغح کافر میں تو رایمان کے باعث ہوں گے قرآن کریم عفو و اصلاح کی اُس طرح رغبت دلاتا ہے من عفا واصلح فاجره علی اللہ پھر جس نے معاف کر دیا یا صلح کر لی تو اُس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے ایک دوسرے مقام پر اس سے بھی زیادہ واضح ارشاد ہے۔

ادفع بالتي هي احسن برائی کا دفعیہ لیے برتاؤ سے کرو جو بہت ہی اچھا ہو جب تم اس ظلم  
فاذا الذي بينك وبينه الہی پر عمل کرو گے تو جسے تم سے دشمنی تھی وہ دلسوز دوست تمہارا  
عداوة كانه ولي حميم بنجائے گا یہ پاکیزہ اخلاق اُنہیں سے عمل میں آئیگا جو صبر کرتے  
وما يلقها الا الذين صبروا ہیں یعنی نفس کے حملہ کو روک کر شریعت کے موافق کام کرتے ہیں جس اخلاق  
وما يلقها الا ذو حظ عظيم بڑے نصیب والے نجات آور ہی کو ملتا ہے۔

اس آیت شریفیہ کے متعلق امام فخر الدین رازی کے یہ الفاظ ہیں۔

فانك اذا صبرت على سوء اخلاقهم جب تم بیدنیوں کے برے برتاؤ پر مسلسل صبر کرو گے  
مرة بعد اخرى ولم تقابل سفاقتهم اُن کے سفاہت کے عوض میں نہ تو غضبناک  
بالغضب ولا اضراهم بالايداء ہو گے نہ اُنہیں وحشت دلاؤ گے اور نہ اذیت  
والا يحاش استحيوا من تلك الاخلاق دہی سے اُنہیں ضرر پہنچاؤ گے تو پھر اُن بیدنیوں  
المذمومة وتركو تلك الافعال کو اپنے مذموم اخلاق پر شرم آئے گی اور قبیح  
القبیحة ثم قال فاذا الذي بينك کاموں کو چھوڑ دیں گے پھر فرمایا فاذا الذي

وبینه عداوة کا نہ ولی حمیم  
یعنی اذاقابلت اساءتم بالاحسان  
وفعالهم البقیة بالافعال الحنة  
ترکوافعالهم البقیة وانقلبوا من  
العداوة الی المحبة ومن البغضة  
الی المودة ۛ

یعنی جب تم اُن کے برائیوں کا مقابلہ احسان  
سے کرو گے اور اُن کے افعالِ قبیحہ کے مقابلہ  
میں افعالِ حسنہ پیش کرو گے تو وہ بھی افعال  
قبیحہ چھوڑ دیں گے اور عداوت سے محبت  
اور بغض سے مودت کی طرف پلٹ  
پڑیں گے۔

جس طرح آیات منقولہ بالا میں عفو و اصلاح مداراتِ حسنہ اور اخلاقِ زکیہ کی تعلیم  
ارشاد ہوئی ایک دوسرے مقام پر ہر حال میں انصاف و عدل اور دائرہ اعتدال میں سہارا  
کو رہنے کی تاکید شدید کی گئی ہے۔

ولا یجزمک شنان قوم ان صدوکم  
عن المسجد الحرام ان تعندوا ۛ

جس قوم نے تمہیں زیارتِ مسجد الحرام سے باز رکھا  
اُس قوم کی عداوت اس کا سبب نہ ہونے پائے  
کہ تم حد سے تجاوز ہو جاؤ پھر ارشاد ہوا۔

ولا یجزمک شنان قوم علی  
الاعتدالوا احدلوا ۛ

کسی قوم کی عداوت تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم اُس کے  
ساتھ عدل و انصاف کرنا چھوڑ دو وہاں عدل و انصاف کرو اس  
اقرب للفقوی ۛ کہ انصاف تقویٰ سے بہت ہی قریب ہے۔

قوت و مساوات کی حالت میں جس طرح شرارت کا عوض درگزرِ بدی کا عوض نیکی ظلم کا  
عوض عدل و انصاف اسلامی تعلیم ہے اسی طرح حالتِ ضعف و مجبوری میں جب کہ غیر مسلم قوم  
مسلمین پر ستولی ہو جائے تو تباہی و بربادی سے اپنے کو محفوظ رکھ کر آئندہ بتدریج آمادہ ہونے  
کے لئے ولا تلقوا ابایدکم الی التهلکة اور الامن اکرة و قلبہ مطمئن بالایمان

اور اَلَا ان تَتَّقُوا مِنْهُمْ تَقَاتًا اور يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اخذوا حذرکم کا ارشاد موجود ہے یعنی اپنے کو ہلاک نہ کرو ایمان والو اپنا بچاؤ کر لو جب دل تمہارا ایمان سے مطمئن ہے تو تمہارا وہ قول و فعل جس کے بہ جبر واکراہ تم مرتکب ہوئے قابل مواخذہ نہیں۔

ہاں اگر یہ معلوم ہو کہ کوئی جنیث النفس درگزر اور کریمانہ برتاؤ سے فساد و شر میں زیادہ سرگرم ہو گیا ہوتا ہے تو پھر قرآن کے اس تعلیم کی تکمیل کا موقع ہے ولینجدوا فیکم غلظۃ کفار و بیدین تم میں کرارہ پن پائیں فاقتلوہم حیث وجدتموہم انہیں جان سے مار ڈالو جہاں کہیں پائیں اور الذین اذا اصابہم البغی ہم منتصرون و جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا یعنی جو لوگ ایسے ہیں کہ جب ان پر بیجا زیادتی ہوتی ہے تو وہ اُس کا عوض لے لیتے ہیں اور بُرائی کا بدلہ اسی مقدار پر بُرائی خدا نے جائز فرمایا، الحاصل آیت کریمہ انما ینہا کہ اللہ الخ میں جو مموالات منع اور دیگر امور سے سکوت ہے یعنی نہ تو اُس کی اجازت ہی عطا فرمائی نہ اُس کے متعلق نہی صادر کی اُس کی وجہ تو حالت مسلم ہے اور ہر حالت کے لئے مستقل حکم فرقان جمید میں موجود ہے۔

اگرچہ مفسرین جریر کا نہی کو حدود مموالات حقیقی ہی میں منحصر رکھنا اور برواقساط کا اُس میں داخل نہ کرنا بجائے خود فقیر کے بیان کی تصدیق ہی لیکن بغرض مزید اطمینان شیخ محمد عبده مفتی مصر کی عبارت انہیں کی تفسیر سے نقل کرتا ہوں۔

ناظرین کرام کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ الشیخ محمد عبده کی جلالت شان مصر میں یہ تھی کہ ان کے ہم عصر علماء نے ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا تھا فضلاء مصر اُستاد الامام اور حکیم الامتہ کے لقب سے انہیں یاد کرتے تھے اور آج بھی اُستاد الامام ہی لکھ کر اپنی تحریریں میں حسن عقیدت کا ثبوت دیتے ہیں مصریوں میں اس وقت آثار حیات علوہمت اور حریت کی

جدوجہد جو کچھ پائی جا رہی ہے اس کی داغ بیل اسی عالی دماغ کی زبردست تعلیم و تربیت نے رکھی تھی۔

اسی آیت سورہ ممتحنہ کے متعلق ایک لپیٹ و تفصیلی بحث کے بعد خاتمہ سخن پر بطور فیصلہ یہ فرماتے ہیں۔

خص هذا النبی بتولیعہم و  
 ونصرہم کلاً بما ملئہم حسن  
 معاملتہم بالبر والاحسان  
 والعدل وهذا منہی الملہ  
 والسماح بل الفضل والکمال  
 یہ نبی دوستی اور نصرت کفایت کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ فعل  
 جمیل اور حسن معاملہ جو بر و احسان اور عدل کے ساتھ ہو یہ  
 رب العزت حق سبحانہ کی طرف سے انتہائی علم اور  
 درگزر ہے بلکہ فضل و کمال ہے۔

آیت شریفیہ لا تجد قومًا یؤمنون الخ کی تفسیر کرتے ہوئے لفظ موادت کی اس طرح وضاحت فرمائی کہ ہر طرح کے شکوک صاف ہو جاتے ہیں۔

فالموادۃ مشارکۃ فی الاعمال فان  
 کانت شان من شؤون المؤمنین  
 من حیث ہم مؤمنون والکافرین  
 من حیث ہم کافرون فالمنوع منہا  
 ما یكون فیہ خذلان لدینک و  
 اذاعہ اہلہ اوضاعہ لمصالحہم  
 واما ما عدا ذالک کالتجارۃ و غیرہا  
 من ضروب المعاملات الدنیویۃ  
 حاصل یہ کہ موادۃ اعمال میں باہم شریک ہونیکا نام  
 ہے اگر یہ مشارکت اس شان کی ہے کہ مسلم اپنے اسلام سے  
 اور کافر اپنے کفر سے باہم ممتاز ہو رہے ہیں مشارکت عمل  
 نے کسی کے مذہب پر اپنا اثر نہیں ڈالا ہے تو اس حالت  
 میں وہی مشارکت ممنوع ہوگی جس سے اسلام کی روایت  
 ہوتی ہو یا اہل اسلام کو اذیت پہنچتی ہو یا مسلمان کی  
 کوئی مصلحت تباہ ہو رہی ہو لیکن جو مشارکت عمل اس کے  
 سوا ہوگی جیسے تجارت وغیرہ تو یہ معاملات دنیویہ کو اقسام



فلا تدخل فی ذالک المفی سے ہر اس نفی میں وہ داخل نہیں اس لئے کہ اس  
 لاھا لیست معاملة معاملہ سے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور عداوت  
 فی عبادۃ اللہ ورسولہ نہیں ہوتی ہے نہ اس سے دین کی بربادی ہے (الجزء  
 ای فی معاد اھما ومقاوۃ الثالث من تفسیر الشیخ محمد عبدہ صفحہ ۲۷۸ و ۲۷۹)  
 دینھما ء

ایشیخ محمد عبدہ کی دونوں عبارتوں کو پڑھو دیکھو کس قدر واضح اور صریح الفاظ میں  
 فرما رہے ہیں کہ بروعدل کے ساتھ اس نبی کا کوئی تعلق نہیں دوسری عبارت اس کی تشریح  
 کرتی ہے کہ موادہ جس طرح سے قلبی ہو کرتی ہے اسی طرح موادہ عملی بھی ہے موادہ قلبی  
 کسی کافر سے تو قطعاً حرام ہے لیکن موادہ عملی سے اگر دین کا نقصان نہیں مثلاً تجارت وغیرہ  
 تو وہ جائز و مشروع ہے اسی مضمون کو امام فخر الدین رازی نے معاشرۃ جمیلہ کہا ہے (دیکھو  
 تفسیر کبیر کی عبارت منقولہ)

نزول کلام پاک کو تیرہ سو برس کا زمانہ ہو چکا اس تمام عہد میں مثلہ موالات اُمتہ مرآت  
 سے ایسا معنی رہا کہ جب تک گاندھی نے چودھویں صدی میں اُسے نہ سمجھا یا اُس وقت تک  
 کسی کے بھی سمجھ میں نہ آیا۔

اب معلوم ہوا کہ سورہ ممتحنہ کی آیۃ اصولی تقسیم ہے اب معلوم ہوا کہ جو کافر مسلمانوں سے  
 قتال فی الدین نہ کرے اُس سے مومن کی موالات و محبت منطوق کلام ربانی ہے اب معلوم  
 ہوا کہ برواقساط مرادف موالات ہیں وغیر ذالک من الھفوات التی لا تخصی اللھم  
 احفظنا من ہذا الافتراء علی الدین المبین بحرمۃ سید المرسلین وآلہ  
 الطیبین الطاہرین ؑ

قرآن کریم نے یہودیوں کی یہودیوں سے اور نصراہیوں کی نصراہیوں سے موالات کی خبر دی ہے اور اسی جگہ سنانوں کو موالات یہود و نصاریٰ سے منع بھی فرمایا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى اولیاء بعضهم اولیاء بعض یہ آیت مع تفسیر کبیر مفسرین صفحات مابقی میں گزر چکی لیکن اسی کے ساتھ قرآن اس کی بھی خبر دیتا ہے کہ ایک فرقہ یہودی دوسرے فرقہ یہودی کا اور ایک گروہ نصاریٰ دوسرے گروہ نصاریٰ کا دشمن ہے اور پھر بغض و دشمنی بھی کیسی کہ قیامت تک مٹنے والی نہیں یہود کے متعلق ارشاد ہے: **وَالْقِيَامَةَ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ** یعنی ہم نے یہودیوں کے آپس میں کینے اور عداوتیں ڈال دی ہیں جو قیامت تک نکلنے والی نہیں۔

نصاریٰ کے متعلق ارشاد ہے: **فَاعْرِضْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ** یعنی بغض اور عداوت کی آگ باہم عیسائیوں میں ہم نے ایسی بھڑکائی ہے جو قیامت تک دہکتی اور لہکتی رہے گی۔

دونوں ارشادوں میں (یعنی یہود و نصاریٰ میں باہم موالات بھی ہے اور بغض و عداوت بھی) اگر تطبیق و توفیق دیجائے تو منہی عنہ موالات کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے جہاں بعضهم اولیاء بعض ذرا کہ موالات کی خبر دی ہے وہاں یہ مراد ہے کہ جو یہود و نصراہی کا دین میں مخالف ہے اس کے مقابلہ پر یہ سب باہم متفق ہو جاتے ہیں ایک فرقہ دوسرے فرقہ کا دوست اور حین و مددگار بن جاتا ہے لیکن جب غیر مذہب کا مقابلہ ہو تو آپس میں عداوت و بغض کی آگ میں ایسی شعلیں ہر کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو جلا کر خاک سیاہ کر دینا چاہتا ہے۔ پس مسلمانوں کو ان کی دینی مدد اور دوستی سے حق سجاؤ نے منع فرمایا اور انہیں اپنے مسلمان بھائیوں سے موالات کا علم دیا کما قال اللہ تعالیٰ **وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ**

بعضہم اولیاء بعض ؕ

تمام ابحاث کا خلاصہ یہ ہوا کہ

(۱) کافر کے ساتھ دلی دوستی اور قلبی محبت کفر ہے۔

(۲) دل میں کافر کی دوستی نہیں لیکن عمل دوستوں کے مانند و مثل یہ حرام ہے۔

(۳) قلب محبت کفر و کفار سے پاک بلکہ بیزار لیکن کافر کے مذہبی اعمال میں عملاً شرکت

کی جائے یہ حرام ہے۔

(۴) کافر کے دین کی حمایت حرام ہے۔

(۵) کافر کی ایسی مدد کرنا جس سے دین اسلام کا یا مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو حرام ہے

(۶) کافر سے ایسی مدد لینا جس میں اپنے دین یا اپنے دینی بھائیوں کا نقصان ہوتا ہو

حرام ہے۔

(۷) مدارات فعل جمیل عمل معروف برواحسان اور عدل وانصاف ہر حال میں جائز ہیں

بلکہ بعض کفار کے ساتھ احسن و انسب۔

(۸) دنیاوی کاروبار اور دین ہر کافر عربی اور غیر عربی سے جائز کسی وقت بھی

حرام نہیں۔

(۹) ان احکام میں کفار ہند اور کفار یورپ سب مساوی ہیں بجز اس کے کہ کفار اہل کتاب

کا کھانا کھانا اور نکاح میں کتابیہ عورت کا لانا بموجب حکم قرآن پاک مباح و جائز ہے اس کے سوا

جملہ احکام شرعیہ کفار اہل کتاب و کفار غیر اہل کتاب دونوں کے لئے یکساں ہیں۔

ترک موالات کے متعلق جن آیات کا اقتباس مفتیان سیاسی نے اپنے فتاویٰ میں

کیا ہے اگر ان تمام آیات کا شان نزول اور مفسرین کی تحقیقات لکھوں تو بہت ضخیم کتاب ہو جائے

بائیں لحاظ صرف چار آیات کے متعلق مفسرین کے اقوال لکھے گئے۔  
 دیگر آیات کا شان نزول اگر معلوم ہو اور پھر اُس آیت کے قبل اور بعد کو ملاحظہ کر دیکھا جائے  
 تو صاف غلبہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ موالات کے یا قلبی محبت مراد ہی یا ایسی اعانت و استعانت  
 یعنی مدد دینا یا مدد لینا مراد ہے جس سے دین کا یا دینی بھائیوں کا نقصان متھو ہو یا مسلمانوں  
 میں برحمان مذہب کفار کی طرف پیدا ہونے کا احتمال ہو اس کے سوا جتنے تعلقات ہیں وہ  
 سب جو مخصص ہیں منہی عنہ تعلقات ہر حال میں ممنوع و حرام ہیں۔

نہایت نیاز مندانہ سوال ہے کہ شہزادہ مظلوم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ و  
 اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جب یزید لعین نے وحشیانہ درندگی اور لہجہ دانہ  
 ظلم و ستم کا برتاؤ کیا تو کیا اُس وقت صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے یہی ترک کرنا  
 کیا جسے تم پیش کر رہے ہو۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر جب انتہائی مظلومیت کے عین صحن سجد الحرام میں شہید  
 ہوئے اور ظالموں نے خانہ کعبہ پر سنگباری کی حرم کی حرمت بیت اللہ کی عظمت جو نص قرآن  
 سے ثابت ہے اُس کا ادب بھی دل سے اٹھا دیا تو کیا اُس وقت برگزیدہ جماعت تابعین  
 اور صدیقائے اُمت نے یہی کیا جسے تم دعوتِ حق کہہ کر مسلمانوں کے سامنے لاتے ہو آیت شریفہ  
 انما ینہما کہ اللہ الخ کے مصداق یزید لعین اور حجاج بن یوسف دونوں ہر طرح سے ہیں۔

دین کے بارے میں بہ لٹے اور پھرسے سے مقابل ہوئے جسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اپنا رُوح و ریجاں فرمایا تھا خاندانِ نبوت اور آلِ ہاشم کو بے خانماں انھوں نے کیا قرآن پا  
 میں آیت کلا ینہما کہ اللہ عن الذین اور انما ینہما کہ اللہ عن الذین دونوں جگہ جو بجائے آسم  
 ظاہر رسم موصول وارد ہوا ہے اُس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ حکم کسی خاص گروہ و فرقہ

سے مخصوص نہیں جو مسلمانوں سے قتال فی الدین کرے گا انہیں مکانوں سے نکالے گا یا ان کے دشمنوں کی مدد کرے گا اُس سے مسلمانوں کی موالیات ممنوع و حرام ہے۔ اس میں کسی مذہب و ملت کی قید نہیں جیسا کہ پہلی آیتہ لایہا کہ اللہ کے متعلق تعظیم کو بہت وضاحت کے ساتھ ابن جریر نے کھول کر بیان کر دیا ہے لیکن وہ حضرات جنہیں دین کا ستون کہا گیا ہے ان کے عمل میں اس کا سراغ کہیں نہیں ملتا جس کی تم تحریک کر رہے ہو۔

اں جو کچھ رازداران رموز شریعت نے کیا صفحات تاریخ پر وہ تاباں و درخشاں ہیں ایک صدی بھی گزرنے نہ پائی جو خاندان نبوت میں سے خلفائے عباسیہ سریر آرائے مسند خلافت ہو گئے۔

تاتاریوں کے حملے نے جب بغداد تباہ کیا اور مسلمانوں کے صدیوں کا سرمایہ خصوصاً علمی خزانہ خوں ریز ظالم ہاتھوں نے وحشت و بربریت میں آکر برباد کر دیا خلیفہ المسلمین کو نہایت بیدردی و بیرحمی سے شہید کیا اور خود فاتحانہ و ملوکانہ حیثیت سے بغداد پر حکومت کرنے لگی اُس وقت مفتوح مسلمین نے تاتاریوں کے ساتھ کیا ہی طرز عمل اختیار کیا جس کی تم نشر و تبلیغ کر رہے ہو۔  
واللہ شہد باللہ جو کچھ انہوں نے کیا آج اُسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلامی سلطنت اس چودھویں صدی میں بھی آخری سانس بھرتی ہوئی نظر آرہی ہے مفتوح و مظلوم قوم نے کس خوبی و کمال سے فاتح کو مفتوح بنا لیا دنیا کی تاریخ میں یہ عجیب واقعہ ہے ایک قوم ملک فتح کرتی ہے لیکن مفتوح قوم اُس کا مذہب اُس کا اخلاق فتح کر کے فرق فاتح و مفتوح مٹا دیتی ہے اگر اہل بغداد اُس وقت کسی کافر فرقہ کا دامن پکڑتے تو نہ معلوم کنہی کا سلطنت اسلامی کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔

تریدون زینۃ الحیۃ الدنیا | اے پرستار ہنود کبھی یاں کی قوت اور اسلامی اخلاق کی کشش ہی تم نہ دیکھی ہے

کبھی تم نے کلمہ توحید جس دل پر نقش ہو اس کے نعرہ تکبیر کے زور و طاقت کا خیال بھی کیا ہے  
 تمہاری مادی آنکھیں کفار کی جمعیت دیکھ کر سہمہ پراگئیں تمہارے مادی دماغ کفار کی  
 قوت نگر یہ سے لرزاں و ترساں ہو گئے لیکن کیا تمہارے پاس بھی کچھ ایمان کی بھی پونجی ہے؟  
 میری دلی دعا ہے کہ اس کا جواب تم اثبات میں دے سکو پھر میں تم سے یہ کہوں کہ ایمان کے  
 نور سے توحید و خدا پرستی کے زور و قوت کا نظارہ کرو تو تمہیں اصلی شاہ راہ عمل معلوم ہو جائے  
 یہی درد مندانہ گزارش تعصب و ہٹ دھرمی سے یکسو ہو کر سنو اس وقت سیاسی مفقوتوں  
 نے الہامات گاندھی سے متاثر و مستفیض ہو کر موالات کی جو تعریف بیان کی ہے اور جن چیزوں کو  
 صدق موالات قرار دیا ہے وہ محض القائے گاندھی کی تمہیل ہے اس کا نتیجہ حقیقی اسلامی خد  
 سے تغافل و بے پروائی ہے۔

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت تک موالات کے یہ معنی کسی نے نہ سمجھے نہ  
 اپنی کتابوں میں لکھے تفاسیر سے سیرکن شواہد پیش کر چکا ہوں جو انکشاف حقیقت کے لئے بالکل  
 کافی ہیں لیکن اس خیال سے کہ قرآن پاک کی علمی تفسیر حیات طیبہ حبیب کبریٰ احمد مجتہبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم ہی بعض احادیث مشہورہ جن سے ہر مسلمان صاحب ایمان کا کان آشنا ہے روایت کرتا  
 ہوں اسی کے ساتھ ائمہ مجتہدین یعنی فقہائے کرام کی کتب فقہ کا بھی حوالہ ہو گا مولیٰ تعالیٰ  
 خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ہدایت عطا فرمائے کہ وہ اپنے پیغمبر کے اتباع کا سرفراز  
 حاصل کرے اور غلامی کفار سے نجات پائے۔

یہودیوں سے معاہدہ | مدینہ طیبہ جب دارالہجرۃ قرار پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے وہاں کے باشندگان یہود سے ایک عہد نامہ لکھا اسے واضح فرما دیا کہ مسلمانوں اور یہودیوں  
 میں کیسے تعلقات رہیں گے ابن ہشام نے نہایت تفصیل سے مضمون عہد نامہ کو روایت کیا ہے۔

کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کتابا بین المہاجرین والانصار  
 وادع فیہ یهود وعاہدہم  
 وافرہم علی دینہم واموالہم و  
 شرط علیہم واشترط لہم  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تحریر لکھی جس میں  
 مہاجرین و انصار کا یہودیوں کے ساتھ معاملہ صلح  
 منضبط کیا گیا اس تحریر میں اس کا عہد و قرار تھا کہ یہودیوں  
 کے مذہب اور مال سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا بشرطیں ایسی تھیں  
 جس سے فریقین پر پابندی آتی تھی۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ شرط نہایت معفائی سے کی گئی و لای نصراً کا فعلی معنی  
 کسی کافر کی مسلمانوں کے مقابلہ اور ضرر رسانی پر مدد نہ کی جائے گی۔  
 اس سے معلوم ہوا کہ معاہدہ کی حقیقت موالات سے جداگانہ ہے معاہدہ جائز اور  
 موالات حرام موالات حقیقی کا صاف لفظوں میں انکار موجود ہے۔

مشرکین مکہ سے صلح | اصالح النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم المشرکین یوم  
 الحدیبیہ (رواہ البخاری)  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے  
 روز مشرکین سے صلح فرمائی (بخاری شریف)

حدیث شریف میں وارد ہے الصلح جائز بین المسلمین الا صلحاً احل حراماً  
 او حرم حلالاً یعنی مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے صلح کرنا جائز ہے مگر نہ ایسی صلح جو خدا کے  
 حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا دے۔ علماء سیاسی انصاف کریں کہ اگر وہ قوم ہنود سے معاہدہ  
 یا مصالحت کر رہے ہیں تو موالات کا انھیں کب تک حاصل ہو یا انھیں ہولی اور رام لیل میں  
 شریک ہونے کی کہاں اجازت کیا حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دینا چودھویں صدی کے  
 علماء سیاسی کو کسی آیت یا حدیث سے معلوم ہوا ہے تو براہ کرم اسے پیش فرمائیں۔

اجارہ | ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اعطیٰ خیبر المیثقی علی ان وہاں کے یہودیوں کو اس شرط پر عطا فرمائی کہ وہ جو تمہیں  
یعملوہا ویزرعھا ولم یطعموہا  
خرج منها (رواہ البخاری) برہیں حق نعمت دکا شت کا پیداوار میں نصف حصہ ان کا  
ہوگا (بخاری شریف)

رہن | لقد رهن النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ایک  
یودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی اور اس سے  
جو خرچ ازواج مطہرات کے لئے لیا (بخاری شریف)  
بالمدينة عند یهودی داخلہ  
شعیر کلا ملہ (رواہ البخاری)

کافر کا کام انجام اجلہ رسول اللہ  
وہ کرا جرت لینا | صلی اللہ  
علیہ وسلم علی یزیج للیہودی  
کل دلو بتمرة حتی اجتمع لہ  
ثمنی من تمر (الرباض)

تشریف رکھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ یودی کا  
پانی کھینچنے لگے اس حساب سے کہ فی ڈول  
ایک کجور میاں تک کہ تموڑی کجوریں حبس  
ہو گئیں۔

کافر کو نوکر رکھنا | استاجر رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم عبد اللہ بن اریقط الدولی وکان  
کافرا (ابن خلدون وابن ہشام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
عبد اللہ بن اریقط کو نوکر رکھ لیا اور  
وہ کافر تھا۔

کافر سے قرض لینا | وعن علی ان یهودیاً  
کان یقال لہ فلان جبرکان لہ علی رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ذنا بید قضا فی النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم فقال لہ یا یھودی ما عندی مس

مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت  
ہے کہ ایک یہودی جسے یہودیوں کا عالم  
کہا جاتا تھا اس کی کچھ اشرفیاں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرا آتی تھیں اس نے



اعطيتك قال فاني لا افارقك فقالوا يا  
رسول الله يهودى يجيبك فقال رسول الله  
صلى الله عليه وسلم معنى ربى ان اظلم  
معاهد او غيره الخ (مشکوٰۃ)

تقاضا کیا آپ نے فرمایا اس وقت  
میرے پاس نقد نہیں جو تجھے دوں اس نے  
کہا کہ جب تک آپ ادا نہ فرمائیں گے میں  
آپ کو اٹھنے نہ دوں گا

م صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ایک یودی کی یہ مجال ہے کہ وہ آپ کو روکے  
آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے رب نے ہی حکم دیا ہے کہ میں کسی پر ظلم نہ کروں خواہ وہ فریقا  
معاہد ہو یا غیر معاہد۔

کافر کا علاج | براء ملاءعب الاسنہ ارسل  
رتاد و یجینا | الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی  
قد اصابتی وجع احسبه قال یقال له الدبیلہ  
فابعت الی بثنی انداوی بہ فاسئل الیہ النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم بعلکہ عسل وامرہ ان لیستفی  
(روض الانف)

برائے جس کا لقب ملاءعب الاسنہ ہے یہ  
التماس پیش کی کہ مجھے پیٹ کی بیماری نے  
تارکھا ہے جسے دیبلہ کہتے ہیں آپ  
پاس اگر کوئی دوا ہو تو بھیج دیجئے اپنے  
ایک مشکیزہ شہد کا اُسے بھیج دیا اور حکم  
دیا کہ اسی سے اپنا علاج کر۔

واضح ہو کہ یہ اُس وقت ایسا سخت کافر شریر النفس تھا جس کے بھیجے ہوئے تحفہ کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر رد فرمایا کہ یہ تحفہ نہیں ہے ہدایت کی درخواست ہے  
لیکن دوا بھیجنے سے انماض نہ فرمایا۔

عن زبد المشرکین ولم یقل عن ھدیہم  
 یدل علیٰ انما کورہ ملا ینتھم ومد <sup>ھنتھم</sup>  
 لان الزبد مشتق من الزبد کما ان  
 المداھنۃ مشتقۃ من الدھن ۛ  
 علیہ وسلم نے زبد مشرکین کو منح فرمایا اور یہ نضر فرمایا  
 کہ ان کے ہدیہ لینے سے منع کیا گیا ہوں اس سے یہ  
 معلوم ہوا کہ آپ نے مد اہنت کو برا جانا اس لئے کہ لفظ  
 زبد مشتق ہے زبد بمعنی مسک سے جیسا کہ مد اہنت مشتق  
 ہے لفظ دھن بمعنی روغن سے۔

ہدیہ دینا اور مشرک سے | اھدی الی  
 ہدیہ طلب کرنا | ابی سفیان  
 عجوۃ واستھداۃ ادا ما فاھداۃ  
 ابوسفیان وهو علیٰ شرکہ  
 (روض الانف)  
 رسول پاک نے ابوسفیان کو مدینہ طیبہ  
 کی بہترین کھجور عجوہ ہدیہ بھیجی اور اس سے  
 مصالحہ یعنی نان خوردہ ہدیہ طلب فرمایا  
 ابوسفیان نے مصالحہ بھیجا حالانکہ وہ اس  
 تک مشرک تھے۔

موقوف شاہ اسکندریہ نے بجواب فرمان نبوی  
 جو خط لکھا اس میں یہ بھی تھا کہ میں حضور کے لئے  
 کچھ کپڑا بھیجتا ہوں اور ایک سفید بغلہ اس پر  
 حضور ہی سوار ہوں اور دو جا ریہ لیکن مقوقس  
 اسلام نہ لایا۔  
 مقوقس نے قبول فرمایا بغلہ سفید دیا بھرب  
 میں نایاب تھا اس کا نام آپ نے دل دل رکھا جاوے  
 میں سے ایک کا نام ماریم تھا جن کے بلن سے  
 سیدنا ابراہیم بن رسول امڈ سے اللہ

کافر کا ہدیہ قبول کرنا | المقوقس صنایع  
 الاسکندریہ کتب بعثت الیک بجائز <sup>بیتن</sup>  
 لھما مکان فی القبط عظیم وقد اھدیت  
 لک کسورۃ وبغلۃ ترکیھا ولم یزد علی  
 عذائکم فقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ھدیۃ واخذ الجاریتین ما ریتہم  
 ابراہیم بن رسول اللہ واختمھا شیری بن  
 وبغلۃ بیضاء وہی دل دل وقال رسول  
 اللہ  
 صنّ الخبیث بلکہ ولا بقاء لمسلکہ

طبقات ابن سعد

پیدا ہوئے تھے دوسری کا نام شیریں تھا۔ لیکن  
اُس کے اسلام نہ لانے پر آپ نے فرمایا خبیث سلطنت کے  
خیال سے ایمان نہ لایا حالانکہ ملک و سلطنت اُس کا  
باقی رہنے والا نہیں ہے۔

دوسری روایت | ثم هرقل كتب  
كتاباً وارسله مع دحية يقول فيه  
لبنى صلى الله عليه وسلم اني مسلم  
ولكني مغلوب على امرى

ہرقل نے جواب لکھ کر حضرت دحیہ کے حوالہ  
کیا اُس میں یہ لکھا تھا کہ میں مسلمان ہوں لیکن  
رعایا سے مغلوب ہوں ایسا ان کا اظہار  
کریں سکتا۔

وارسل اليه بهدية فلما قرأ النبي  
صلى الله عليه وسلم كتابه قال كذب  
عدو الله ليس بمسلم بل هو على  
نصرانيته وقبل هديته وقسمها  
بين المسلمين (روض الائف)

جواب کے ساتھ کچھ تحفہ بھی بھیجا تھا رسول اللہ  
صلى الله عليه وسلم نے جواب ملاحظہ فرما کر ارشاد  
فرمایا مذاکا دشمن جھوٹا ہے وہ مسلمان نہیں  
بلکہ وہ اپنے نصرانیہ ہی پر عہد یہ قبول فرمایا  
اور مسلمانوں میں اُسے تقسیم فرما دیا۔

موقوف نے جوہر یہ بھیجا تھا اُس میں ذات مبارک کی تخصیص کر دی تھی اس لئے  
اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم مسلمانوں پر نہ فرمایا لیکن ہرقل نے تحفہ بھیجا اور  
اُس میں تخصیص نہ تھی اس لئے اُسے آپ نے تقسیم فرما دیا۔

کافر کا ہر یہ ایک قسم مال عنیت میں سے ہے عنقریب مسائل فقہیہ سے واضح ہو گا۔  
تیسری روایت | ارأى عمر حلة سيرا  
تباع فقال يا رسول الله ابع هذا  
بازار میں فروخت ہوتے دیکھ کر رسول اللہ

والمسحایوم الجمعة واذا  
 جاءك الوفود قال انما  
 یلبس هذه من لا خلاقی  
 له فاتی البنی صلی الله علیه  
 وسلم منها فارسل الیهم  
 بجملة قال البعاد قد قلت  
 فیها ما قلت قال انی له  
 اعطکما لتلبسها ولكن  
 لتبیهما وتکسوها فارسل  
 عمرانی اخ له من اهل مكة  
 قبل ان یسلم (رواه النجاری)

صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ایک عہد اپنے لئے  
 خرید لیں جب کوئی وفد آئے یا جمعہ کا دن ہو تو اسی زینت  
 فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمر ایسا لباس تو اس کے لئے  
 ہے جسے عالم آخرت میں کچھ حصہ اور نصیب نہیں۔ پھر کہیں  
 سے وہی عہد خدمت اقدس میں تھمٹا ہونے آپ کے اہل میں  
 سے ایک عہد فاروق اعظم کے پاس بھیجا یا حضرت عمر  
 رضی اللہ عنہ سے کہ اس کپڑے کا میرے پاس کیا مضر  
 رہا جب کہ اس کے متعلق آپ نے ایسا ارشاد فرمایا یا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر میں نے اس عرض سے تمہیں  
 نہیں دیا کہ تم اسے خود پہنو بلکہ یہ کہ تم اسے بیچ کر نفع حاصل کرو یا  
 دوسرے کسی کو دے کر احسان وسیلی کرو عمر فاروق نے اپنے بھائی  
 کو جو کہ میں تھے اور ہونو زایمان نہ لائے تھے بھیجا یا۔

نفع مسلمین کے خیال سے  
 کا فر کو مال دینا

غزوہ خندق میں جب کہ کفار نے ایک بہت بڑی جمعیت  
 سے مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا تو اس وقت رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم نے کفار سے اس امر پر صلح فرمانے کا ارادہ ظاہر کیا کہ مدینہ کے شمال کے ایک ٹلٹ  
 پہل اٹھیں سالانہ دیا جائے گا صلح کی کتابت ہو گئی لیکن گواہی وغیرہ ہونے باقی تھی آپ نے  
 سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ انصاری سے مشورہ طلب فرمایا ان انصاریوں نے عرض کیا  
 کہ یا رسول اللہ اگر یہ ایسا امر ہے کہ جسے آپ پسند فرماتے ہیں تو ہم راضی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ  
 نے حکم فرمایا ہے تو پھر تمہیں حکم الہی بسر و چشم اور اگر ہمارا نفع مقصود ہے تاکہ دشمنوں کے حملے سے

ہم محفوظ رہیں تو پھر انہیں ایک کھجور بھی نہ دینا چاہیے حالت کفر میں تو کفار مکہ ہم سے بد امت نہ لے سکے اور اب کہ اسلام ہم میں آیا اور ہمیں حضور کے وجود باجود کی عزت و قوت حاصل ہوئی وہ کھجور کے عوض تلوار کی دھارا اور نیزے کی نوک البتہ ہم سے پاسکیں گے آپ نے یہ جواب سن کر صلح نامہ چاک فرما دیا۔

صاحب الروض الالنف اس واقعہ کو لکھ کر تحریر فرماتے ہیں۔

وفيه من الفقه جواز اعطاء المال للعدو اذا كان فيه نظر للمسلمين واختيلاً لهم وقد ذكر ابو عبيد هذا الخبر وانه امر معمول به وذكر معاوية صالح ملك الروم عن الكف عن ثغور الشام بما ل دفعه اليه قبل كان الف ديناراً

اس سے فقہ کا یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ کافر کو مسلمانوں کے نفع اور احتیاط سے رہنے کے لئے روپیہ دینا جائز ہے اور ابو عبید نے روایت کیا ہے کہ یہ ایسا امر ہے جس پر عمل بھی ہوا ہے حضرت امیر معاویہ نے ایک لاکھ اشرفی روم کے بادشاہ کو اس غرض سے عطا فرمائی تھی کہ سرد شام پر حملہ آوری نہ کی جائے۔

کافر کے ساتھ رفیق و مدارات ان عائشة زوج البني صلی اللہ علیہ وسلم قالت دخل روط من اليهود علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا السام علیکم قالت عائشة نفھمتما فقلت علیکم السلام واللعنہ قالت فقال رسول اللہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی اور زبان دبا کے السلام علیکم کی جگہ السام علیکم کہا یعنی تم پر موت آئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے یہودیوں کی شرارت سمجھ لی اور پردے کے پیچھے سے جواب دیا تمہیں موت آئے اور تم پر خدا کی لعنت ہو رسول اللہ صلی اللہ

صلى الله عليه وسلم مهلاً باعثة  
ان الله يحب الرفق في الامر كله  
(وفى رواية) عليك بالرفق واياك  
والعنف والفحش (رواه البخاري)

مدارات کی | عن عائشة ان رجلاً  
دوسری روایت | استاذن علی بنی  
صلی اللہ علیہ وسلم فلما رآه قال بیس  
اخوال العثيرة وبيس ابن العثيرة فلما  
جلس تطلق النبي صلى الله عليه وسلم  
في وجهه ومنبط اليه فلما انطلق الرجل  
قالت له عائشة حين ريت الرجل قلت  
كذا وكذا ثم تطلقت في وجهه وانبط  
اليه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
باعثة متى عاهدتني فاشايت  
ثم الناس عنده منزلة يوم القيامة من  
تركه الناس لقاء شراً (رواه البخاري)

عید وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ درگزر کرو ان کی  
شرارتوں کا خیال نہ کرو بیشک اللہ ہر کام میں  
نرمی و مدارت پسند فرماتا ہی (بخاری شریف)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے  
ماضی کی اجازت طلب کی آپ نے اُسے دیکھ کر  
فرمایا کہ اپنے خاندان کا بڑا شخص ہے لیکن جب  
وہ حضور میں حاضر ہو کر بیٹھا تو آپ خندہ رو  
ہو کر اور کھل کرٹ۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے  
عرض کیا کہ یا رسول اللہ دیکھ کر تو آپ نے اُسے  
ایسا فرمایا تھا پھر آپ خندہ رو کھل کر اُس سے  
ٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ا  
عائشہ نے مجھے فحش گو کہ پایا بیشک خدا کے  
نزدیک ایسا شخص بہت ہی نراستہ سے لوگ  
اُس کے فحش گوئی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔  
(بخاری شریف)

کس کی بُری عادت کو اس خیال سے اگر ظاہر کر دیا جائے کہ لوگ آگاہ ہو کر اُس کے  
شر و بدی سے محفوظ رہیں تو یہ جائز ہی اسی شخص سے آپ نے ایک کلمہ فرمادیا کہ اپنے قبیلہ  
و خاندان میں یہ بڑا شخص بہت لیکن ملاقات و گفتگو میں اجساط و اخلاق سے یہ سبق اُمت کو

دیا گیا کہ مدارات برے کے ساتھ انتہا یہ کہ کافر کے ساتھ بھی کرنا چاہیے۔ اب  
فقہائے کرام کی تحقیقات | ملاحظہ ہو جس سے معلوم ہو گا کہ وہ کون سے امور ہیں  
 جنہیں کافر کے ساتھ مومن کا عمل میں لانا جائز و مباح ہے۔

دشمن کے ملک | اذ اخج  
 میں بغرض تجارت جانا | للتجارة  
 الی ارض العدو بامان فان كان  
 امرک لا یخاف علیہ منہ وکافوا قوماً  
 یوفون بالعهد یعرفون بذالك وله  
 فی ذالك منفعة فلا باس (مخط)

جب کوئی مسلمان بغرض تجارت دشمن  
 کے ملک میں امان لے کر جائے تو اگر ایسا  
 امر ہو جس سے کوئی اندیشہ نہیں اور وہ لوگ  
 عہد پورا کرتے ہوں اور ایسائے عہد میں  
 مشہور ہوں اور اس تجارت میں مسلمان کا نفع  
 ہوتا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

دار الحرب میں کس قسم کی بیع | اذا اراد  
 حیوان کی اجازت ہو | المسلم ان  
 یدخل دار الحرب بامان للتجارة  
 لم یمنع ذالك منه وکذالك اذا اراد  
 حمل الامتعة الیهم فی البحر فی السفینة  
 لا یمنع من ادخال البغال والحمیر  
 والثور والبعیر (ہندیہ)

جب مسلمان دار الحرب میں بغرض تجارت  
 امان لے کر جانے کا ارادہ کرے تو وہ اس  
 ارادہ سے روکا نہ جائے گا۔ یہی حکم ہے  
 اگر کشتی پر سامان لاد کر سفر دریائے کر کے  
 دار الحرب میں مال تجارت لے جائے۔  
 خمر گدھا بیل اور اونٹ کے لیجانے میں  
 مضائقہ نہیں۔

دار الحرب سے کس قسم اجناس | فان كان  
 کے بیع کی اجازت ہے | خزائن  
 ابریشم اور پٹا بارتا قامن القز فلا باس

اگر ریشمی کپڑے خز کے یا باریک کپڑے قز کے  
 لیجانے تو کچھ حرج نہیں اسی طرح دعوات  
 کی قسم میں سے صُفرو شہہ دار الحرب میں لیجا کر

بادخا لها الیہم ولا باس بادخال لصفیر الثبہ

الیہم لان هذا لا یستعمل للسلح (ہندیہ)

گھوڑا اور ہتیار دار الحرب | قال محمدلا

میں لیجانا منع ہے | باس بان یحل

المسلم الی اهل الحرب ما شاء الا الکراع

والسلحہ (ہندیہ)

دشمن کو ہدیہ بھیجنا | لوان عسکر امن

المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی

امیرہم الی ملک العدو وھدیۃ فلا باس

به وکذا لک لوان امیرا لتغور اھدی

الی ملک العدو وھدیۃ واھدی

ملک العدو الیہ ھدیۃ (محیط)

دشمن کا ہدیہ مرسل الیہ کس | قال محمد ما

حال میں تقسیم کریگا اور کس حال | یبعثہ ملک

میں اس کا خاص ہوگا | العدو من

الھدیۃ الی امیر جیش المسلمین اوالی

الامام الا کبر وھو مع الجیش فاندہ لا

باس بقبولھا ویصیر فیا للمسلمین کذا لک

اذا اھدی ملکھم الی قائد من قوائد

بیچنا ممنوع نہیں کیوں کہ ان معدنی

اشیاء کا استعمال ہتیار کے لئے نہیں ہوتا۔

امام محمد نے فرمایا کہ بغرض تجارت مسلم

جو چاہے لا کر اہل حرب کے ملک میں لیجا سکے

لیکن گھوڑا اور ہتیار نہیں (ہندیہ)

اگر مسلمانوں کا لشکر دار الحرب میں داخل ہوا

پھر امیر لشکر نے دشمنوں کے بادشاہ کو کچھ

تحفہ بھیجا تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح

مسلمانوں کے امیر سرحد نے دشمنوں کے بادشاہ

پاس ہدیہ بھیجا یا دشمنوں کے بادشاہ نے مسلمانوں

امیر سرحد پاس ہدیہ بھیجا تو کوئی حرج نہیں۔

امام محمد نے فرمایا کہ دشمن کے بادشاہ

نے سردار لشکر مسلمین کے پاس یا امام اکبر کے

پاس ہدیہ بھیجا تو اس کا مالیک لشکر ہرگز ہونا اس کے

قبول کرنے میں کچھ حرج نہیں مسلمانوں کے لئے

یہ ہدیہ حکم میں مال غنیمت کے ہے۔ اسی طرح

جائز ہے جب ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی

فوجی افسر کے پاس ہدیہ بھیجے تو اس کا مالیک



المسلمین له منعة قوت مانہ فوجی اُس کے ساتھ ہو اس لئے کہ یہ ہر یہ مسلما تو  
 ولو كان اهدى الى کے حق میں حکم مال غنیمت کار کھتا ہو اور اگر مسلمان کے کسی بچے  
 واحد من كبار المسلمين بڑھو کے پاس بھیجا جس کے ساتھ قوت مانہ نہیں تو یہ ہر یہ  
 ليس له منعة يختص اُس بڑے کا ذاتی ہو گا اور خاص اسی کا ہو گا۔

ہو بھا (مخبط)

کافر کا نوکر رکھنا | من ارسل اجيرا کسی نے اپنے مجوسی نوکر یا خادم کو بھیجا  
 له مجوسی یا اوغاد ما فاشتری لهما اُس نے گوشت خریدا اور یہ کہا کہ میں نے یہودی  
 فقال اشتریتہ من یہودی او نصرانی یا نصرانی یا مسلم سے خریدا ہو تو مسلمان کو نجاست  
 :ومسلم وسعه اكله (ہایہ) اُس گوشت کے کھالینے کی ہے۔

واضح ہو کہ مجوسی و دیگر اہل کفار (سوائے کفار اہل کتاب) کسی کا قتل کیا ہو اجازت  
 مسلمان کو کھانا جائز نہیں۔ اہل کتاب خدا کا نام لے کر ذبح کرتے تھے شریعت نے ان کا  
 ذبیحہ حلال کیا لیکن آج کل نصرانی ذبح نہیں کرتے لہذا ان کا کھانا حرام ہے۔

کافر کی نوکری کرنا | مسلم اجر فضہ کسی مسلمان نے مجوسی کی مزدوری کی  
 من مجوسی کا باس بہ (فتاویٰ امام طاہر نجفی)

کافر کو امور کفار کے | الکافر یجوز تاکہ ذمیوں کے معاملات و مناقشات کا  
 لئے مقرر کرنا تقلیدہ فیصلہ کرے تو یہ جائز ہے امام زبیلی نے

القضاء لیحلک بین اهل الذمة ذکرة زبیلی فی التحکم (درمختار) تجلیم میں اس مسئلہ کا ذکر فرمایا ہے۔

مفتیان سیاسی کی خیانت | یہ مسئلہ بار بار زبان قلم پر آچکا کہ موالات کے سیاسی

مضیتوں نے دو ترجمے کئے ہیں ایک محبت و دوستی اور دوسرا مناصرۃ (یعنی مدد دینا یا مدد لینا)  
 مضیتان سیاسی مناصرۃ سے مطلق مدد دینا یا لینا ارادہ کرتے ہیں تاکہ نان کو پریشانی  
 کے حدود دائرہ شریعت میں آجائیں اور یہی ان کی خیانت ہے۔

موالات جب مناصرۃ کے معنی میں لیا جائے گا تو وہاں نصرۃ علی المؤمنین مراد ہوگا  
 یعنی ایسی مدد جس سے مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو یا نصرۃ الکفر مراد ہے یعنی کفر کی مدد۔  
 معاشرتی تمدنی اور اخلاقی امور میں مناصرۃ ہرگز ہرگز ممنوع نہیں۔

مضیتان سیاسی | لیڈروں کو اس وقت کفار ہندسے موالات حقیقی چوں کہ مرکز  
 کی فریب دہی | خاطر ہے اس لئے سیاسی مضیتوں نے یہ فریب آمیز مغالطہ پیش  
 کیا کہ عدم موالات یا عدم و داد کا حکم عام کفار سے متعلق نہیں بلکہ یہ حکم انہیں کفار سے  
 مخصوص ہے جو مسلمانوں سے قتال فی الدین کریں یا انہیں ان کے مکاناتوں سے نکالیں یا  
 ان کے اخراج پر دشمنان اسلام کی مدد کریں اس فریب کی بہت اچھی طرح قلعی کمبولی جا چکی  
 روز روشن کی طرح یہ ثابت کر دیا گیا کہ آیات الہیہ پکار پکار کر یہ حکم دے رہی ہیں کہ مطلقاً  
 کفار سے موالات اور و داد حرام ہے منعی عنہ ہر کوئی مفسد کوئی مجتہد نسخ اطلاق کا قائل  
 نہیں موالات کے معنی شرعی بیان کرنے کے بعد تفاسیر مفسرین سے شہادت بھی گزر چکی  
 اب اماریت و سیر و نیز کتب فقہ سے روایات صحیحہ معتبرہ نقل کر دی گئیں ہر شخص بجائے  
 خود فیصلہ کرنے کہ موالات یا مناصرۃ کے اگر یہ معنی جو مضیتان سیاسی اختراع کر رہے ہیں  
 لئے جائیں تو نفوذ باللہ ثم نفوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ خود صاحب وحی و کتاب شارع علیہ السلام  
 نے کفار سے یود سے بطرز گونا گوں موالات پیدا کی کہ بورت کلمۃ تخرج من افواہہم  
 ن یقولون الا کذباً۔

قرزندانِ اسلام دین کی غیرتِ مذہب کی حمایت و دشمنانِ ایمان کی عداوت کلامِ اللہ کا فہم کیا تمہاری ہی قسمت کے لئے روزِ ازل سے امانت تھا موالات کے اگر یہ معنی ہوتے جسے تم بیان کر رہے ہو مناصرتہ کا اگر یہ مفہوم ہوتا جسے تم سمجھنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے وہ وجودِ مقدس جس کا آستانہ بطنِ جبریل تھا اس علم کی تکمیل کر کے عملی نمونہ اُمتِ مرچورہ کے لئے چھوڑ جانا۔

غزوہٴ خندق کی روایت پڑھو مدینہ طیبہ پر انہیں کفار نے ہجوم کیا تھا جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا مکالموں سے نکالا تھا دشمنانِ اسلام کی مدد کی تھی لیکن دیکھو انہیں مدینہ کا ایک ٹکڑا شرم سے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح فرمانا چاہتے ہیں اور اسے کافر کی امداد نہیں خیال فرماتے اگر تم ہوتے تو سورہٴ ممتحنہ کی آیت تلاوت کر کے معنی موالات سمجھا دیتے۔

تمہارے فتوے کی رو سے دارالہرب میں مال لیکر کفار کی مدد ہے کافر کو ہدیہ دینا کفار کی مدد ہے کافر سے ہدیہ لینا کفار کی مدد ہے خاص کر جب کہ حالتِ جنگ ہو اُس وقت تو تمہارے فتوے کی بلند آہنگی کا کیا کہنا۔

لیکن اے شریعتِ اسلام سے بیگانہ محض مفتیِ احادیث صحیحہ اور مسائلِ فقہیہ تو یہ بتاتے ہیں کہ یہ سارے امور بنفسِ نفس حضور پر نور ہادیِ سُبُلِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے برت کر فرقِ موالات و مداراتِ فرقِ داد و معاشرت جمیل واضح فرما دیا۔

دشمن کا ملک ہے عساکرِ اسلامیہ دارالہرب میں خیمہ زن ہیں سپہ سالارِ اسلام دشمن کے بادشاہ کو ہدیہ بھیجتا ہے شریعتِ اجازت دیتی ہے دشمن کا بادشاہ سپہ سالارِ اسلام کو ہدیہ بھیجتا ہے شریعتِ قبول کرنا کی اجازت دیتی ہے پیروں کی پیرویوں کو کلامِ اللہ حدیثِ رسول اللہ بعد ائمہ دین جائز بنائیں اس پر دو سو صدی کا مفتی اسوۂ صریح

نا جائز بلکہ حرام قطعی کہنے کا حق رکھتا ہے جو اُسے جائز سمجھے اُسے وہ دائرہ ایمان اسلام سے خارج کر سکتا ہے۔ اللهم انا نجعلك في خورهم ونعوذ بك من شرهم كفار کا عمل بائیکاٹ | ایضاً حق جس تثبیت کا خواہاں تھا بعونہ تعالیٰ اُس سے خارج ہو چکا ہوں لیکن بائیں خیال کہ تا در بایہ رسائید چند مشورہ معتبرہ روایتیں نقل کرتا ہوں تاکہ نان کو آپریشن نے جو موالات کی عباہنکر ممبر مسجد تک اپنے کو پہنچایا ہے اُس کے اس پیر بن مفسوب و مسروق کا کوئی تا جسم کفر پر باقی نہ رہ جائے۔

روایت اول | بائیکاٹ جس کا ترجمہ لیڈروں نے عدم تعاون و مقاطعہ کیا ہے اس کی تحریک آغا محمد اسلام میں کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی غرض سے کی تھی۔

دارالندوہ میں بائیکاٹ کی تحریک | دارالندوہ میں کفار مکہ جمع ہوئے اور ایک عہد نامہ لکھا حاضرین کے دستخط سے اُس کی توثیق کی گئی مضمون اس کا یہ تھا۔

لا ینکوا الیہم ولا ینکحوہم ولا ینکحوہم  
 شیاً ولا ینتاعوا منہم (ابن ہشام) خریدیں گے نہ اُن کے ہاتھ کسی قسم کی چیز بچیں گے ہمارے شادی بیاہ اُن کے یہاں نہ ہوں گے نہ اُن کے شادی بیاہ ہمارے یہاں ہوں گے یہ ہر خاموش مقابلہ اور مقاومت مجہول جسے کفار مکہ نے ایجاد کیا۔

ایک روایت کی رو سے تین برس اور دوسری روایت کی رو سے دو برس تک کفراً کہ اس عہد نامہ پر سختی سے مصر پر جو شعب ابی طالب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عہد میں تشریف فرما ہے اس مقاطعہ نے آل ہاشم کو سخت تکلیف پہنچائی آخر اپنے

حضرت ابوطالب کی وساطت سے انھیں ہدایت کا پیام بھیجا کہ تمہارے عہد نامہ کو ویک نے چاٹ لیا اُس میں سے صرف اسم ذات اللہ باقی رہ گیا ہے یہ آپ کا معجزہ تھا بعد تصدیق اس خبر کے عہد نامہ فسخ ہوا اور خاندان ہاشم نے اس بندش سے راحت پائی۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر لین دین اور کاروبار دنیاوی میں کفار سے مدد لینا حرام و منہی عنہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ہزار چند زیادہ تکلیف برداشت فرماتے لیکن حاشا وکلا کبھی کفار کو اس بندش کے توڑنے کی ہدایت فرماتے۔

یہ حیلہ نہ پیدا کیا جائے کہ اُس وقت تک عدم موالات کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی وہ سب آیتیں جن میں موالات کفار سے نہی وارد ہے مدنی سورتوں میں ہیں اس حیلہ کی یوں گنجائش نہیں کہ مدائمت جس کا رتبہ موالات سے کہیں کم ہی قیام مکہ میں ممنوع ہو چکا تھا جس سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ معاشرت دنیاوی میں لین دین موالات تو کجا مدائمت بھی نہیں۔

یہ امر مخفی نہیں کہ کفار نے سو سو طرح سے چاہا کہ کچھ بھی دین کے باب میں حضور زری فرمائیں کم از کم ہمارے معبودوں کو باطل نہ فرمائیں لیکن وہ مجسمہ حق و صداقت جسے اپنے رب کے جناب سے یہ حکم ملا تھا کہ فاصدع بما تو مروا عرض عن المشرکین یعنی جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اُسے کھول کر پونچاؤ اور مشرکین کی پروا نہ کرو اُس کی بارگاہ سے ہمیشہ کفار کے کانوں میں یہی صدا پونچتی رہی انتم وما تعبدون حسب جہنم یعنی تم اور تمہارے معبود سب کے سب جہنم میں جھونک دیئے جاؤ گے۔

آیت کریمہ ودوا لو قد هن فیدھون کی یہی معنی کفار تو دل سے چاہتے ہیں کہ اگر تم کچھ ملایم پڑو تو وہ بھی ملایم ہو جائیں اس آیت شریفیہ میں انتہائے بلاغت کے ساتھ اللہ تعالیٰ

اس کی خبر دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماہنت محال ہے۔

حق سبحانہ نے ان تَدْھِنُ نہ نغز ما کر لَوْ تَدْھِنُ فرمایا یہ اس لئے کہ اگر چہ حرف شرط لُو اور اِنْ دونوں ہیں لیکن اِنْ کی وضع امکان کے لئے ہے اور لُو کی وضع محال کے لئے اولاً یہ کہ جملہ قضیہ شرطیہ ہے اور ظاہر کہ شرطیہ بغیر صدق مقدم و تالی ہی صادق ہوتا، اتھائے ماہنت کے لئے شرط کے ساتھ بیان کرنا کافی تھا۔ لیکن نہیں اسی پر اکتفا ہوا بلکہ حرف شرط لُو بجائے اِنْ کے ارشاد فرمایا تاکہ یہ معلوم ہو کہ ماہنت رسول سے محال ہے دونوں مسئلوں کی دلیل آیت لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا میں موجود ہے۔

بائیکاٹ اور ہڑتال کو اب بھی موالات کہنا دراصل خدمت دین سے چشم پوشی کا مراد ہے۔ اس روایت سے اس قدر یاد رکھیے کہ مقاطعہ کی رسم عرب میں تھی کفار نے اس پر عمل بھی کیا تھا دو برس تک اس کی تکلیف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم برداشت فرما چکے تھے اس قدر یادداشت کسی موقع پر کام آئیگی۔

**جنگ بدر** | مسلمانوں سے یہ پوشیدہ نہیں کہ کفار مکہ سے جنگ بدر میں اولین مقابلہ عساکر اسلامیہ کا تھا لیکن اسی ایک مقابلہ نے جہاد اسلامی اور حرب تمدنی کا فرق ایسا آشکارا کر دیا جس کے زریں حروف صفحات تاریخ پر ہمیشہ یادگار رہیں گے جہاد خدا کی ایک ایسی رحمت ہے کہ جس خطہ زمین پر اس کی حقیقت مشہور ہوئی وہاں کی زمین اور زمین کے بسنے والوں نے وہ حیات پائی جو جو خلق وجود کا حقیقی راز اور مایہ ناز تھا لیکن اسی کے مقابلہ میں حرب تمدنی خدا کا ایک تہرے جو گونا گوں تباہی قومی ملکی اخلاقی اور علمی اپنے ساتھ لاتا ہے۔

یورپ کو اپنی تہذیب پر ناز ہے لیکن وہ آئے اور دیکھے کہ اسدام جب میدان جنگ

میں اپنی فوجوں کو آراستہ کرتا ہی اور پھر حکم الہی مجاہدین فی سبیل اللہ کی شمشیر و سنان کو جنبش دیتا ہے تو اس کی ہر حرکت کس طرح دائرہ حکم الہی میں گردش کرتی ہے۔  
خواہش نفس ہیجان غضب شدت کینہ خیرگی حواس اور غیر متعادل جوش ان کا نام  
و نشان بھی نہیں ہوتا۔

مجاہد کا ہاتھ تخت امر الہی اس انجن کے مانند ہے جسے اس کا سائق ایسی قوت  
و ہارت سے چلا رہا ہو کہ بال برابر بھی ریل کی پٹری سے وہ اترنے نہیں پاتا انجن اگر  
ریل سے اتر جائے تو ہزاروں جانوں کا خون ہو جائے اسی طرح مجاہد فی سبیل اللہ اگر راہ حق  
سے راہ ہوا میں حرکت کر جائے تو کلیتاً اخلاص کا خون ہو جائے۔

واقعہ بدر میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ وہی کفار مکہ ہیں جنہوں نے رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں با نواع مختلفہ پہنچائی ہیں تیرہ برس پیغمبر اور اس  
کے متبعین مسلمین پر کفار مکہ نے ستم و جفا کی مشاقتی کی ہے ہجرت کے بعد بھی جس کے ایمان  
و اسلام کا وہ پتہ پا گئے ہیں اس کی ہستی تہ و بالا کر ڈالی ہے۔

آج انہیں کفار نے ایک بہت بڑی تعداد میں فوج و اسلحہ سے مسلح ہو کر مدینہ پر فوج  
کی ہے ادھر اللہ کا حبیب تین سو تیرہ بے سرو سامان مسلمانوں کو لے کر ان کی مدافعت پر رو  
ہوا ہے بدر کے مقام پر حق و باطل کا مقابلہ ہوتا ہے قادر مطلق مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل فتح عطا فرماتا ہے شرکافر مومنین کے ہاتھوں سے جہنم واصل ہو  
شرکافر مومنین کے ہاتھوں میں قید و گرفتار ہوئے۔

اب سورہ ممتحنہ کی آیت پھر تلاوت کر لیجئے تاکہ واقعات مابعد کے سمجھنے میں اس  
آیت کی تفسیر آپ کو فعل رسول سے معلوم ہو سکے۔

لا ینہا کہ اللہ عن الذین لحم  
یقاتلوکم فی الدین ولم ینخرجوکم  
من دیارکم ان تبروہم و تقسطوا  
الیہم ان اللہ یحب المقسطین انما  
یہا کہ اللہ عن الذین قاتلوکم  
فی الدین و اخرجوکم من دیارکم  
وظاہر و اعلیٰ اخراجکم ان تولوہم  
ومن یتلوہم فاولئک ہم  
الظالمون

اللہ ان لوگوں کے متعلق جو دین کے معاملہ میں  
تم سے نہیں لڑے اور نہ انہوں نے تم کو تمہارے  
گھروں سے نکالا اس سے منع نہیں کرتا کہ تم ان کے  
ساتھ بھلائی اور منصفانہ سلوک کرو بناشبہ اللہ  
انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ  
ان لوگوں کی دوستی سے روکتا ہے جو تم سے دین  
کے معاملہ میں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے  
نکالا اور تمہارے نکالنے میں امداد پہنچائی اور  
جو ان سے دوستی رکھیں وہی ظالم ہیں۔

یہ دو آیتیں ہیں پہلی آیت کا ینہا کہ اللہ سے شروع ہوتی ہے اور دوسری آیت  
کا انما ینہا کہ اللہ سے آوازت۔ لیکن اسے اجمعی طرح دیکھو کہ پہلی آیت میں جس چیز کی اجازت  
ہے یعنی برواقساط جس کا ترجمہ بھلائی اور منصفانہ سلوک کیا گیا ہے دوسری آیت میں اس سے  
منع نہیں فرمایا ہاں دوسری آیت میں جس سے منع فرمایا ہے یعنی ولا جس کا ترجمہ دوستی اور مدد  
کیا گیا ہے اس کی اجازت پہلی آیت میں عطا نہیں فرمائی۔ آیت پڑھو اور ترجمہ سے مطابقت  
دیتے جاؤ یہ ترجمہ بعینہ تمہارے شیخ الحدیث مفروض کے فتوے سے نقل کیا گیا ہے اس طرح  
اجازت اور منعی کیوں وارد ہوتی اس کی تفصیل صفحات مابین میں گزر چکی اجازت اور سکوت  
میں جو فرق ہو وہ ظاہر ہے لیکن جب کہ اجازت پر ترغیب بھی دلائی جائے تو اب فرق  
بہت ہی اجلی اور نمایاں ہو گیا اسی کے ساتھ اس قدر اور سمجھ لیجئے کہ دونوں آیتوں میں  
دونوں حکم تعمیر کے ساتھ ہیں کسی فرقہ کی تخصیص ان دو آیتوں میں سے کسی ایک میں بھی



نہیں کی گئی افعال و اعمال پر حکم جو از وہی صادر ہوا ہے نہ کہ ملت و مذہب پر اب احکام  
عدم موالات کا استقصا کر لیجئے۔

پہلا حکم لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء یعنی مومنین اپنا دوست یا مددگار  
کافر کو نہ بنائیں۔

دوسرا حکم یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا الیہود والنصارى اولیاء یعنی  
ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست مددگار نہ بناؤ۔

ان دونوں آیتوں میں علت عدم موالات ان گروہوں کا کافر ہونا ہے مسلمانوں  
کے ساتھ پیروان ادیان باطلہ کا کیسا ہی برتاؤ کیوں نہ ہو لیکن محض اس وجہ سے کہ وہ کافر  
ہیں موالات مومن سے محروم رہیں گے۔

تیسرا حکم انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و اخرجوکم من  
دیارکم و ظاہروا علیٰ اخرجکم ان تولوہم و من یتولہم فاولئک  
ہم الظالمون۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کی دوستی اور امداد کرنے سے منع فرماتا  
ہے جنہوں نے دین کے بارے میں تم سے مقاتلہ کیا اور تمہارے گھروں سے تم کو نکالا اور  
تمہارے دشمنوں کی تمہارے اخراج پر مدد کی اور جو کوئی تم میں ان ظالموں سے دوستی  
کئے یا ان کی مدد کرے تو وہی ظالم ہے۔

اس آیت میں عدم موالات کی علت افعال و اعمال شنیعہ ظلم و ستم کو قرار دیا ہے  
ان افعال خبیثہ کا جو بھی مرتکب ہو گا اس سے مسلمانوں کو ترک موالات کرنا ضروری ہے  
خواہ وہ نصرانی ہو یا یہودی ہو یا کافر و مشرک ہو یا مدعی اسلام ہو۔

ان تمام تفصیلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے واقعات بہر کی طرف نظر ڈالئے۔

کافر کے ساتھ وفا اور انصاف | جماعت کفار میں ایک کا فر ہے جس کا نام ابوالنختری

ہے اس کے متعلق حکم ہوتا ہے کہ اگر میدان جنگ میں اس کا مقابلہ ہو جائے تو مسلمان اسے قتل نہ کریں بلکہ زندہ پیرے حضور میں حاضر کیا جائے صحابہ عرض کرتے ہیں کہ اُس کی حیات بخشی آپ نے کیوں فرمائی ارشاد ہوتا ہے کہ قیام مکہ میں اس نے اپنے ہاتھ اور زبان سے مجھے تکلیف نہیں پہنچائی تھی آج اُس کا عوض یہ ہے کہ اُس کی جان بخشی کیجا ابوالنختری کا مقابلہ ہوتا ہے صحابہ اُسے امان دیتے ہیں لیکن وہ اپنے ساتھی کی بھی امان طلب کرتا ہے اُس کے متعلق اجازت نہ تھی صحابہ عذر کرتے ہیں ابوالنختری لڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور آخر کار مارا جاتا ہے صحابہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں

فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ  
صحابی نے عرض کیا قسم ہے اُس ذات کی جس نے  
جهدت عليه ان يتاسر فأتيتك  
آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں نے اُس کے قید کرنے کی  
به فابى ألا ان يقاتلنى فقاتلته  
بہت کوشش کی لیکن اُس نے انکار کیا اور مرنے مارنے  
پر آمادہ ہو گیا پھر میں بھی مقابلہ پر اُس کے تیار ہوا  
فقتلته  
اور آخر میں نے اُسے قتل کر دیا۔

دوسری روایت | سہیل بن عمرو ایک کافر بدر کے روز گرفتار ہوا یہ شخص بلا کا

مقرر تھا مخالفت اسلام پر مجامع کفار میں پر زور تھے یہیں کیا کرتا تھا فاروق اعظم اس کی سزا کے متعلق ایک تحریک پیش فرماتے ہیں رحمۃ اللعالمین اُسے نامنظور فرماتے ہیں اور جواب میں ایسا کلمہ ارشاد ہوتا ہے جو عدل و انصاف کی ایک بے نظیر مثال ہے۔

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ  
قال لرسول الله صلى الله عليه  
اجازت ہو تو سہیل بن عمرو کے اگلے دو دانت

وسلم یا رسول اللہ دعنی انزع ثنیتی  
 سہیل بن عمرو یدلع لسانہ فلا یقوم  
 علیک خطیباً فی موطن ابدال قال  
 فقال رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم لا امثل بہ فیمثل اللہ  
 بی وان کنت نبیاً

اگھ اڑدوں اُس کی زبان باہر  
 نکل پڑے گی تو آپ کے خلاف تقریر  
 کرنے پر کھڑا نہ ہوا کرے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 میں اُسے مثل نہ بناؤں گا پھر تو مجھے بھی  
 اللہ مثلہ بنا دے گا کہ میں نبی ہوں۔

**یسری روایت** | ان دونوں سے زیادہ واضح اور لائحہ وہ سلوک پسند ہے جس کی  
 رعایت کا فرقیوں کے ساتھ کی گئی خوب یاد رہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں آج جو  
 گرفتاریں کل تک انہیں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا مکاناتوں سے نکالا تھا قیدی ہیں  
 کافر ہیں ظالم ہیں دشمن جانی ہیں لیکن خدا کا برگزیدہ رسول انہیں حالت اسیری میں  
 دیکھ کر اپنے یاروں کو حکم دیتا ہے

استوصوکم بالاساری خیرا قیدیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنی کی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں  
 اس وصیت رسول کی صحابہ نے کیوں کر تعمیل فرمائی اُسے قیدیوں کی زبان  
 سے سنئے۔

فکانوا اذا قدموا غداء ہم  
 او عشاءم خصونی بالخبز  
 اکلوا التمر لوصیة رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم ایامہ

قیدیوں کا بیان ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو کہاں  
 جب دن کا کھانا یا رات کا کھانا آتا تو روٹی ہمیں دیتے اور  
 کھجور خود کھاتے یہ ایشارہ خاطر داشت یوں تھی کہ انہیں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔

**چوتھی روایت** | فکان فدا المشرکین بدر کے روز مشرکین کا فدیہ کم از کم فی

مشک چار سو درہم اور زیادہ سے زیادہ ہزار  
درہم تھا لیکن جس مشک کے پاس کچھ نہ تھا  
اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرمایا۔

قیدیوں میں ابو عزرہ عمرو بن عبد اللہ بہت ہی  
محتاج شخص تھا اور اس کے کئی لڑکیاں تھیں  
اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ خود جانتے ہیں  
کہ میرے پاس مال نہیں اور میں ایک مرد محتاج اور  
عیال دار ہوں مجھ پر منت رکھئے اور کرم فرمائیے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر احسان فرمایا  
اور یہ قول لے کر کہ پھر کافروں کی مدد نہ کرنا اُس  
چھوڑ دیا۔

جن قیدیوں کے پاس کچھ نہ تھا اور وہ لکھنا جانتے تھے ان کا  
فدیہ یہ مقرر ہوا کہ وہ اطفال انصار کو لکھنا سکھائیں جب  
انہیں لکھنا آجائے تو یہ قید سے آزاد ہیں۔

بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے چچا حضرت عباس بھی تھے قیدیوں کی مشکیں  
باندھ دی گئی تھیں حضرت عباس کراٹھنے لگے  
بغل میں قیدیوں کے خیمہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا تھا حضرت عباس کے کراٹھنے سے

يومئذ اربعة آلاف درهم  
بالرجل الى الف درهم الا من راى شئ  
له فمن رسول الله صلى الله عليه وسلم

چوتھی روایت کی  
مزید تفصیل

ابو عزرہ عمرو  
بن عبد اللہ  
کان محتاجاً ذابنات فکلم رسول اللہ  
صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله  
لقد عرفت مالي من مال واني لذو  
حاجة وذو عيال فامنن علي فمن  
عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم

واخذ عليه ان لا يظاهرة

كافر كوعلم باننا

فمن لم

يكن عندك شئ امر ان يعلم

غلمان الا انصار الكتابه

اقساط کی کھلی مثال

اساری بدر کان فيهم العباس

عم رسول الله صلى الله عليه وسلم

فسهر النبي صلى الله عليه ليلته فقال

له بعض اصحابه ما امهرك يا بنى الله

فقال ابن العباس فقام رجل  
فارخى من وثاقه فقال رسول الله  
صلى الله عليه وسلم ما لى لا اسمع  
ابن العباس فقال رجل  
من القوم انى ارحيت مزوثاقه  
شياً قال فافعل ذلك بالاسارى  
كلهمه

آپ بے کلم ہو گئے آنکھوں سے نیند اڑ گئی  
بعض صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ نبی  
کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا عباس کی کراہ  
یہ سن کر حاضرین میں سے ایک صحابی اٹھے اور  
حضرت عباس کے بند ڈھیلے کر دیئے تھوڑی  
دیر بعد آپ نے پوچھا کہ عباس کے کراہ کی آواز کیوں  
نہیں سنتا ہوں حاضرین میں سے ایک نے عرض  
کیا کہ میں نے ان کی بندش ڈھیلی کر دی ہے  
آپ نے فرمایا کہ ساری قیدیوں کی بندش ڈھیلی کر دی جائے

اے مفتیان شریعت گاندھی ان واقعات کو پڑھو اور ہمیں بتاؤ کہ قیدیوں کے  
ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا یہ احسان و انصاف ہے یا بدی اور ظلم۔ اگر یہ واقعات برتر  
رحمت شفقت عدل اور انصاف بتاتے ہیں تو پھر تمہارا یہ کہنا کہ سورہ ممتحنہ کی آیت ایک  
اصول تقسیم ہے کس قدر لغو اور باطل ہے۔ یا یہ کہو کہ یہ احسان و انصاف ان لوگوں کے  
ساتھ ہوا جو اقسام ثلاثہ ظلم میں سے ایک کے بھی مرتکب نہ تھی نہ تو انہوں نے مسلمانوں کو  
قتل کیا تھا نہ مکانوں سے نکالا تھا نہ ان کے دشمنوں کی مدد کی تھی تو آفتاب پر خاک  
ڈالنا ہے یا یہ کہو کہ یہ موالات دہانت ہے اگر تمہارے نزدیک یہ موالات ہے یا  
دہانت تو تمہیں تمہارا فتویٰ مبارک ہو ہے اسوۂ حسنہ رسول کی تعمیل کرنے دو تمہیں  
اپنے پیشوا کی تعلیم اور اس کی تعمیل نصیب ہو یوم فدا عواکل افامس جاہ ماہم کا  
جس روز ظہور ہو گا تم گاندھی کے ساتھ ہو گے اور مسلمین رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

کے وارِ حمد کے نیچے ہوں گے۔

**فتح مکہ سے نظر** | سورۃ فتح کے قبل نازل ہوئی ہے لہذا ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا اس وقت انہی کفار کے ساتھ جنہوں نے تیرہ برس تک مسلمانوں پر ظلم و ستم کی مشاقت کی تھی جن کی شرارتوں نے مسلمانوں کو بے خانہ بنا کر ہجرت پر مجبور کیا تھا جن کے پیہم ملکوں نے مدینہ طیبہ میں بھی راحت و سکون سے بیٹھنے نہ دیا تھا اب کہ مکہ فتح ہوتا ہے اور کفر کے سارے گھمنڈ خاکِ مذلت میں فنا ہو رہے ہیں رسول کا برتاؤ ایسے فریقِ محارب جنگجو جفا کار کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔

روایات معتبرہ ہیں یہ بتاتی ہیں کہ رسول اللہ کا نقیب مکہ کی ہر گلی کو چہ میں یہ

صدا دے رہا ہے کہ

من دخل دار ابی سفیان فهو  
امن ومن اخل علیہ بابد فهو  
امن ومن دخل المسجد فهو امن  
اماں ہے جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اُسے  
امن ہے جو اپنے مکار کا اور دوازہ بند کر لے اُسے  
امن ہے جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے اُسے  
اماں ہے۔

ایک صدائے امان ہے کہ ہر در و دیوار سے گونج رہی ہے کفار کی جماعت سامنے  
کھڑی ہے سطوتِ محمدی نے سارے حوصلے پست کر دیے ہیں اپنی جفائیں یاد ہیں لیکن  
وہ ذات جسے خود اُس کا رب العزیز یہ فرمائے کہ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین  
اُس کے رحمت و کرم پر کفار و مشرکین مکہ کو بھی یہ اعتماد ہے کہ جب اُن سے بارگاہِ نبوت  
سے یہ سوال ہوتا ہے۔

قال یا معاشر قریش ما  
تروون انی جاحل فیکم  
اور جماعت قریش تمہارا کیا خیال ہے آج تمہارے خونخوار ظلم و ستم کا  
کیا عوض دیا جائے گا تو وہ فوراً جواب میں یہ کہہ اُٹھتے ہیں

اخیر کرم و ابن اخ کرم آپ کرم کرنے والے بھائی ہیں اور ایسے باپ کے بیٹے ہیں جو کرم کرنے والا بھائی تھا۔

ارشاد ہوتا ہے۔

انتم الطلقاء جاؤ تمہیں آزاد کیا۔

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وهو ارحم الراحمین ۛ

آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمہیں بخشا اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

الحق کل اناہ یترشیح بما فیہ ہر طرف سے وہی ٹپکتا ہے جو اُس میں ہوتا ہے وہ سینہ جو کہ رحمت و کرم شفقت و عطا کا ایک دریا ہے ناپیدا کنار ہو اُس میں جب جوش آئیگا تو شفقت و کرم ہی کی موجیں لہریں مارتی ہوں گی۔

انہیں مشرکین میں کچھ مرد و زن ایسے بھی مجرم و خطا کار تھے جن کا خون ہدر کر دیا گیا تھا ہڈ کے یہ معنی کہ جہاں کہیں پائے جائیں فوراً قتل کر دیئے جائیں ان میں سے ایک نے خانہ کعبہ کے پردوں میں اپنے کو جا چھپا یا صحابہ نے یہ خبر ہو سچائی حکم ہوا وہیں تیرتیج کیا جائے۔ لیکن ان میں سے بھی اگر کسی کی سفارش کی گئی تو اُسے قبولیت کا شرف عطا فرمایا گیا۔

حضرت عکرمہ کا واقعہ | عکرمہ بن ابی جہل کا بھی خون ہدر کیا گیا تھا اُن کی بی بی ام جہل ایمان لائیں اپنے شوہر کی جان بخشی کی سفارش کی حکم ہوا معاف کیا۔

عکرمہ بن ابی جہل ہر کی خبر سن کر فرار کر چکے تھے بی بی نے سچا کیا جواز پر سوار ہو کر قصد روانگی کا تھا جو بی بی نے پایا جان بخشی کا مشرکہ سنا یا عکرمہ کو یقین نہیں آتا کہ اپنی اذیت رسانی یاد کرتے ہیں تو بی بی کا پیام مشکوک معلوم ہوتا ہے آخر بڑی رود کہ

کے بعد انہیں یقین آتا ہے اب نہایت بیتابانہ شوق میں حاضر بارگاہ رسالت ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یہ عورت یعنی ام جمیل یہ کہتی ہے کہ آپ نے میرے گناہوں کو معاف فرما دیا کیا اس کا قول پوح ہے ارشاد ہوا ہاں پوح کہتی ہے میں نے معاف کیا عرض کرتے ہیں کہ یہ کرم یہ عفو سوائے نبی برحق کے کسی بشر میں ہو نہیں سکتا یہ کہا اور گلہ طیبہ پڑھ کر داخل سلام ہوئے۔

**حضرت عثمان بن طلحہ کا واقعہ** | حضرت عثمان بن طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ کی تلاش میں حضرت بلال بھیجے جاتے ہیں جب وہ حاضر ہوئے خانہ کعبہ کی کنجیاں پھرا انہیں کو یہ فرما کر عطا کر دی گئیں کہ ہمیشہ کے لئے کلید برداری تمہارے خاندان کو مبارک ہو۔

فخطب الناس يومئذ ودعا عثمان بن طلحة فذفع اليه المفتاح - القافر ما يا حضرت عثمان بن طلحة ان طبعي بنى به فزلت  
وقال خذوها يا بنى طلحة  
نالدة وخالدة لا ينزعها  
منك احد الا ظالماً  
نتج کہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ہوئے کعبہ کی کنجیاں ان کے حوالہ کی گئیں لے بیٹے اور طلحہ کے ہمیشہ کے لئے یہ کنجیاں لو اب تم سے کوئی چھین نہ سکے گا گروہ جو کہ ظالم ہو۔

اس کے بعد ارشاد ہوا۔

يا عثمان اليوم يوم برد و فاع عثمان آج کا دن وفا اور بر کا دن ہے۔

(حضرت عثمان بن طلحہ نے کو سے قبل ایمان لائے تھے لیکن قیام کو میں تھا)

میں نہیں سمجھ سکتا کہ باوجود ان واقعات کے پھر بھی جو شخص یہ کہتا ہے کہ برداق

فریق غیر محارب کے ساتھ مخصوص ہے وہ ان واقعات کو کیا سمجھتا ہے اگر اس کا نام احسان

اور عدل نہیں تو کیا ہے خود حضور ہی نے اس دن کا نام یوم برد و وفا قرار دیا تو



اب اسے مسلمان برواحسان نہ کہیں تو کیا کہیں؟

صفحات مابقی میں واضح بیان ہو چکا کہ آیتہ انما ینہا کھا اللہ الخ میں جوہ موات منع اور برواقساط سے سکوت فرمایا گیا اس کی وجہ تنوعات حالت ہی اور بہر حالت کے لئے فرقان حمید میں حکم موجود اب ہر حکم کی تعمیل فعل رسول سے واضح و لائح کر دی گئی۔

بدر کی لڑائی میں شتر قیدی تھے ان میں سے بعض قتل کئے گئے بعضوں کو زلفہ لے کر رہا کیا گیا بعضوں کو تعلیم کتابت کی خدمت لے کر چھوڑ دیا گیا بعض جو نادار تھے انہیں احساناً و امتناناً آزاد کیا گیا غرض جن کے مناسب حال جو طرز عمل تعامد ہی ہوا۔

فتح مکہ کے روز گیارہ مرد اور چھ عورتوں کا خون آپ نے ہر فرمایا تھا جن میں سے چار مرد اور چار عورتیں قتل ہوئیں بقیہ بحرین دولت ایمان اور نعمت اسلام سے سعادت اندوز ہوئے جن میں سے ایک حضرت عکرمہ بن ابی جہل ہیں اور ان کا واقعہ اوپر مذکور ہے اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر المنار کی عبارت پیش کر دوں شاید یہی عبارت موجب ہدایت ہو۔

ولا تنس ان ہذا آیات نزلت قبل فتح مکہ وکان المشرکون فی عنفوان طغیانہم واعتد اہم وقد عمل علیہ الصلوٰۃ والسلام یوم الفتح بھذا الوصایا ففعا عن قدس رة وحلم عن عزة و سلطۃ وقال انتم الطلقاء واحسن الی المؤمنین

ہاں یہ فراموش ہونے پلے کہ آیات عدم موات کا نزول فتح مکہ سے قبل ہی اس زمانے میں کفار کی سرکشی اپنے جوش شباب اور حد افراط پر تھی فتح مکہ کے دن بیشک پیغمبر خدا نے ان وصیتوں کی اس طرح تعمیل فرمائی کہ باوجود کمال قوت اور انتہائے سطوت و شوکت کفار سے ارشاد ہوا کہ تم سب آزاد ہو احسان و کرم کا ایسا دربار وال تھا جس سے مومن کافر

والکافر والبر والفاجر ومثله اهل للفضل والاحسان نیکو کار اور بدکار ہر ایک  
ولقد کان للمؤمنین سیراب ہو رہا تھا۔

فیه اسوۃ حسنۃ ولكن بعد متحمر  
المسلمین الیوم من سنتہ ومن  
کتاب اللہ الذی تادب ہو بہ  
اللہم اعدا ہؤلاء المسلمین بھدایۃ  
کتابک لیکونوا بحسن عملہم حجة لہ  
بعد ما صار اکثرہم بسوء العمل  
حجة علیہ

مسلمانوں کے لئے فتح مکہ کے واقعات اسوۃ حسنہ ہیں  
ضرورت سے زیادہ مسلمان بننے والے آج اپنے  
پیغمبر کی سنت راشدہ اور وہ کتاب الہی جس کی تعلیمات  
سے اُس نے اُن کی ادب آموزی کی تھی دُور ہو کر  
ہیں اے اللہ تو مسلمانوں کو ہدایت قرآنی کی طرف  
رہبری فرماتا کہ نیک عمل اُن کے لئے حجتہ ہونہ کہ  
بُرے اعمال اُن پر حجتہ ہو جائیں۔

اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ آیات سورہ ممتحنہ کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہا  
جا سکتا ہے جس کے دل میں کچھ بھی نور ایمان ہی اور قوت مدد کہ اُس کی باطل نہیں ہوئی  
ہو وہ ان تمام منقولات کے مطالعہ سے فارغ ہو کر ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ موالات  
کسی کافر سے کسی حال میں درست نہیں اور وہ امور جو موالات حقیقی سے ماسوا ہیں اُن کا  
تعامل ہر حال میں جائز و صحیح۔

لیکن اب ہم ایک ایسی صاف اور بین حدیث بخاری شریف سے پیش کرتے ہیں  
کہ اگر ایمان کا شعبہ جیسا کچھ بھی سرسبز ہے تو تمہارے لیڈر خود ہی کہہ اٹھیں گے کہ نان کو پھر  
کو ترک موالات کہنا سراسر کذب اور افتراء ہے جس کے ترک پر ہم مصر ہیں نہ یہ دین کی  
خدمت ہے نہ اتباع سنت رسول ہے نہ کہیں اس مقابلہ کا سرخ حیات مقدس رسول اکرم  
میں پایا جاتا ہے نہ یہ جہاد ہے نہ مسلمانوں کی خیر خواہی ہے بلکہ محض حکم گاندھی کی تمسک

اور سرکار کفر و شرک کی غلامی۔

حدیثنا عبد اللہ بن یوسف قال حدثنی  
اللیث قال حدثنی سعید ابن سعید سمع  
ابا ہریرۃ قال بعث النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم خیلاً قبل نجد فجاءت برجل من  
بنی حنیفۃ یقال لہ ثامۃ ابن اثال  
فریطوۃ بباریۃ من سواری المسجد  
فخرج الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال  
ما عندک یا ثامۃ فقال عندی خیر  
یا محمد ان تقتلنی تقتل ذادم وان تنعم  
تنعم علی شاکروان کنت ترید المال  
فل منہ ما شئت فترکہ حتی کان الغد  
ثم قال لہ ما عندک یا ثامۃ قال  
عندی ما قلت لک ان تنعم تنعم علی  
شاکر فترکہ حتی کان بعد الغد  
فقال ما عندک یا ثامۃ

فقال عندی ما قلت

لک فقال اطلقوا ثامۃ فانطلق

الی نخل قریب من المسجد غنم

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک  
دستہ سواروں کا نجد کی طرف روانہ  
فرمایا اس فوج نے بنو حنیفہ میں سے  
ایک شخص کو گرفتار کر لیا مدینہ  
پہنچ کر ستون مسجد سے اسے بازو  
دیا اس شخص کا نام ثامہ بن اثال تھا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف  
فرماہرے تو آپ نے پوچھا کہ ثامہ کیا  
ارادہ ہے انہوں نے کہا نیک ارادہ  
اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر  
آپ مجھے قتل فرمائیں گے تو میرا خون  
راٹھیکاں نہ جائے گا میں جتنا  
دیکھنے والا ہوں۔

اور اگر آپ انعام فرمائیں تو ایسے شخص پر انعام ہوگا

یونہی شکر گزار ہوگا اور اگر مال کا ارادہ ہے تو جس قدر

چاہیے مانگیے دیا جائے گا یہ جواب سن کر آپ نے

انہیں سترن سے کھول دیا دوسرے دن صبح کو جو ملاقات ہوئی تو آپ نے پھر وہی سوال کیا کہ کیا ارادہ ہے جواب میں تمامہ کے انہیں کلمات گذشتہ کا اعادہ تھا پھر تیسری صبح کو سوال ہوا اور جواب میں وہی الفاظ سابقہ تھے اب حکم ہوا کہ تمامہ آزاد کر دے جائیں وہ آزاد ہو کر چلے اور مسجد نبوی کے قریب جو نخلستان تھا وہاں پہنچ کر اچھی طرح غسل کیا اور ہلٹ کر پھر مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صلی علیہ وسلم پڑھنے کے بعد عرض پر داڑھی با محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قسم ہے اللہ کی رُتے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ مغفوس چہرہ میری نزدیک کوئی دوسرا نہ تھا لیکن آج رُوٹی زمین میں کوئی صورت آپ کے چہرہ انور سے زیادہ محبوب میری نزدیک نہیں قسم اللہ کی آپ کے دین سے زیادہ مغفوس کوئی دین نہ تھا لیکن اب آپ کے دین سے زیادہ محبوب کوئی دین نہیں قسم اللہ کی آپ کے شہر سے زیادہ مغفوس کوئی شہر نہ تھا لیکن آپ کے شہر سے اب زیادہ کوئی شہر محبوب نہیں اس کے بعد یہ انہیں پیش کی کہ آپ کے سواروں نے مجھے اس وقت گرفتار کیا ہے جب کہ میں نے عمرہ کی نیت کر لی تھی اب کیا ارشاد ہے۔

ثم دخل المسجد فقال اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله يا محمد والله ما كان على الارض وجه البغض الى من وجهك فقد اصبح وجهك احب الوجوه الى الله ما كان من دين البغض الى من دينك فاصبح دينك احب الدين الى الله ما كان من بلد البغض من بلدك فاصبح بلدك احب البلاد الى وان خيلك اخذتني وانا ربي العرة فماذا ترى فشره رسول الله صلى الله عليه وسلم وامره ان يعتمر فلما قدم مكة قال له قائل صوت قال لا ولكن اسلمت مع محمد رسول الله عيه وسلم ولا والله لا تا تيكم من اليمامة حبة خبز حتى ياتي فيها النبي صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صدق ایمان پر بشارت عطا فرمائی اور حکم دیا کہ اب مسلمان ہو کر مسلمانوں کی طرح عمرہ ادا کرو۔

جب تمامہ مکہ پہنچے اور بلیک کا نعرہ بلند کیا کفار نے ان سے کہا کہ تمامہ کیا تم بے دین ہو گئے فرمایا نہیں میں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا قسم ہے اللہ کی اب تمامہ سے ایک دانہ گیہوں کا تمہارے پاس نہ آئے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پروانگی نہ عطا فرمائیں (بخاری شریف)

بخاری شریف کی روایت ختم ہوئی قطع نظر اس الطاف کے جو حضرت تمامہ پر سجا کفر مبذول رہا قابل لحاظ آخر کا واقعہ ہے کفار مکہ کا آذوقہ تمامہ کے غلہ پر تھا تمامہ ہا کے رئیس تھے مکہ سے واپس آکر جب تمامہ پہنچے تو اس کی بندش کر دی کہ ایک دانہ انج کاکہ نہ جانے پائے غلہ کا بند ہونا تھا کہ کافروں کو تارے نظر آنے لگے بدحواس ہو کر بارگاہ نبوت میں مستغیث ہوئے تمامہ کو حکم دیا گیا کہ غلہ کی بندش نہ کرو جس طرح معاملہ ہوتا تھا جاری رکھو۔

بخاری شریف میں تمامہ کا یہ کہنا مذکور ہے کہ بغیر اذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دانہ بھی گیہوں کا مکہ نہ آنے پائے گا لیکن بقیہ حصہ روایت کا ابن ہشام اور طبقات ابن سعد میں مذکور ہے۔

صحیح بخاری کے تمام شرح ابن ہشام کی روایت قبول کرتے ہیں فتح الباری اور عینی شرح بخاری ملاحظہ ہو ابن ہشام کے الفاظ ان دونوں محدثین نے نقل فرمائے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ فتح الباری اور عینی کے بعد یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ قسطلانی فکرمانی نے بھی نقل کیا ہے۔

ابن ہشام نے اُن چند ایام کی نہمانی جو حالت کفر میں کی گئی اُس کی تفصیل بھی لکھی ہے نہمانی کے متعلق ابن ہشام کے یہ الفاظ ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احسنوا اسارى ورجع الى اهلہ فقال اجمعوا ما كان عندکم من طعام فابعثوا به اليه وامر بلقيشان يعدي عليه بها ويروح رسول الله صلى الله عليه وسلم نے اجماعاً یہ فرمایا کہ اپنے قیدی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ پھر آپ ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے کہ تمہارے پاس جو کچھ کھانا ہو اُسے جمع کرو اور تمامہ کو بھیج دو علاوہ اس کھانے کے ایک شیر درادغٹنی مقرر کر دی گئی جو صبح و شام دونوں وقت تمامہ کے پاس دودھ کی غرض سے جاتی تھی۔

غلہ کی بندش اور اُس کی پروانگی کے متعلق یہ الفاظ ہیں۔

ثم خرج الى اليمامة فمضوا نحو مكة مشياً فكتبوا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم انك تامر بصلة الرحم وانك قد قطعت ارحامنا وقد قتلت الاءاء بالسيف و الاءاء بالجوع فكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم اليه ان يغلى بينهم وبين الحمل (ابن ہشام)

پھر یامہ پہنچ کر تمامہ نے وہاں کے بیوپاریوں کو منع کر دیا کہ کچھ بھی غلہ مکہ نہ جانے پائے کفار مکہ ذرا نہ شتر کی خدمت میں خط بھیجا کہ صلہ رحم کا سبق دیتے ہو اور اور خو قطع کرتے ہو باپوں کو میدان جنگ میں مار ڈالو اور بیٹوں کو بھوک سے مارے ڈالتے ہو آپ نے تمامہ کو لکھ بھیجا کہ بار برداری غلہ کی بندش اٹھا لو اور کاروبار کو حسب معمول جاری رہنے دو۔ (ابن ہشام)

یہ واقعہ اور پرگز چکا کہ ایک وقت میں کفار مکہ نے ہی معاملہ پیغمبر خدا کے ساتھ

کیا تھا اور دو برس تک خاندان ہاشم مصیبت و تکلیف برداشت کر چکے تھے اب ایک موقع ایسا آیا تھا کہ کفار مکہ سے پورا عرصہ اس مقاطعہ کا لیا جاتا تو بہ چند وجوہ خلاف عدل نہ تھا۔

(۱) اہل مکہ کافر تھے (۲) مسلمانوں سے بارہا قتال فی الدین کر چکے تھے۔  
 (۳) مسلمانوں کو گھروں سے نکالا تھا (۴) مسلمانوں کے اخراج پر مدد کی تھی۔  
 (۵) مسلمانوں سے بلکہ خود پیغمبر سے دو برس تک مقاطعہ جاری رکھا تھا نہ چیز خریدتے تھے نہ ان کے ہاتھ کچھ بیچتے تھے۔

(۶) یمامہ سے غلہ کا بند ہو جانا انہیں مضطر کر چکا تھا اگر اس پر زدہ زیادہ زور دیا جاتا تو کفر کی کمر ٹوٹ جاتی۔

(۷) کفار نہ صرف مکہ بلکہ خانہ کعبہ پر متصرف تھے بیت اللہ کو کثرت اصنام سے صنم خانہ بنا رکھا تھا۔

(۸) مسلمان حج اور عمرہ ادا نہیں کر سکتے تھے خود یمامہ کو بلیک کئے پر کفار نے پکڑ لیا تھا لیکن اے لیڈر و باوجود ان تمام باتوں کے مقاومت جموں جس کی ایجاد پر تمہیں ناز ہی پیغمبر خدا نے اس بندش و بائیکاٹ کے توڑنے کا حکم صادر فرمایا۔

بخاری و مسلم شریف کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یمامہ نے حمایت دین کے خیال سے بطور خود غلہ کی بندش کی تھی شرح بخاری اور سیر کی معتبر کتابیں مثل ابن ہشام و ابن سعد ہی بتاتی ہیں اصحابہ کی عبارت بھی یہی ظاہر کرتی ہے لیکن علامہ سرخسی ملبوط میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمامہ کو اسی عہد پر ربا فرمایا تھا کہ کفار مکہ کو وہ غلہ نہ بھیجیں گے۔

بہر حال اس قدر مسلم ہی کہ غلہ کی آمدی مار سے بند ہوگئی اور جب کفار مکہ پریشان ہو کر  
مستغیث بادشاہ رسالت ہوئے تو وہ بندش توڑ دی گئی۔

کفار نہ تو اپنے کفر سے باز آئے نہ انہوں نے خانہ کعبہ سے بتوں کو ہٹایا نہ حرم محترم سے  
اپنا قبضہ اٹھایا نہ یہ وعدہ کیا کہ آئندہ سے نہ تو مسلمانوں کو تکلیف پہنچائیں گے نہ کبھی دعوت  
اسلام کے سنگ راہ ہوں گے صرف قحط کی مصیبت لکھ بھیجی وہ بھی تلخ الفاظ میں اس حدیث  
جلیل سے حسب ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) بائیکاٹ یا نان کو آپریشن کا عرب میں دستور تھا (۲) بائیکاٹ کے موجد کفار مکہ ہیں۔

(۳) کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بائیکاٹ کیا تھا جس کا سلسلہ دو برس تک جاری رکھا تھا۔

(۴) ثامہ نے کفار مکہ سے بائیکاٹ کیا (۵) کفار مضطر و مقہور ہوئے (۶) رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ثامہ کے فعل کو اپنے حکم سے منسوخ فرما دیا اور بائیکاٹ اٹھ گیا (۷) اقسام جہاد میں

سے اگر بائیکاٹ کوئی قسم جہاد ہوتا اور اس طرز عمل سے دشمن کو مغلوب بنا لینا اگر

دین کی خدمت ہوتی تو اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی منسوخ نہ فرماتے

بلکہ اور ترغیب و تحریص فرما کر اسی مقادمت مجہول سے مکہ منظر کو کفار و مشرکین

سے خالی کرا لیتے۔

(۸) بائیکاٹ یا نان کو آپریشن ہرگز مراد ترک موالات نہیں۔

(۹) بائیکاٹ یا نان کو آپریشن کو جو ترک موالات کہتا ہے وہ بڑا گستاخ و بے ادب ہے

اس کے نزدیک مشرکین مکہ سے پیغمبر خدا نے موالات کی جو غلہ کی بندش توڑنے کا حکم

فرمایا۔

(۱۰) اس گستاخی کے خیال میں کفار کی منت و خوشامد یا گریہ و زاری پر مسلمانوں کو



اپنا مذہب چھوڑ دینا یا کفر قبول کر لینا یا مسلمانوں کا اُن کے دین کا ضرر و نقصان کرنا سب جائز ہے، سچ ہی جس نے رو رو کر اور ہاتھ کھینوں تک جوڑ کر مذہب گاندھی میں داخل ہونے کی سعادت پائی ہو اُس کے سامنے اگر کافر و کراشدترین کفر کی تحریک کرے تو اُس وقت یہ گتلیغ نہ صرف کفر قبول کرے گا بلکہ اُسے شادی مرگ نصیب ہوگی

استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ۵

مسز نان کو آپریشن کی حقیقت اب بالکل ہی عریاں ہو گئی علماء کا یہ ادعا کہ یہ ہمارے اجتہاد اور قوت دماغی کا نتیجہ ہے واضح ہو چکا نان کو آپریشن کے متعلق مولانا عبدالباری صاحب کا خط پھر ملاحظہ فرمائیے اُن کا یہ فرمانا کہ اس کار کا وقت نکال نہیں ہوں جو وہ کہتے ہیں وہی کرتا ہوں بالکل بجا و درست اور محض صدق و حق ہے۔ شریعت اسلام ایک شریعت معروف ہے اس کا قول معروف اس کا عمل معروف اس کی مقاومت معروف۔ لیکن مذہب کفر و بت پرستی مجہول اس کا قول مجہول اس کا عمل مجہول اُس کی مقاومت مجہول پھر پستار ان ہنود مجہول ہی مجہول کی صدا نہ بلند کریں تو اور کیا کریں۔

الغلاب عالم کے ارکان ثلاثہ | حقیقت اسلام سے نا آشنا و بیگانہ ملک گیر و متعلق بادشاہ کو مبلغ ترحید اور مفر کی اخلاق کا شریک عمل جانتا ہے ملکوں کا فتح کرنا قوموں کا مغلوب بنالینا انسانوں کے تو اسے جہانہ و داغیہ پر چھا جانا اس نا آشنا ک نزدیک دین ہے مذہب ہے اسی لئے وہ طریقہ جسے کسی وقت کفار نے ایجاد کیا تھا اور اسے اس مقاومت مجہول سے مدد کے حق کو پست اور مبلغ اسلام کو شکست دینا چاہتے تھے آج اسی کو ہمہ گیر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

گناہی سے ایسا ہونا تو تعجب نہیں اگر کسی کافر کی مُردہ تحریک کوئی کافر زندہ کر کے  
 تو اس میں تعجب کا کیا موقع ہے؟ ہاں تعجب یہ ہے کہ علماء و جنہیں ورثۃ الالبیاء ہونے کا دعویٰ  
 علوم دینیہ کے ضامن و کفیل ہونے کا ادعا اور اسی کے ساتھ بعض طے منازل سلوک  
 میں کامل و مکمل ہونے کی مدعی وہ بھی کافر کے ساتھ ہم نوا ہو کر یہ کہنے لگے کہ یہ خاص اہل کیم  
 کا حکم ہے اور ایسے وقت میں ہی طریق کار اور نظام عمل ہے یہ کہا اور سارے ملک میں ایک  
 ہنگامہ بپا کر دیا گھر گھر مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا ایسی تحریک جس کی شریعت میں کوئی  
 اصل بنو اسے عین شریعت کہہ کر خاندانوں میں جنگ و جدل پیدا کر دی حدیث شریف  
 میں وارد ہے۔

من احدث فی امرنا هذا جو شخص دین میں ایسی باتیں پیدا کرتا ہے جو دین سے نہیں تو اس  
 مالیں مند فہورہ یہ ایجاد دین کے نزدیک مردود ہے۔

اسلام کا درد ہوتا مسلمانوں کی محبت ہوتی زوالِ خلافت کا اگر صدمہ ہوتا تو قوت  
 پیدا کرنے کے کصحیح ذرائع اختیار کرتے اسوہ حسنہ جسے حق سبحانہ فرمایا ہے اس کی پیروی  
 نہایت سرگرمی سے کرتے لیکن جب کہ حکومت ہندوستان کے کامرور پیدا کر رہی ہو تو پھر  
 اس کے سوا اور کیا چارہ کار تھا کہ سواراج چاہنے والوں کی کفش برداری کی جائے۔  
 یہ خاکدان ہستی عالم کون و فساد ہے تغیر و انقلاب کی گونا گوں ہستیاں یہاں اپنی  
 اپنی نوبت آئیں اور سطحِ خاکی کے بسے والوں کو تہ و بالا کر ڈالاجزئی انقلابات سے قطع نظر  
 کرتے ہوئے اگر ان تغیرات کو شمار کر لیا جائے جو بمنزلہ اصول کلیتہ ہیں اور جن کے تحت  
 میں سارے جزئیات داخل ہو جاتے ہیں تو وہ تین قسموں میں منحصراً ہو جاتے ہیں۔

(۱) سلطنت (۲) تمور (۳) علم و فن

سلطنت کا اثر جب کبھی سلطنت ایک قوم کے ہاتھ سے نکل کر دوسری قوم کے ہاتھ میں پہنچی یا خود اپنی ہی قوم نے نظام سلطنت کے تغیر میں کامیابی حاصل کی ہو تو اس انقلاب و تغیر نے اس ملک کی تاریخ کا نیا باب شروع کر دیا ہے مفتوح نظام یا مفتوح قوم کے نقش مٹتے جاتے ہیں اور فاتح نظام یا فاتح قوم کے نقش و نگار ہر شعبہ میں اپنا جلوہ دکھاتے ہیں لیکن حکومتوں کا قایم کرنا یا قوت کو مرتبہ سلطنت تک پہنچانا کوئی انسانی کمال نہیں دنیا کا دکھ اور اہل دنیا کا درد سلطنت و حکومت سے نہ کبھی زائل ہوا نہ آئندہ زائل ہو یہ واقعہ ہے کہ سلطنت کسی قسم کی بھی کیوں نہ ہو اس کا خلاصہ ہمیشہ یہی ہو گا کہ تمام محکوم آبادیوں کے جذبات اور قولے دماغی شخص واحد یعنی بادشاہ یا ایک محدود افراد کی جماعت جنہیں ممبر پارلیمنٹ یا اراکین مجلس سے خطاب کر لیجئے ان میں جذب ہو کر فنا ہو جائے۔

انسان کے جذبات جس سے فنا ہوتے ہوں انسان کے قولے عقلیہ اور احساسات دماغیہ جس سے برباد و تباہ ہوتے ہوں کیا اسے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے دکھ کی دوا یہ ہے یہ خدا کا عتاب ہے کہ انسان بھڑبھری کی طرح چند آدمیوں کے ہاتھوں میں گرفتار رہ کر اپنے حیات کے دن پورے کرے سلطنت و حکومت کا وجود دنیا کا سخت ہلک مرض ہے نہ کہ دوا و علاج۔

تہوں کا اثر | اسی طرح تو جب کہ ملک گیری و جہاں داری کے لئے اس کی نمائش کی گئی ہو تو زمین کے بسنے والوں پر یہ قہر آسمانی ہے کہ کوئی جماعت یا قوم یا شخص واحد جب کہ نشہ تہوں سے مست ہو کر کسی آبادی کا رخ کرے تو راحت و سکون درس تدبیر صنعت و حرمت شعبہ دار معاشرت و تمدن اور آئین مذہب ملت کا بیشتر اعضاء کے ساتھ ساتھ خون ہو جاتا ہے جس قدر نفوس شہر و سناں سے محفوظ رہے وہ جوش تہوں سے ایسے ہال ہوئے کہ اب

ان کا سکون و حرکت فاتح و منصور کے چشم و ابرو کا منظر ہر بن گیا فی الحقیقت جوش تہود بھی انسانوں کے غلام بنانے کا ایک دوسرا نام ہی اس لئے یہ دوسری قسم مرض کی ہے نہ کہ دوا و علاج۔

علم کا اثر اب علم و فن کو لیجئے اگرچہ اس کا لباس بیدردی و بیرحمی کے نقش و نگار سے صاف معلوم ہو رہا ہے اس کی شکل و صورت سلطنت و تہود کی طرح تو بخوار بھی نہیں اس کی سنجیدگی و متانت میں دلکشی بھی پائی جاتی ہے لیکن باعتبار واقعہ یہ اپنے دونوں شریکوں سے کچھ کم جفا کار نہیں اعضا و جوارح پر جس بیرحمی سے ایک مستولی سلطان حکومت کرتا ہی تو اسے ذہینہ اور دماغیہ پر علم و فن اسی شدت سے اپنی فرماں روائی کرتے ہیں بلکہ اگر امعان نظر سے کام لیا جائے تو علم کی ہمہ گیری سلطنت تہود سے کہیں زیادہ موثر ثابت ہوگی مال و زحمہ و مناسب امن و امان و ازیں قبیل دیگر امور کا تعلق سلطنت و حکومت ہو کر تا ہے بادشاہ انھیں چیزوں میں نرمی یا گرمی کرنے کا اختیار و قدرت رکھتا ہے لیکن وہ امور جن سے فی الحقیقت قوم قوم بنتی ہے وہاں حکومت و قوت دونوں پابریدہ و دست شکستہ ہیں قوم کی اخلاقی زندگی جو ہر طرح کی ترقیوں کا راز ہے قوم کا علمی شعف جس پر دارماد و فضیلت انسانی ہی قوم کے مراسم و دستور جس پر اقتصاد و تمدن کی بنیاد ہے اور سب سے بڑھ کر قوم کی دماغی زندگی جس سے حوصلہ میں وسعت خیالات میں بلندی ضمیر میں روشنیاں پیدا ہوتی ہیں ان سب کا سرچشمہ اہل علم کا گروہ ہوتا ہے۔

مالکان قلم نے بارہا نبرد آزماؤں کے نیروں کو شکست دی ہے ان کی سیف لسانی نے بارہا شمشیر زنیوں کے منہ پھیر دیئے ہیں دور نہ جائیے ملک غیر اور عہد ماضی کی مثال نہ ڈھونڈئے حالت حاضرہ پر ایک نظر ڈالئے آج ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ نتیجہ ہے

صرف چند تعلیم یافتگان ملکی کا۔

واقعات گزر رہے تھے لیکن ملک بے خبر تھا گلے پر چھری چل رہی تھی لیکن احساس مٹ چکا تھا جو کلوروفارم انھیں سنگھایا گیا تھا اس کی بیوشی میں یہ مدہوش تھے چند تعلیم یافتہ اشخاص اُسے واقعات کی اصلی خون آلود شکل دکھائی ناظرین دکھ کر متاسف ہوئے اور دو آنسو غم کے بہائے لیکن تصویر دکھانے والوں نے انھیں دم لینے نہ دیا بلکہ کچھ اس طرح ان کے پیچھے پڑ گئے کہ اپنی بزم ماتم میں انھیں نوحہ خوان بنا کر چھوڑا اب وہ باتیں جن کا خیال اگر وہم میں بھی گزر جاتا تو کسی کسی روز تک خوف و ہمت سے نیند اُڑ جاتی بھوک سا قحط ہو جاتی لیکن آج کل دن ہے کہ ہر کوچہ و برزن میں وہی ہولناک خیالات ایک ایک کے مُنہ پر آرہے ہیں کہنے والا کتا ہے اور سننے والے کو مزہ نہیں آتا سن کر منہ بنا تا ہے کہ پھیکا ہے بے مزہ ہے کچھ تلخی نہیں آخر یہ ماجرا کیا ہے ہندوستانیوں کے جذبات اکبار کی کیوں متغیر ہو گئے یہ علمی گروہ کی وہی زبردست حکومت ہے جس کی قوت نے اب ظہور کیا ہے۔

اگر سیلک کی آواز یا ان کا اتفاق خیال چاہیے تو تعلیم یافتہ گروہ کی ایک کافی مقدار کو اپنا ہم آہنگ بنا لیجئے پھر سیلک آپ کے ساتھ ہے۔

یہ واقعہ اور حقیقت ہے کہ عوام نہ اپنی رائے رکھتے ہیں نہ ان کی کوئی آواز ہو ملک میں تعلیم یافتہ گروہ جب کسی خیال کی ترویج یا ہمہ گیری چاہتا ہے تو وہ اپنی تقریر و تحریر سے عوام میں اسی خیال کو پیدا کر دیتا ہے وہ اپنے خیال کے صورت کو اس بلند آہنگی سے بھونکتا ہے کہ عوام کے خیال اسی کے خیال کا عکس اور عوام کی آواز اسی کی صدا ہے باز گشت ہوئی اس وقت ہندوستان کا ہنگامہ بالکل اپنی مثال میں صحیح ہے خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کی

آواز اور ان کا بحش تو ہو بہو چند تعلیم یافتوں کے خیال اور آواز کا فوہ ہے اخلاق تہذیب اور مذہب اس بیداری سے پارہ پارہ کئے جا رہے ہیں کہ شاید آئندہ کے لئے ایک تاریخ باقی نہ رہے گا۔

خلافت کے جنگ انگریزوں کے موالات | اس اہمال کی ہم ایک مختصر تفصیل پیش کرتے ہیں اٹلی کی سلطنت طر اور ہوئی اور جنگ طرابلس شروع ہو گئی اس وقت چند تعلیم یافتوں نے تحریک چندہ کی بنیاد ڈالی اور سلسلہ جنگ بلقان تک جاری رہا اسی اثناء میں اٹلی کا مال بائیکاٹ کیا گیا ترکی ٹوپیاں وہاں کی بنی ہوئی جن کے سروں پر تمیں انھیں آگ کے سپرد کیا گیا۔

قسطنطنیہ وفد طبیہ کے جانے کی تجویز پیش ہوئی اور کامیابی کے ساتھ یہ کام انجام تک پہنچا اس کے بعد خلافت اور اس کی ہمدردی کی تحریکیں نیا سنیا کر دی گئیں اب تعلیم یافتہ گروہ کی توجہ قسطنطنیہ سے منعطف ہو کر سیاست ہند کی طرف پلٹی پبلک کی توجہ بھی ادھر ہی مڑ گئی اٹلی و دیگر بلاد یورپ کا مال فروخت ہوتا رہا اور مسلمان بلا جھجک اسے خریدتے لے کر علماء کے فتاویٰ بائیکاٹ سے جو متعلق تھے جب تعلیم یافتوں کے آفس سے نکل کر بیٹے گئے تو عوام نے بھی انھیں مدد میں ڈال دیا ہاں جو نغمہ تعلیم یافتوں نے چھیڑا تھا اس رگڑ پبلک برابر لاپتی رہی اس عرصہ میں ترکی باخلافت ملتی رہی فنا ہوتی رہی لیکن کسی کی آنکھ نم بھی نہیں ہونے لگی یہ کہ جب ہندوستانی زمین میدان جنگ میں بھیجی جانے لگیں تو ہندو اور مسلمان دونوں نے مل کر زنگروٹوں کی بھرتی میں پوری کوشش کی اب فرضہ جنگ کا چندہ ہوا دل کھول کر ہندو اور مسلمانوں نے روپیہ دیا تحریک ہوئی کہ دعائیں ہوں ہندو مندروں میں اور مسلمان مساجد میں جمع ہوئے اور یہ رسم بھی ادا کی گئی پھر تحریک ہوئی کہ آدرٹ منایا جائے ملک کی دونوں بڑی آبادیوں نے مل کر بحش بھی منایا۔

سب سے بڑی روسیاء ہی یہ ہونی کہ وفد طلبیہ جب قسطنطنیہ جا رہا تھا تو سامان جراحی و لوازم  
شفا خانہ جس کی خریداری خالص اُس روپے سے ہونی تھی جو محض بحر و صین ترک ہی کے لئے  
جمع کیا گیا تھا آج اُسے وفد طلبیہ کا صدر اُن دشمنوں کو بخشش کے دیتا ہے جو خلافت اور  
علم بردارانِ خلافت کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔

اس امانت میں خیانت کرتے ہوئے نہ تو عطا کرنے والے کو خوف الہی دامن گیر ہوتا ہی  
نہ اس وقت کے بیشتر مغربی و مجتہدوں میں سے کسی کو مسئلہ شرعی یاد آتا ہے نہ عوام ہی اسے  
کچھ مصیبت سمجھتے ہیں۔

ہاں یہ بحث علما میں ضرور آئی کہ سلطنت کے اس قرضہ جنگ کا سود لینا مسلمانوں کو  
حلال ہی یا نہیں بعض علماء نے فتویٰ حلت کا دیا اور مثال اس جزئے سے لائے کہ ذی شریعت  
میں سے اگر کوئی پھل ٹپک پڑے اُسے کوئی راہ رو اٹھالے تو وہ پھل اُس کے لئے  
حلال ہی پس یہ سود و ربا نہیں سلطنت خود بخود بغیر مطالبہ دیتی ہے تو کیا وجہ جو مسلمان اُس کے  
لینے سے پرہیز کریں۔

فوجوں کی بھرتی کا یہ حیلہ پیدا کیا گیا کہ سلطنت انگلستان حملہ آور نہیں ہوتی ہے بلکہ  
خود ترکوں کی جانب سے حملہ آوری ہوتی ہے ایسی صورت میں فوجی مدد ممنوع نہیں۔

غرض سخت سے سخت روسیاء کن امور وقوع پذیر ہوتے رہے اور مسلمان نہایت اطمینان  
د سکون سے بیٹھے ہوئے تباہی کا نہ صرف تماشہ دیکھا کے بلکہ اپنے ہاتھ اور مال سے اُس میں  
شریک ہوئے اس عرصہ میں ہندوستان کی پالیسی میں ایک تغیر عظیم اتفاقی طور پر پیدا ہو گیا  
اور یہ رولٹ بل کے ثمرات تھے۔

اب تعلیم یافتوں نے خیر طلبی ہند کے لئے جو اپنی آواز اسلامی لحن میں بدل کر مسلمانوں کے

لاکارا تو سب کے سب خلافت خلافت پکارنے لگے۔

واقعہ کر بلا سے مثال کتب تاریخ میں واقعہ کر بلا کے متعلق ایک روایت ہے کہ بعد شہادت شہزادہ مظلوم

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ و دیگر اہل بیت و فدائیان اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین

جب قافلہ اسیران اہل بیت کا اونٹوں پر روانہ ہوا تو جوق در جوق اہل کوفہ کا مکانوں کی

چیمتوں پر ہجوم تھا اس مقدس گروہ و دو دمان نبوت کو حالت اسیری اور بے سرو سامانی میں دیکھ کر

مرد و زن رونے جاتے تھے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا خواہراہام علیہ السلام اُن

کو فیوں کی طرف ایک نظر طامت و نفرت انگیز ڈال کر مستفسر ہوئیں کہ اسے اہل کوفہ تم ہماری

مظلومیت و بکسی پر انو بہاتے ہو تو آخر میرے بھائی کو شہید کس نے کیا گلزار نبوت کو تاراج

کرنے کی شقاوت و رویا ہی کس نے حاصل کی افسوس برقم پر اور تمہاری ہمدردی پر۔

یہ الفاظ آج خلافت کی زبان ہندوستانیوں کو کہہ رہی ہے مسٹر گاندھی جنہوں نے

ذکر و ٹوں کی بھرتی و دیگر اعانت جنگ میں ایسی سرگرمی دکھلانی کہ بقول اُن کے اُن کی صحت

خطرناک مرض میں مبتلا ہو گئی۔ خیر انہیں تو جانے دیکھے اس لئے کہ اسلام کا انجھلال اگر

کفر و شرک کا مقصود و مرغوب نہیں تو وہ کفر ہی کیا ہوا نہیں ان نوحہ خواں مسلمانوں سے

پوچھئے اور علیٰ الخصوص اُن علماء سے جن کا تقریباً آج کل روزنامہ اخباروں میں چھپا کرتا ہے

جن کی تعداد ہمیت اس وقت پانچ سو کہی جاتی ہے ان سے سوال کیجئے کہ جس وقت ہندوستان

کا خزانہ جارہا تھا اور مسلمان چند سکڑ چاندی کے لئے خلافت ملنے کو جا رہے تھے تمہارے

علم کو کیا ہو گیا تھا تمہاری جرات کہاں سو رہی تھی تمہاری حق گوئی کس گوشہ میں چھپی ہوئی

تھی تمہارا ایمان کس تہ خانے میں بند تھا تمہاری حریت اور تمہاری بخوننی کہاں مدہوش فرسٹ

کھائے پڑی تھی کیا تمہیں اُس وقت یہ حدیث یاد نہ آئی۔



(۱) من اجل (۱) جس نے ہم پر ہتیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں۔  
 (۲) من اشار الی اخیہ بحدیدۃ لعنہ اللہ  
 (۳) لا یشیر احدکم علی اخیہ بالسلحہ

(۲) جو اپنے مسلمان بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کرے اُس پر خدا کی لعنت۔  
 (۳) بخر دار کوئی تم میں سے اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتیار سے اشارہ بھی نہ کرے۔  
 اس معنی میں بکثرت حدیثیں وارد ہیں اگر حدیث تم نے پڑھی نہیں یا موقع پر تمہیں یاد نہ آئی تو کیا تم تلاوت قرآن بھی نہ کرتے تھے کیا یہ آیت تمہاری تلاوت میں نہیں آتی تھی۔

ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعدلہ عذاباً عظیماً  
 جو مسلمان کسی مسلمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے تو اُس کی سزا ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے خدا کا غضب اور اُس کی لعنت قاتل پر ہے اور ایسوں کے لئے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔

اسے بھی چھوڑ دو وہی آیتیں جنہیں ترک موالات کے لئے پیش کر رہے ہو کیا کل تک وہ بھی تمہیں یاد نہ تھیں لیکن

علمائے سوئی ہندوستانی اور گروہ ناخدا ترس لے جماعت علماء سوویوں کہو کہ یہ احادیث اور یہ حکم الہی تو کج تھیں نہ یا منیا ہی اس لئے کہ تمہارا رہبر اور تمہارا مذکر تو گاندھی ہے آج تک اُس نے تمہیں یاد نہ دلایا تو پھر تمہیں یاد کیوں کر آئے اگر قرآن شریف یا کتب احادیث و سیر تمہارے رہبر و مذکر ہوتیں تو تمہیں سب کچھ یاد آجاتا فی الحقیقت تم معذور ہو تمہارا مرتبہ عوام کا ہے تمہارے دماغ علوم سے خالی تمہارے سینے جذبات سے کورے تمہارے قلوب دولت ایمان سے مفلس تمہاری زبانیں گنگ اور تمہارے اقلام خشک تم تو ایک قالب بجان ہو جو تمہارے

لیڈر کہتے ہیں تم اسی کی محاکات کر دیتے ہو اور ان لیڈروں کا منع فیض سرکار گاندھی اور ان کی ہنو پارٹی ہے سلسلیوں ہے کہ ایک تحریک مشرگاندھی پیش کرتے ہیں تعلیم ہستہ مسلمان اُسے بیک کہتے ہیں علماء سیاسی کا جبہ و عمار اُسے شرمی جاہرہ پنا تاہی ان علماء کی یہ مجال نہیں کہ وہ بطور خود کوئی تحریک پیش کر سکیں یا کسی تحریک کے سامنے امتنا و عدا کے سوا کوئی آواز بلند کرنے کی جرأت بھی کریں۔

ان علماء کا کیا ذکر خود اس عالم کی لہجے جسے لیڈروں نے شیخ الہند کا لقب دے کر ایک عجیب و غریب ہستی ثابت کیا ہے اُس کے قلم میں بھی یہ قوت نہ تھی کہ وہ مسلمانوں کو ان افعال خبیثہ کی شناخت و معصیت بتا سکے جسے مولات کفار میں علی التوالی و التواتر لیڈران نہ گروہ سلیمین بار بار عمل میں لارہے تھے مسئلہ قربانی کا وُ کے تعلق دینی زبان سے اتنا کہنے پائے تھے کہ مسلمانوں نے جو طریقہ انسداد قربانی کا ایجاد کیا ہے وہ مذموم ہے انہیں کیا کرنا نہ چاہیے تولیدوں نے وہیں زبان پکڑ لی اس آواز کو مہرہ کر دیا گیا اور باد صحرا سے زیادہ حیثیت اس ہدایت کو نہ دی گئی نہ تو صحائف و جرائد ہی میں اس کی اشاعت عامہ ہوئی نہ لیڈروں کے رزلوشن میں تحیر آ یا نہ اپنی خطا و غلطی کا کسی نے اعتراف کیا۔ اگر کسی نے ان کے شیخ الہند کا قول متعلق قربانی کا زیادہ بھی دلایا تو ہنس کر ٹال گئے کہ یہ نا آشنائے حقیقت کہتا کیا ہے اس چودھویں صدی میں شریعت جب کہ تلقینات گاندھی کا نام ہی تو پھر شریعت اسلام کا ذکر ہی بحث ہے۔

تشنہ لگا یا گیا علماء سیاسی خاموش رہے کافر کی ٹنگی اٹھالی گئی علماء سیاسی خاموش رہے کافر کا ماتم سر و پا برہنہ ہو کر کیا گیا علماء سیاسی خاموش رہے رام بھمن مر پھولوں کا تاج رکھا گیا علماء سیاسی خاموش رہے گاندھی کی بے پکاری گئی گنوا تا کی بے بلند کی گئی علماء

سیاسی خاموشی یہ حد یہ کہ گاندھی کو کہا گیا کہ اگر نبوۃ ختم نہ ہوتی تو گاندھی نبی ہو تا علماء  
سیاسی اب بھی خاموش رہے اس خاموشی سے شیخ الحدیث بھی مستثنیٰ نہ ہو سکے اگرچہ خادمان  
اسلام تقریراً و تحریراً انہیں اعمال کفریہ پر بیدار بھی کرتے رہے لیکن پھر بھی کسی عالم سیاسی  
میں اتنی جرأت نہ تھی جو وہ چالیس اعمال و اقوال کفریہ میں سے کسی ایک کے متعلق بھی  
اپنے قلم کو جنبش دیتا تا آنکہ باہ نومبر ۱۹۲۲ء دہلی میں جلسہ جمعیتہ العلماء منعقد ہوا وہاں یہ  
مسائل کسی نے پیش بھی کئے لیکن یہ کہہ کر کہ مصلحت وقت اس کی مقتضی نہیں بات ٹالی  
گئی حالاں کہ اس اجلاس کی کرسی صدارت ایک عالم ہی کی نشست کا فخر رکھتی تھی ہاں  
مٹھرا شوکت علی نے ایک مذاق ضرور کیا کہ جب عادت قدیم مزاج میں ایک تقریر فرمائی  
جس میں تلک کی ٹکسی اٹھانے پر نظریفانہ جملوں میں تو یہ کی گئی تھی شاید یہ کہنے کی حاجت  
نہیں کہ ان کا فعل مسلمانان ہند کا فعل اور ان کی تو بہ مسلمانان ہند کی تو بہ لیکن ستم ظریفی  
یہ ہوئی کہ بعض نا آشنا متعصب ہندو مذاق کو حقیقت سمجھے اور اپنے اخبارات میں خوب  
غیظ و غضب کے مضامین شائع کئے لیکن یہاں سے سکوت رہا اس لئے کہ جو مقصد تھا  
وہ حاصل ہو چکا تھا بات رفع دفع ہو گئی لیکن علماء سیاسی کے سکوت میں اب بھی فرق  
آیا جمعیت کے پانچو علماء میں سے کسی ایک میں بھی اس کی ہمت نہ ہوئی کہ مٹھرا شوکت علی کے  
پر مذاق تو بہ کے دامن میں پناہ گزیں ہو کر ان اعمال و اقوال کفریہ کے متعلق جن کی تعداد  
تقریباً چالیس سے بھی متجاوز ہے کسی ایک قول یا ایک فعل کی بھی شاعت بیان کر دی  
یہ ہر اس سکوت علماء سیاسی کا ان مسائل کے متعلق ہے جن سے ہندوؤں کو کوئی  
شغف نہیں یہ تو محض لیڈروں کا جوش کفر پرستی ہے رہا وہ مسئلہ جس کا اہتمام مٹھرا شوکت  
چاہتے ہیں یعنی گائے کی قربانی اس کے متعلق اگر علماء سیاسی خاموش رہتے تو یہ ناقابل

ہوگناہ نہ معلوم انہیں کیسے کیا بنا دیتا لہذا اس پر فتوے ہوئے مضامین لکھو گئے  
سائل تصنیف کئے گئے اور یہ عجیب تماشا دکھایا گیا کہ گزشتہ سال تک گائے کی قربانی  
ندوؤں کے وید اور شاستر سے ثابت کی جاتی تھی لیکن جب ایک فرقہ کے امام مٹرگانہ کی  
دئے تو ان کے گروہ کو اب عدم جواز قربانی کا ذکر قرآن و حدیث سے معلوم ہونے لگا۔

حقیقت یہ ہے کہ علماء اور ان کے متبعین جب غالب ہوتے ہیں تو عوام اگر دین کے  
مخالف کوئی گلہ کانا چاہتے ہیں تو غالب گروہ ان کا گلا دبا دیتا ہے لیکن جب عوام غالب  
ہوتے ہیں اور علماء اور ان کے متبعین منلوب تو عالم جب کوئی بات دین کی کہنا چاہتا ہے  
تو غالب گروہ یعنی عوام علماء کا گلا دبا دیتی ہیں یہ وہی زمانہ ہی جس کی خبر حدیث شریفین میں  
دی گئی ہے۔

عصیت اسلامی کی تخریب اور ستوریہ واقعات و حقایق ہیں دشنام دہی سزدہ رویا ہی کیوں کہٹ جا  
جو موالات کفار کی وجہ سے تم انوکھے دینداروں کے چہرہ پر چڑھ رہی ہے علماء سیاسی جس  
بے حس کے ساتھ بیڈروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہیں وہ ان کی ایک ایک حرکت سے  
نمایاں ہو جمیعت کے جس عالم نے اپنے ایمان پر بہت بڑا احسان کیا اس نے یہ کہا کہ  
ہم سیاسیات میں مٹرگانہ صی کی پیروی کرتے ہیں ان کا کما مانتے ہیں لیکن مذہبی امور میں ہم  
ہرگز ان کی بات نہ مانیں گے نہ اپنا مذہب چھوڑیں گے نہ احکام مذہبی میں کوئی تغیر و تبدل  
کریں گے یہ کہا اور اپنے قوت ایمان کا متعدد اخبارات میں خوب ڈنکا بجایا۔

علاں کہ جمیعت میں جو عالم شریک ہو جائے اس کی خالص توحید صلابت ایمان یں  
اسلام اور اخلاص عمل کے متعلق جملہ اوہام و شکوک کا استیصال ہو جاتا ہے نہ معلوم اگر کہیں  
جمیعت کو اس کہنے کی ضرورت ہی کیا پیش آئی جن اعمال و اقوال کا اس نے دوزخ میں

ایجاد ہو رہا ہے وہ اس امر کی کافی دلیل ہے کہ یا قرن اولیٰ میں ایسے علماء ربانی پائے جاتے تھے یا پھر اس مجلس میں جسے جمعیتہ العلماء کا لقب دیا گیا ہے۔

علماء جمعیت ناحق اس کے باور کرنے کی کوشش فرماتے ہیں یہاں شبہ کسے ہوا تھا جو آپ نے دفع دخل مقدر کی زحمت اٹھائی خود آپ کی تحریریں اور آپ کے متعین کے افعال و حرکات آپ کے ایمان و اسلام کا آئینہ ہیں۔

اسلام نے اپنے متعین کو کفار سے بیگانگی کا حکم اس تاکید و مبالغہ سے دیا تھا کہ معاصرین امور میں بھی یہ ہدایت کی گئی تھی کہ کفار کی تقلید اس میں بھی نہ ہونے پائے وضع لباس شکل و صورت مائل و مشارب سلام و تحیۃ تعزیریۃ و تہنیت غرض جملہ شعبہائے حیات مسلم تقلید کافر سے مصنوع و محفوظ رہے چنانچہ آج تک مسلمان یہی جانتے تھے اور بقدر توفیق اسی پر اُن کا عمل بھی تھا لیکن اس دور میں مسلمانوں کی عصبیت اس طرح فنا کر دی گئی کہ معاشرتی و تمدنی امور کا کیا ذکر دینی امور میں کفار کی تقلید کمال ارادت و عقیدت سے ہونے لگی اور اسے ایمان و اسلام کا لقب عطا کیا گیا۔

کہنے والا منہ بھر کر کفر کا کلمہ کہتا ہے سامع اُسے سنتا ہے اور جوش طرب میں آکر رقص کرتا ہے علماء سیاسی دیکھتے ہیں سنتے ہیں لیکن کہیں اپنے سکوت کہیں اپنی مدہانت اور کہیں اپنے فتاوے سے ایجاد کفر و تکرار کفر پر ترغیب و تحریص دیتے ہیں یہ وہی زمانہ ہے جس کے متعلق مسلم شریف میں روایت موجود ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم یلون فی آخر الزما  
ن دجالون کذابون یا تو نکم من الاحادیث  
حضرت ابی ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانے میں جھوٹے دجال ہوں گے جیسے کہ تم نے کبھی سنا ہے

بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا انْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ      نہ تمہارے باپ کے کان آشنا ہوئے ہوں گے اپنی کو  
 فَايَاكُمْ وَايَا هُمْ لَا يَصْلُوكُمْ      اُن سے اور اُن کو اپنے سے بچانا خبردار وہ تمہیں گمراہ  
 وَلَا يَفْتَنُوكُمْ      نہ کرنے پائیں اور نہ تمہیں فتنہ میں ڈالیں۔

ہر زمانہ میں ایک ذرہ ایمان کا باقی ہے وہ دیکھ لے کہ یہ زمانہ وہی زمانہ ہے یا  
 نہیں۔ یہ لوہندوں کے متعلق جس قدر احادیث و آیات قرآنیہ آج پیش کی جا رہی ہیں اس  
 صدیوں کے کان کبھی آشنا ہوئے تھے تاریخ کی کتابیں موجود ہیں ہمیں بتاؤ کہ کس عہد میں  
 ہندوؤں کو مسلمانوں نے اپنا رہبر بنایا تھا مسلمانوں نے ہندوستان پر سات سو برس تک  
 فرماں روائی دجاں بانی کی ہے ہزاروں علماء اس خاک ہند سے پیدا ہوئے لیکن اس کا  
 پتہ بتاؤ کہ کس صدی کو علماء نے کفار ہند کو اہل کتاب قرار دیا رام لھمن پر پھولوں کا تاج  
 مسلمانوں نے کس زمانے میں رکھا آج سے پیشتر جس قدر علماء کرام گزرے اُن کی تصانیف  
 یا اُن کے حالات زندگی میں کہیں بس کا سراغ ملتا ہے اس طرح ہند پرستی تو اسی صدی  
 کے مدعیان علم کے لئے مخصوص تھی تاکہ مخبر صادق کا ایک ایک حرف صحیح ہو جائے۔

**نبوت و سلطنت کا فرق** ابرہہ مال اس بحث کو چھوڑنے کا حاصل ممالک کی طرف لے کر ایک مسئول بادشاہ  
 ایک نبرد آزما فاتح یا ایک صاحب علم و فن ان سب کی حکومت دنیا کے لئے موجب ہلاکت  
 و بربادی ہے اس لئے کہ ان سب کا نصب العین انسان کے جذبات و قوائے دماغیہ کا  
 اپنی تحقیقات و اختراعات یا اپنے اختیارات و قدرتوں میں جذب کر لینا ہے لیکن نبوت  
 و رسالت کا نصب العین انسان کو ہر طرح کی غلامی سے آزاد کرنا تو انہیں انسانی کی بندش  
 سے رہا کرنا اور تقرب الی اللہ کا راستہ بتانا ہوتا ہے اللہ کے بندوں پر اللہ ہی کی حکومت  
 ہوتی ہے اس کے خلق کئے ہوئے اعضاء تو اسی کے فرمان کے بموجب حرکت کرتے ہیں

نشوونما پاتے ہیں خلاصہ یہ کہ انسان پر اس کے خالق کی حکومت ہوتی ہے نہ کہ خود انسان ہی کی۔ قانون الہی یعنی کتاب آسمانی جو پیغمبر اپنے رب العالمین کی طرف سے لاتا ہے اس کا نشر و تبلیغ اور اسی کے ماتحت انسان کے سارے شعبائے زندگی کی تعلیم اسی کا مقصد ہوتا ہے قوانین الہیہ کی حکومت اور اس کے ماتحت زندگی بسر کرنے میں کوئی فرق نہیں ہوتا شخص خواہ مفلس ہو یا سلطان ذی جاہ بدوی ہو یا متمدن جاہل ہو یا علامہ امر الہی کی حکومت سب پر یکساں ہوتی ہے ہر ایک مسلمان اس واقعہ سے آگاہ ہے کہ فاروق اعظم جیسا جلیل الشان خلیفہ جب کہ ایک مجمع عام میں جمعہ کے روز خطبہ کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے اسمعوا واطیعوا مسلمانوں سنو اور کہا مانو تو ایک شخص کھڑا ہو کر بیدھڑک کہہ دیتا ہے لا اسمع ولا اطیع نہ میں سنوں گا نہ کہا مانوں گا سوال ہوتا ہے کہ اس اعراض کی علت کیا جواب ملتا ہے کہ تقسیم کے وقت جو حد تھا سے حصہ میں آیا تھا وہ عبا کے لئے ناکافی تھا تم نے اپنی عبا کہاں سے پوری کی فاروق اعظم کے بیٹے کھڑے ہو کر گواہی دیتے ہیں کہ میں نے اپنا حصہ باپ کی نذر کر دیا تھا اس شہادت کے بعد معاملہ طر ہو جاتا ہے اور معترض مطمئن ہو کر یہ کہتا ہوا بیٹھ جاتا ہے اور ان کا اسم واطیع اب سنوں گا اور کہا مانوں گا اسی روایت سے قانون الہی اور قانون شاہی کا فرق تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا لیکن مزید اطمینان کے لئے ایک اور واقعہ یاد کرو فاروق اعظم کے ایک بیٹے پر ایسی خطا ثابت ہوتی ہے جس سے تعزیر شرعی ان پر لازم آتی تھی فاروق اعظم مجرم استماع جرم مکان تشریف لے جاتے ہیں بیٹے کو دسترخوان پر سے اٹھا کر کٹاں کٹاں مجمع عام میں لاتے ہیں حد شرعی جاری ہوتی ہے ہنوز ضرب تازیانہ کی تعداد پوری نہیں ہوئی ہے جو بیٹا پاپس سے بیتاب ہو کر پانی مانگتا ہے باپ اور بیٹے کی گفتگو حدیث کے

الفاظ میں سنئے۔

حتیٰ بلغ سبعین فقال یا ابتِ  
استقنی شربۃً من ماء فقال یا نبیَّ  
ان کان ربک یطهرک یتقیک  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم شربۃ  
لا نظماً بعدہا ابدًا یا غلام  
اضربہ ۛ

جب ستر کوڑے مارے جا چکے تو بیٹے نے کہا  
اے باپ تمہوڑا پانی پلا دیجے فاروق اعظم نے فرمایا  
اے بیٹا اگر خدا نے تجھے گناہ سے پاک فرما دیا تو  
جنت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے تجھے ایسا  
جام پڑائیں گے کہ جس کے بعد تو کبھی پیسا نہو گا یہ جو آب  
دے کر غلام کو حکم دیا کہ ہاں کوڑے کی ضرب پوری کرو۔

جب بیٹے کی حالت بت ہی زار ہو گئی تو اس وقت باپ بیٹے میں جو وداعی  
گفتگو ہوئی برآسے ہی سنئے۔

حتیٰ بلغ ثمانین فقال یا ابتِ  
السلام علیک  
فقال وعلیک السلام ان رایت  
محمدًا فاقرا منی السلام وقل له  
خلفت عمر یقیر القرآن و یقیم الحدو  
یا غلام اضربہ ۛ

جب انہی کوڑے پڑ چکے تو بیٹے نے کہا کہ اے  
باپ السلام علیک رخصت ہوتا ہوں۔  
فاروق اعظم نے فرمایا وعلیک السلام اے بیٹے اگر  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قدمبوسی نصیب ہو تو عرض کرنا کہ  
آپ نے عمر کو چھوڑا وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور حدو  
شرعیہ کو قائم کرتا ہے اس کے بعد غلام کو حکم دیا کہ  
ہاں عدد پورا کیا جائے۔

پہلے واقعہ میں خود ذات امیر المومنین پر اصتاب بھرے مجمع میں کیا گیا ہوا عرض  
ایسا خفیف ہے کہ امیر المومنین کی ذات اور شان کو دیکھتے ہوئے حیرت ہوتی ہے کہ ایسی  
ضعیف جرح کی حاجت ہی کیا تھی رعب شاہی اور داب جہاں داری لیے معترض کو



گردن زدنی بتائے گا لیکن درگاہ نبوت کا تعلیم یافتہ ہیں یہ جس بھی نہیں ہوتا سنا  
خطبہ موقوف کر دیتا ہے اور مدعا علیہ کی حیثیت سے صفائی کا گواہ جب پیش کر لیتا ہے  
اور معترض مطمئن بھی ہو جاتا ہے تب خطبہ شروع کرتا ہے پھر یہ بھی دیکھو کہ آئندہ زندگی  
میں بھی کہیں اس کا گلہ اور شکوہ نہیں آتا۔

دوسرا واقعہ حکم انہی کی ہمہ گیری کی ایک عجیب مثال ہے امیر المومنین ہی اگر چاہتا  
بیٹے کے لئے کوئی سبب پیدا کر دیتا لیکن نہیں جذبہ اعتبار کی یہ شدت ہے کہ مجرم کو  
پانی دینے کی بھی رعایت گوارا نہیں ذرہ نظر بلند کیجئے اور خود رسول خدا صلی اللہ علیہ  
وسلم کے واقعات زندگی کو دیکھئے بیشمار مثالیں اس کی تمہیں ملیں گی جس سے فرق ملے گا  
اور نبی کا روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا محض تبرکاً و تینٹا میں دو واقعوں پر اکتفا  
کرتا ہوں جنگ بدر کا موقع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کی صف ہما  
فی سبیل اللہ کے لئے آراستہ فرما رہے ہیں سواد بن غزیہ صف سے آگے نکلے ہوئے ہیں  
ان کے پیٹ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر کی لکڑی سے چوکا دے کر فرمایا کہ صف میں  
داخل ہو سواد عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ مجھے آپ نے تکلیف پہنچائی اس کا عوض  
دیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے شکم مبارک سے اٹھا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں  
کہ ہاں عوض لے لو سواد شکم مبارک کو بوسہ دیتے ہیں اور جسم اطہر سے لپٹ کر عرض کرتے  
ہیں کہ یا رسول اللہ بے ادبی معاف ہو معرکہ سخت ہے دشمن کی فوج بیکراں پیش نظر ہی  
ہو سکتا ہے کہ میرا رب مجھے مرتبہ شہادت عطا فرمائے تو اس کے جناب میں ایسا جسم لے کر پہنچا  
جو اس کے جیب کے جسم سے مس ہوا ہی اسی کی برکت سے رحمت و مغفرت کی امید ہے  
کیا ایک سپاہی اپنے بادشاہ سے محض عام میں ایسا کئے کی مجال رکھتا ہے کیا ایک

بادشاہ اس طرح حق العباد ادا کرنے پر اس خندہ پیشانی کے ساتھ آمادہ ہو سکتا ہی کبھی نہیں اور ہرگز نہیں۔

دو سر ادا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ آخری وعظ ہے جو اپنے مرض وفاق میں ارشاد فرمایا ضعف کا استیلا ہے سر میں درد اس شدت کا ہے کہ پٹی سے سر مبارک باندھ دیا گیا ہے اسی حالت میں مسجد نبوی میں تشریف لاکر ممبر کو زینت و سعادت دی جاتی اُمت اپنے پیغمبر کی آخری وصیت سننے کے لئے جوق در جوق جمع ہو رہی تھی جب مسلمان جمع ہو کر ہمہ تن گوش ہو جاتے ہیں اس وقت ارشاد ہوتا ہے کہ اگر میں نے کسی کو مارا ہو تو آج وہ شخص اپنا عوض لے لے اگر کسی کو گالی دی ہو تو وہ بھی اپنا عوض پورا کرے اگر کسی کا قرض ہو تو وہ اپنا مطالبہ پیش کرے حاضرین میں سے ایک شخص تین درہم کا مدعی ہوتا ہے جو علی الفور ادا کیا جاتا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ پیغمبر کا حقوق العباد کے متعلق اس طرح کتنا محض زبانی نہ تھا بلکہ عملاً اسے کر کے دکھا دینا تھا کہ جن احکام الہی کو اُمت تک پہنچایا گیا ہے خود پیغمبر کی زندگی انہیں احکام کی کس قدر تابع و مطیع ہے صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و صحابہ و بارک وسلم دل چاہتا تھا کہ اس بحث کو ادر کھول کر بیان کرتا اپنے آقا اپنے مولیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات لکھنے کی سعادت حاصل کرتا لیکن اس وقت چوں کہ کفار و مشرکین سے موالات کرنے والوں کی ہدایت منظور ہے اس لئے اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور لیڈران قوم سے نہایت عاجزانہ التماس کرتا ہوں کہ ایک سیاست اصلاً ہے اور ایک سیاست یورپ دونوں میں فرق آسمان و زمین کا ہے سیاست اسلامی عین دین و مذہب ہے اور سیاست یورپ سرتاسر کید و جمل۔

عود الی المقصود ہو سکتا ہے کہ تمہاری تحریک نان کو آپریشن اصول یورپ کے موافق تمہیں کامیابی کا یقین دلاتی ہو لیکن یہ کیا ستم ہے کہ تم اسے تعلیم دینی و مذہبی قرار دے کر سیاست اسلامی کو داغدار بنا رہے ہو ملک گیر اور داعی الی اللہ کا فرق مٹا رہے ہو وہ اصول جسے ایک ملک گیر اپنے دشمن و مقابل کے حق میں روار کھتا ہے تم اسے تعلیم قرآن قرار دیتے ہو۔

فیصل کی یہی عابز انہ التماس ہے کہ مسائل کی صورت مسخ نہ کیجئے شریعت کو یورپ کی پالیسی کا مرادف قرار دے کر اپنے ہاتھوں کا کھلونا نہ بنائیے جو کچھ تمہیں کرنا ہو اس کو شوق سے کرو روکنے والا کون ہے لیکن خدا کے لئے دین اسلام کو ذبح نہ کرو اپنے عروج اور چند روزہ عزت و وجاہت کے لئے قرآن و حدیث میں تحریف نہ کرو اسلامی مسائل کو اپنے حرص و آرزو کا شکار نہ بناؤ۔

جنگ بدر اور فتح مکہ کے واقعات گزر چکے خلافت فاروقی اور عہد نبوت کے بعض حالات بھی پیش کئے جا چکے اس پر بھی اگر تمہیں بادشاہت و نبوت میں فرق نہ معلوم ہو اور نان کو آپریشن و ترک موالات میں تم تمیز نہ کر سکو تو پھر تمہارے ایمان پر انا للہ وانا الیہ راجعون تلاوت کرنا چاہیے۔

دوستوں کے واسطے اپنی جانوں پر رحم کرو اپنے اعمال قبیحہ اذوال کفریہ اور تحریف مسائل شرعیہ سے توبہ کرو ایمان کی حقیقت سمجھو اور اس کی قدر پہچانو خدمت اسلام کا خدام اسلام سے طریقہ سیکھو مشرکانہی اور ان کے ہنود پارٹی کا جام و لاکب تک پیتے رہو گے دنیا چند ست آفرکار با خداوند ست۔

ایک اور شبہ کا ازالہ | اس جگہ ایک یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ تحریکات جب کہ تحت احکام شرعیہ نہیں اور وہ امور جنہیں ترک موالات کہا جاتا ہے وہ ہرگز داخل موالات نہیں تو پھر آخر اس کی

کیا وجہ جو یہ تحریک عالم گیر ہو رہی ہے۔

اس شبہ کو دو جواب ہیں ایک کو محل اور دوسرے کو کسی قدر مفصل بیان کرتا ہوں پہلا محل جواب تو یہ ہے کہ اس تحریک میں حکومت و بادشاہت کی پاشنی دی گئی ہے مسلمانوں کو دینی زندگی اور اسلامی اخلاق سے بیگانہ و شنی اور دنیا طلبی میں غلو و اسناک تو تھا ہی اس پر جو حکومت کا سبز باغ لیڈروں نے دیکھا یا تو سب کے سب اس طرف ٹوٹ پڑے چھوڑوں کو بڑوں پر جاہلوں کو عالموں پر فساق کو پرہیزگاروں پر مُنہ آنے اور گالیاں دینے کا ایسا موقع کب ملا تھا خود بینی و خود راہی اور سراج کی دلکشی ہے جس نے اس تحریک کو عالم گیر بنا رکھا ہے اس وقت اس سے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خود حکومت ہند نے اپنے انداز حکمرانی سے ہندوستانیوں میں ایسا مادہ پیدا کر دیا ہے کہ ایک ادنیٰ اشارہ انہیں برا سمجھنے کو دینے کے لئے کفایت کرتا ہے تفصیل اس کی یہ ہے۔

حکومت کے عام گلو [حکومت کے لئے جہاں سیاست کا جز بہت ضروری ہے وہاں عدالت کا عنصر اس میں زیادہ اہم و ضروری ہے شہ کے بعد سے جس طرح کہ حکام ہندوستان میں آتے رہتے رہتے ان کی طرز عملداری میں سیاست کا جز اس قدر غالب ہوتا گیا کہ رفتہ رفتہ عدالت کا عنصر معدوم ہو گیا ہندوستانی آخر انسان تھے جب ضبط کا پارا نہ رہا تو ان سے فریاد کی آوازیں بلند ہونے لگیں اسی بزم فغاں کا نام کانگریس پنڈال ہے۔

فغان عدالت کی توضیح اس سے ہوتی ہے کہ ہندوستان کی آبادی اگر تقسیم کی جائے تو بہت شمار بعض پانچ قسموں پر منقسم ہوگی تعلیم یافتہ ملازم پیشہ مزدور پیشہ زمیندار اور کاشتکار تعلیم پانے والوں کو یہ شکایت رہی کہ طریقہ تعلیم نصاب تعلیم اور معیار امتحان ایسا تباہ کن ہے

کہ یونیورسٹی سند فراغ جب ایک ہاتھ میں دیتی ہے تو اسی کے ساتھ صحت جسمانی و دماغی بھی الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے رخصت ہو جاتی ہے دولت کا ایک کثیر حصہ عمر کا بیش بہا زمانہ تعلیم کی نذر ہو جاتا ہے اور پھر بھی قابلیت و استعداد سے ذہن نا آشنا و بیگانہ ہی رہتا ہے طرفگی یہ کہ ان نقائص و شدائد کے ساتھ عمر کی پابندی ایک بلا انگیز بندوبست ہے سولہ برس سے کم عمر والا میٹرک میں شریک نہو اور جس کی عمر پچیس برس سے متجاوز ہو جائے وہ صنعتی ملازمت کی امید نہ رکھے تعلیم کا ایسا طریقہ رکھا گیا کہ بجز دفاتر کی محزری اور پیشی کے کسی اور کام کا حلیقہ ہی نہ آیا۔

امتحانات کی سختی کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ سینٹ ہال الہ آباد میں طالب علم داخل ہوتا ہے پرچہ سوال کا ہاتھ میں لیتا ہے محنت گتہ دماغ پر ایسا زور پڑتا ہے کہ دفعہ پاگل ہو جاتا ہے اسی دیوانگی میں دو تین روز زندہ رہ کر مر جاتا ہے اس طرح کا واقعہ مکرر ہوتا ہے لیکن یونیورسٹی کا نظام و خوشنوا دیوتا رحم کی طرف مائل ہونا نہیں جاتا وہ طلبہ جو اپنی آنکھوں کو روٹیٹھے یا وہ انگریزی خواں جن کا پھیپھڑا زخمی ہو گیا یا جنہیں ضعف معدے نے گوشہ گنہامی و ناکامی میں بٹھا دیا ان کا وجود شہر کے ہر محلہ میں موجود ہے تعلیم سچی رکھنے والے چلاتے ہیں لیکن ان کی آواز کی شنوائی نہیں ہوتی۔

نہ نصاب تعلیم ایسا رکھا جاتا ہے جس کا پڑھنا اور یاد کرنا سہل ہو نہ طریقہ تعلیم میں وہ شان پیدا کی جاتی ہے جس سے طالب العلم میں صحیح استعداد و قابلیت پیدا ہو نہ نوعیت امتحان میں تغیر آتا ہے جس سے ہندوستانیوں کی صحت کو اماں نصیب ہو یونیورسٹیوں کا جب یہ بیدار ہو تو پھر تعلیم یافتہ جماعت گلہ سے کیوں لبریز نہو (۲) پچیس برس کے اندر جس خوش نصیب نے یونیورسٹی کے دست تطاؤل سے فراغت پائی تو اس نے ملازمت کی سلسلہ عینانی شروع

کی رہی مہستی خاک میں ملاتے ہوئے جب کسی عہدہ کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تو اس حالت میں گزر کرنے لگے کہ نہ پیٹ بھر کھانا نہ راحت رساں لباس تنخواہ ماہ بہ ماہ ملتی ہے لیکن باوجود انتظام میں روز سے زیادہ کفایت نہیں کرتی اس پر کام کا یہ عالم کہ باوجود اس کے کہ سارا دن کچہری میں صرف ہوا پھر بھی شام کے وقت بستہ دبا کر گھر پہنچے فہت و راحت کے عوض چراغ کے سامنے دیدہ ریزی و دماغ سوزی ہو رہی ہے یہ واقعہ ہے کہ دو آدمیوں کا کام ایک کو انجام دینا پڑتا ہے اور ایک کی تنخواہ دو آدمیوں کو ملتی ہے رشوت ستانی اور عامی اخلاق کی ہی تنگدستی بنیاد ہے اسی کے ساتھ اس قدر اور شامل کر لیجئے کہ اعلیٰ عہدہ و منصب اور ایسے امتحانات کی سندیں جن سے اعلیٰ عہدہ کا استحقاق ہو ہندوستان اور ہندوستانیوں کے لئے ممنوع رہا انصاف شرط ہے کہ ایسی صورت میں ملازم پیشہ اپنے سینہ میں وسعت کہاں سے لائے۔

(۱۹۵۰ء) زمینداروں کا یہ حال ہے کہ قانون کی بندش میں ایسے جکڑ دیئے گئے ہیں کہ کاشتکاروں سے کچھ بول نہیں سکتے رعایا ہی کہ سر پر چڑھی آتی ہے اس پر تحصیلدار اور نائب تحصیلدار کا دورہ اور بھی زمینداروں کو پیسے ڈالتا ہے جہاں تحصیل کا دستور نہیں بلکہ بندوبست دوام ہے وہاں سرے بھیج کر زمینداروں کو نشتہ و شکستہ کر دیا گیا۔

قانون ایسے پرچ بنائے کہ کاشتکار زمیندار سے اور زمیندار کاشتکار سے برابر گھٹتا رہے کپڑوں کی ساری رونق زمینداروں اور کاشتکاروں کے تنازعات کی بدولت ہر اسی تنازع کا نتیجہ ہے کہ نہ کاشتکار راحت ورفاہیت کی زندگی بسر کرتا ہے نہ زمیندار زمین سے بیٹھنے پاتا ہے اس بے چینی اور بد مزہ زندگی نے زمیندار اور کاشتکار دونوں کو بد دل بنا رکھا ہے۔

علاوہ ازیں روزمرہ کے معاملات میں ہندوستانیوں سے ایسا ذلیل و خوار برتاؤ کیا جاتا ہے کہ جذبہ غیرت جل کر خاک سیاہ ہو جاتا وہ اجتماع جس کی غایت ہم نوالہ و ہم پالہ ہونا ہے اُس میں بھی تلخی و خشکی ایسی ہوتی کہ لقمہ گلو گیر ہو جاتا ریل کا سفر جس میں ہر ایک مسافر کی حیثیت مساویا نہ ہوتی ہے وہاں بھی تفضیح و توہین کا عمل بکثرت پیش آیا کیا نرض رعب و اب قائم رکھنے کے لئے اس افراط سے کام لیا گیا کیسیو یلین کی ہر ادا اس کا مبلغ درس دیتی تھی کہ تم جب ہندوستانی ہو تو پھر تمہیں قالب بجان ہو کر میری غلامی کرنے زندہ رہنا چاہیے یہ تسلیم کہ تم نے یونیورسٹی کی سند حاصل کر لی انکلینڈ بھی ہو آڈیو سٹری کی سائٹفلکٹ و دیگر علی سندیں بھی یورپ کی یونیورسٹیوں سے حاصل کر لیں لیکن آخر ہو تو ہندوستانی لہذا اپنے احساسات و حیات کا ہمارے سامنے نام لینا بزم عظیم سمجھو والیان ملک کے ساتھ قطع نظر دیگر حالات صرف ریزیڈنٹ صاحبوں کے غیرت سوز و تھا ہی ہر خوشگواہی کے منقطع کر دینے کے لئے کافی تھے یہ حالات و واقعات ایسے نہ تھے جو عام بے چینی پیدا کے بغیر رہ سکتے۔ جب ضبط کا پارا نہ رہا تو کانگریس میں رزولوشن پاس ہونے لگے اور ہندو اخبارات اُس کی تائید و نشر میں معین و مددگار ہوئے اگرچہ چشم نمائی کا سلسلہ مسلسل جاری رہا لیکن کانگریس کی الاپ بڑھتی ہی گئی واقعہ پنجاب سے نسبت یہاں تک پہنچی کہ سر نہیں یا سر وہی نہیں۔

مسلمانوں کا مخصوص گلہ [انذکرہ بالا] شکایتیں ایسی تھیں کہ جن میں ہندو اور مسلم دونوں قومیں بحیثیت مساوی فریاد دی و ماتمی تھیں لیکن مسلمانوں کی افسردگی کے وجوہ کچھ ان سے ماوراء بھی ہیں۔ (۱) ہندوؤں نے کانگریس قائم کی گورنمنٹ کا منشا اس کے خلاف تھا مسلمانوں نے گورنمنٹ کا ساتھ دیا اور نہایت زور و قوت سے کانگریس کی مخالفت کی جس کا یہ اثر تھا کہ

کانگریس کا پنڈال ہمیشہ مسلمانوں سے خالی دکھائی دیا۔

(۲) گورنمنٹ نے تحفظ ہندو غیرہ کے نام سے جس قدر قانون وضع کئے ہندوؤں نے مخالفت کی مسلمانوں نے گورنمنٹ کی تائید میں اپنی آوازیں بلند کیں عام مسلمانوں کو سمجھایا کہ قانون کی سختی سے وہ ڈرے جس کے دل میں چور ہو تم خاموشی سے اپنے کام میں لگے رہو آں را کہ حساب پاک ست از محاسبہ چہ پاک۔

(۳) گورنمنٹ نے قانون مطابح پاس کیا ہندوؤں نے مخالفت کی مسلمانوں نے یہاں بھی تائید ہی کی لیکن ان سارے موافقات و تائیدات کا صلہ یہ تھا کہ اخبارات ان کو بند ہوئے مدیران کے قید ہوئے ضمانتیں ان کی ضبط کی گئیں حقوق ملکی میں یہ پس پشت ڈالے گئے (۴) ان سب بڑھکر مسجد کا پنور کا واقعہ ہے جس میں مسلمانوں کی مذہبی توہین کی گئی مسٹن صاحب اپنے نام سے ایک شرک بنا نا چاہتے ہیں اُس کے دست و استوا کے لئے مسلمانوں کی مسجد شہید کر دی جاتی ہے۔

مسلمانان ہند نے اپنی فریاد لندن تک پہنچائی لیکن مسٹن صاحب کی ضد کچھ ایسی نہ تھی جو مسلمانوں کی فریاد کی شنوائی ہوتی یہ معاملہ کس قوم کے ساتھ ہوا اور اس نے کیا اثر پیدا کیا اس کے لئے صفحات تاریخ میں سے اس واقعہ کو پڑھ لیجئے۔

جامع مسجد دمشق سے متصل ایک گرجا تھا جس کا نام یوحنا کا گرجا تھا امیر معاویہ کے زمانہ میں یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ گرجا مسجد میں شامل کر لیا جائے دربار خلافت نے عیسائیوں کو طلب کیا وہ دینی پر راضی نہ ہوئے ضرورت طوی رکھی گئی۔

عبدالملک بن مروان نے اُس ضرورت کو اپنے عہد میں پورا کرنا چاہا اور خواست کے ساتھ رقم کثیر بھی ان کے سامنے پیش کی لیکن عیسائی پھر بھی راضی نہ ہوئے ضرورت



ملتوی کر دی گئی۔

اب زمانہ ولید کا آیا اس نے بھی زرخیز پیش کیا اور گرجا عیسائیوں سے طلب کیا لیکن وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے ولید نے غصہ میں جھلا کر کہا کہ اگر بزورے لوں تو کیا کرو عیسائی بولے کہ جو شخص گرجا توڑتا ہے وہ پاگل یا کوڑھی ہو جاتا ہے اب ولید کا غصہ بھڑکا خیال گزرا کہ کہیں لوگوں میں یہ وہم عقیدہ کا مرتبہ نہ حاصل کر لے خود ہی ولید نے کڈال لے کر گرجا کی دیوار ڈھانی شروع کر دی عیسائی اپنا سامنہ لے کر رہ گئے اور گرجا شامل مسجد ہو گیا۔

جب زمانہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا آیا عیسائیوں نے استغاثہ دائر کیا کہ ہمارا گرجا زبردستی چھین کر شامل مسجد کر دیا گیا ہے تحقیقات ہوئی واقعہ صحیح ثابت ہوا حکم ہوا کہ اس حصہ مسجد کا توڑ کر عیسائیوں کے حوالہ کر دیا جائے۔

مسلمان بیتاب ہوئے کہ جس زمین پر برسوں اذان پجاری نمازیں پڑھیں اب وہ پھر گرجا ہوئی جاتی ہے لیکن بیتاب ہو کر کیا کر سکتے تھے جب کہ امیر المومنین کا حکم نافذ ہو چکا تھا آخر انھیں عیسائیوں کی خوشامدیں کہیں اور غوطہ کے گل گریے جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھے وہ سب عیسائیوں کو دیدیئے تب عیسائی راضی ہوئے اور مسجد قائم رہی۔

مسلمانوں نے گرجا لے کر اپنی مسجد وسیع و مستوی بنائی تھی عیسائی معبد کو اسلامی مسجد کر لیا تھا اس سے زمین کی صفائی اور پاکی میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں آتا تھا مگر صرف اس خیال سے کہ عیسائیوں پر زبردستی نہ ہونے پائے دو بادشاہوں نے اپنی خواہشگاری طلب کا رائیگاں ہونا پسند کیا لیکن عیسائیوں کی دل آزاری روانہ رکھی ولید نے بیشک قبضہ کر لیا لیکن یہ نتیجہ ان کے سوا کلام کا تھا جس سے اعتقاد کا خطرہ تھا لیکن جب زمانہ عمر بن عبدالعزیز کا آیا تو نہایت فیاضی سے عیسائیوں کے حق میں فیصلہ صادر کیا گیا مسن اور ان کے حامی

اس واقعہ کی طرف نظر کریں اور دیکھیں کہ وہ قوم جس کی مسجد شہید کی جاتی ہے اُس نے اپنے ایام سلطنت میں عیسائیوں کے ساتھ کیا کیا تھا اور آج اُس کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے کسی وقت مسلمانوں کی قوم بھی طاقت و قوت رکھتی تھی ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ سارا یورپ اُس کے چشم دابرو کے اشارہ پر چلنے کے لئے کمر بستہ و آمادہ تھا بہت بڑی عیسائیوں کی آبادی مسلمانوں کی رعایا بن کر صدیوں تک زندگی بسر کرتی رہی ہے آج اُس قوم کے بے شمار احسانوں کا اگر عوض آپ ادا نہیں کر سکتے تو کم از کم اُسے تختہ مشق ستم توڑ بنائیے۔

بیشک مسٹن روڈ بن کر تیار ہو گئی اور مسٹن صاحب کو اس کی خوشی بھی ہوئی کہ اُن کے نام کی ایک سڑک یادگار رہی لیکن یہ یاد رہے کہ اس سڑک کا نام جب تک باقی ہے شہید مسجد ہر اُس سڑک کے گزرنے والے کو آپ کی بیداد اور اپنی منگولیت و شہادت یاد دلاتی رہے گی۔

حیف صد حیف سڑک کی وسعت دیکھی گئی لیکن مسلمانوں کی تنگ دلی کا لحاظ نہ کیا گیا سو سڑکیں تنگ ہوں لیکن رعایا کا دل جب کشادہ ہے تو کیا مضائقہ۔

سڑک پیچ پیچ غم درختم ہو کر رعایا کے قلوب و روابط راست و مستقیم ہوں تو لطف حکومت و فرماں روائی ہے آپ نے سڑک بیدھی بنائی لیکن قلوب منحرف ہو گئے آپ نے سڑک میں وسعت پیدا کی لیکن قلوب تنگ ہو گئے۔

اس واقعہ نے مسلمانوں کو بت ہی بایوس کر دیا تھا لیکن پھر بھی ضبط و تحمل سے کام لیتے رہے فتنہ و فساد مسلمانوں کی سرشت نہیں اس لئے خون کا گھونٹ پی کر رہ گئے اگرچہ مسلمانوں کے لیڈر جو معاملہ مسجد کان پور میں سرگرم کار تھے کسی مخفی دلدنوا اثر سے متاثر ہو کر انہوں نے ایک مخالطہ آمیز صورت بنام مخلص ایسی پیش کر دی کہ عوام یہ سمجھے کہ مسجد کا حصہ محفوظ

رہ گیا اور سٹن صاحب کی ضد پوری ہو گئی۔

قیدی رہا کر دیئے گئے اور اس مسرت میں بڑی شاندار گارڈن پارٹی مسلمانوں کی طرف سے آراستہ کی گئی عالم صاحب فتوے دے کر انگریزوں کے منظور نظر ہوئے اور جنٹلمین صاحب اسی ہزار کی تھیلی لے کر کامیاب واپس ہو گئے افسوس اس کا ہے کہ عالم صاحب کو بجز ایک نگاہ شاباش مسٹن صاحب کی جناب سے اور کچھ نصیب نہوا لیکن اصل حقیقت کب تک چھپی رہتی آڑے مسلمانوں پر کھل کر رہی۔

(۵) افسردہ و پڑمردہ کر دینے والے واقعات ہندوستان میں ہو رہی تھے جو خلافت کے متعلق لائڈ جارج وزیر انگلستان نے اپنا فیصلہ شائع کیا اس فیصلہ نے کھلے لفظوں میں یہ بتا دیا کہ نہ صرف ہندوستان کے مسلمان بلکہ پوری قوم مسلم خواہ وہ کسی سرزمین میں بستی ہو وزیر انگلستان کے خیال میں ایک سر دلاش ہی جسے بیوند خاک کر دینا چاہتے ہیں مسئلہ خلافت مسلمانوں کی بیٹائی کی سب سے زیادہ قوی علت ان کی یہی نہی ذمہ داری ہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اختصار کے ساتھ اس کی کچھ تفصیل کر دی جائے تاکہ عالم اسلامی کے نہ مٹنے والے اضطراب کی حقیقی علت معلوم ہو جائے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات کو حق سبحانہ نے خاتم النبیین فرما کر ہمیشہ کے لئے نبوۃ کا دروازہ بند فرما دیا اب مجال قطعی ہے کہ کوئی دوسرا نبی یا رسول ہو ہی طرح شریعت محمدی کو خاتم الشرائع اور ہر پہلو سے کامل و تمام فرما کر اس سے آگاہ کر دیا کہ قیامت تک یہی شریعت قائم رہے گی کسی نئی شریعت کا نزول نہوگا۔

پس ایک ایسی شریعت جسے قیامت تک دنیا میں قائم رکھنا تھا اس کے لئے اس کی ضرورت تھی کہ اس خاکدان عالم میں جہاں فرزند آدم بستے ہیں نہ کہ ملک و فرشتہ

اس کی حفاظت اس طرح کی جائے کہ مذہب کا بازو سیاست سے قوی کر دیا جائے۔  
یہ ایک حقیقت واقعی ہے کہ جو مذہب اپنی حفاظت نہیں کر سکتا یا اپنی مامون زندگی  
کے لئے طاقت روا نہیں رکھتا اس کا وجود محالات عادیہ میں سے ہے ایسا مذہب فلسفہ  
خیال سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتا۔ وہ ہاتھ جس میں اخلاق حسنہ کی کتاب ہو محفوظ و فائدہ  
اسی وقت ہوگا جب کہ دوسرے ہاتھ میں خوشچکان شمشیر بھی نظر آرہی ہو مذہب اسلام  
پاکیزہ سے پاکیزہ تر اخلاق کی ہیں تعلیم بھی دیتا ہے اور پھر ارتکاب جرائم پر حد و تہذیب  
سے سدباب عصیاں بھی کرتا ہے اس کی تبلیغ کے بہن دیار سیف و سان مہینہ و میرہ  
بن کر حمایت و حفاظت میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں قلب سلیم کے لئے تذکیر و مواعظت ہے  
اور مفیدین و اعدا کے لئے تیغ جوہر دارہ

اَلْکَمِیْکُوْنِیْدُ اَنْ یُّسْتَرْزَحْنَ

یا رما ایں دار دو آں نینرہم

اسلام کے محفوظ و مامون رہنے کے لئے تین اصول قرار دیئے گئے پہلا اصل  
یہ تھا کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز ہونا چاہیے دوسرا اصل یہ تھا کہ مرکزی مقام کا ایک امیر  
ہونا چاہیے تیسرا اصل یہ تھا کہ مرکزی مقام پر ایسی قوت مجتمع رہے کہ کوئی بداندیش  
نظر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی نہ کرے۔

حرمین شریفین یعنی مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً مرکز اسلام قرار  
پائے بزیر قوال عرب کے شمول سے مرکزی مقام کا استحفاظاً تصرف اختیار سے پورا کر دیا  
گیا ذات مقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام مرکزی کے امیر اور مسلمانوں کے ہر طرح  
کی حاجتوں کا مادا و لجا یا سارے کلمہ گو مسلمان مرکزی مقام اور امیر مرکز کے خادم و صلح

قرار پائے۔

کتبِ احادیث و سیر کے جاننے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ شریعت کی روشنی  
اُسی ذاتِ پاک سے تھی تزکیہ نفس اُسی روح پرور کے انفاسِ قدسیہ سے تھا میدانِ جنگ  
میں وہ سپہ سالار تھا انتظاماتِ ملکی میں ایک بڑا مدبر سلطان تھا نزاعاتِ باہمی و مناقشات  
کے فیصلہ میں ایک بے نظیر حاکمِ عادل تھا۔

غرض کہ مسلمانوں کی کوئی ضرورت و حاجت ایسی نہ تھی جس میں بجز اپنے پیغمبر کے  
کسی اور طرف وہ متوجہ ہوتے جب یہ مجمعِ الانوار عہدِ ختم ہو گیا اور پیغمبر نے اپنی امت سے  
پردہ کیا تو تعلیم گاہِ نبوت کے ارشدِ تلامذہ یعنی خلفاءِ اربعہ کا زمانہِ نبوت بہ نسبت اسی  
جامعیت کے ساتھ امتِ محمدی کی نگہبانی کرتا رہا۔

ہاں جب بنو امیہ کا عہد آیا تو اُس وقت بارگاہِ خلافت میں یہ جامعیت باقی نہ رہی  
معاشرِ خلیفہ کی بارگاہ میں لے جاتا معاہدہ اہل بیت کے آستانوں پر حاضر کرتا تھا اور  
مسائلِ شرعیہ کے لئے محدثین و فقہاء کا حلقہ درس تھا۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خلیفۃ المسلمین کی اطاعت و خدمت اُس وقت  
بھی ائمہ دین و عامہ مسلمین نے اپنے اوپر واجب ہی سمجھی جس وقت کہ بارگاہِ خلافت سے  
جامعیت مٹ چکی تھی اس کے وجوہ و دلائل جسے دیکھنے کا شوق ہو وہ فقیر کا رسالہ البلاغ  
مطالعہ کرے اس مقام پر محض سلسلہ سخنِ قائم کرنے کے لئے اس قدر کہہ دینا ضرور تھا کہ  
وہ شمیرِ اسلامی جس کے سایہ میں بیٹھ کر علماءِ رفقہ و حدیث کا درس دیتے صوفیہ تزکیہ  
نفس و صفائے باطن کی تعلیم فرماتے اُس کا قائم و باقی رکھنا جملہ مسلمانانِ عالم پر  
فرضِ کفایہ ہے۔

سلطنت ترکی اس وقت تک مسلمانان عالم کی طرف سے ان کے سارے فرض جو تحفظ دین سے متعلق تھے ادا کرتی تھی مرکزی مقام جس کی خدمت فرض کفایہ ہے سلطنت ترکی ہی نے اسے اپنے ذمہ لے لیا تھا ساری دنیا اپنے قصر و ایوان باغ و راع کی تعمیر و تزئین میں مصروف تھی لیکن سلطنت عثمانیہ کا تاجدار بیت اللہ و مدینہ الرسول کی خدمت میں مشغول تھا۔

حرمین شریفین کا انتظام ان مقامات کی تحسین و تزئین قنادیل کا روشن کرنا ائمہ و موزنین و مفتیان دین متین کی خدمت حکام سیاسی انتظامی کا تقرر و تنخواہ سب خزانہ سلطانی سے ادا ہوتا رہا غلاف خانہ کعبہ کی تیاری اور اس سنت رسول کے قائم رکھنے کی سعادت اسی کنصیب ہوتی رہی خلیفۃ المسلمین نے اس میں کبھی کوتاہی کی نہ کبھی مسلمانوں کی طرف استمداد کا ہاتھ بڑھایا ان کے مال و دولت کو اس نے انھیں کے لئے چھوڑ دیا تھا جس طرح خدمت حرمین شریفین فرض کفایہ ہے اسی طرح اس کی محافظت بھی فرض کفایہ ہے اس وقت کہ خلافت عثمانیہ کو چھ صدیاں گزر چکی ہیں کوئی بتائے کہ بجز خلیفۃ المسلمین کے کس نے مرکزی مقام کی محافظت میں اپنا خون بیدریغ بہایا ہے خلیفۃ المسلمین نے حفاظت کی خدمت اپنے ذمہ لے کر تمام مسلمانان عالم کو اس فرض سے ایسا سبکدوش کر دیا کہ ان کے لئے راحت رساں مکانات میں عیش کی فرصت تھی لیکن اس کے لئے میدان جنگ تھا اور دشمنوں کا مقابلہ خویش اقرار باہر و احباب زن و فرزند کے اجتماعی معاشرت سے ہم لطف لیتے رہے لیکن وہ خدا کی راہ میں اپنا گلہا کٹا کٹا کر اپنے بچوں کو یتیم بیویوں کو یوہ بناتے نوجوان والدین کو داغ مفارقت دے جاتے ہم راتوں کو ٹنگہ کی نیند سوتے تھے لیکن انھیں توپوں کی گرج اور بندوقوں کی سہناک آوازوں کے ساتھ اعزہ و احباب کے کہنے

اور دم توڑنے کی صدائے سنسنے سے قہقہہ نہ تھی ہم نرم لبترا اور گرم لکاف میں لپٹ کر راحت کے مزے لوٹتے لیکن وہ تھے کہ خاک و خون میں برابر تڑپتے رہے چھ سو برس سے خلافت عثمانیہ مسلمانوں کے گوناگوں خدمات اسلامیہ کی ضامن و کفیل تھی۔

بیادہ فوج کی سپہ سالاری و اہل جہاد کی علم برداری رفاہ و حاج کے کھانے کا انتظام سقایہ حاج کے پانی کی بسیل یہ جملہ امور بارگاہ خلافت ہی سے سرانجام پاتے تھے آج اُس کی ہستی فنا کر دی گئی مسلمانوں کا ایسا محسن مٹا دیا گیا آستانہ نبوت کے خادم کا گلا گھونٹ دیا گیا پھر مسلمان بے چین ہوں تو کیا ہوں۔

کسی کا جگر ٹکڑے کر دیا جائے قلب پاش پاش کر دیا جائے جسم ریزہ ریزہ کر دیا جائے اور پھر اُس سے یہ پوچھا جائے کہ تو تڑپتا کیوں ہے یہ عجیب برحمانہ اور حیرت انگیز طرز کلام ہے فرض کریجئے کہ اس وقت مسلمان بے حیائی اور بیدردی کے مجسمہ بن جائیں اور سب کے سب خاموش و ساکت ہو جائیں تو اس سے صورت واقعہ اور نفسِ مثلہ کیوں کر بدل جائے گا اگر محذور و امثل کو کین وغیرہ گلے پر مل دی جائے اور پھر دوسرے بیہوشی سنگھار کوئی مدہوش کر دیا جائے اس کے بعد اُس کا گلا کاٹ دیا جائے سر تن سے جدا کر دیا جائے تو بیشک مقتول نہ واویلا کرے گا نہ تڑپے گا لیکن اُس کے سر بڑبڑ ہونے سے انکار کیوں کر کیا جائے گا۔

یہ مسئلہ ابھی کہہ چکا ہوں کہ مقامات مقدسہ کی خدمت اور حفاظت دونوں مسلمانوں کے فرض کفایہ ہے جب اُس کا خادم و محافظ نہ رہا تو یہ فرض اب سارے مسلمانان عالم کی گردن پر ہے جب تک وہ اسے انجام نہ دیں گے اس فرض کا مطالبہ برابر ان سے متقاضی رہے گا یہ ہو نہیں سکتا کہ لیت و لعل اور تن آسانی و تن پروری کے اعذار بار بار

پیش کر کے اس فرض سے بیکدوش ہو جائیں۔

یہ مسئلہ بالکل قطعی ہے کہ نصب امام امت پر واجب ہے شرائط امام میں تو البتہ گروہ مسلمین کا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن نصب امام کے واجب ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں رہی قوت دفاعی اُس کا ہمہ وقت موجود رکھنا فرض ہے اس سے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ اسی جگہ ایک اور مسئلہ بھی سمجھ لیجئے خلافت یعنی نیابت نبی جسے امامت کبریٰ کہتے ہیں بعد امام حسن علیہ السلام حضرت عمر بن عبد العزیز میں پائی گئی ان نفوس قدسیہ کے سوا جس قدر خلفا بنو امیہ یا بنو عباس میں گزرے ان میں سے کسی کی بھی خلافت امامت کبریٰ کے معنی میں نہ تھی یہ سب اسلام کے قوت دفاعی تھے انہیں خلیفہ جو کہا جاتا تھا اور ان کی اطاعت جو ضروری سمجھی جاتی تھی وہ محض اسی وجہ سے کہ شمشیر اسلامی کے یہ محافظ تھے اور حریم یقین کے خادم مرکزی مقام کی سیادت اور خدمت و حفاظت ان سے متعلق تھی جب خلفائے عباسیہ کا عہد تمام ہو گیا اور یہ نعمت باسعادت خاندان عثمان میں آئی تو اب مسلمانوں پر ان کی اطاعت واجب ہوئی یہ مسئلہ نہ تو اجتہادی ہے نہ اس میں ظن و احتمالات کی گنجائش ہے بلکہ یہ قطعی و یقینی اور ضروریات دین میں سے ہے کہ مسلمانوں پر حریم شریفین کی خدمت فرض ہے اور ایسی قوت کا قایم رکھنا جو اعدائے اسلام کو ان مقامات مطہرہ سے دفع کر سکے یہ بھی فرض ہے اس سے انکار کرنے والے کا وہی حکم جو فرضیت نماز کے منکر کا حکم ہے خلافت عثمانیہ یعنی امامت کبریٰ نہ تھی لیکن قوت دفاعیہ ہونے میں کسے مجال دم زدن ہے جنگ یورپ نے جب کہ اسلام کی قوت دفاعی کو فنا کر دیا تو اب مسلمانوں پر یہ فرض ہو گیا کہ اُس قوت کو وہ پیدا کریں انگلستان کے وزیر اعظم اور اُس کے حواریوں کو یہ ہرگز بھولنا نہ چاہیے کہ یہ وہ فرض ہے جو ادا ہو کر رہے گا۔



یہ ایسا فرض نہیں جو کسی خاص خطہ پر بسنے والے مسلمانوں ہی کا فرض ہو اور اپنے خود ہی سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر کے یہ تحریک عام عالم اسلامی میں پیدا کر دی کہ جو مسلمان جہاں کہیں بھی رہے اس فرض کے ادا نہ ہونے کے لئے آمادہ ہو جائے۔

رہا انجام مزخواء موجودہ نسل مسلمانوں کی اسے انجام دے یا قیاد مطلق کسی اور قوم کو دائرہ اسلام میں لاکر اس خدمت کی سعادت بخشے یا آئندہ آنے والی نسل اس برکت کی حاصل کرنے والی ہو یہ ایسا فرض نہیں جسے مسلمان بھول جائیں یا ان کا رب انہیں بھولنے دے لائنڈ جارج ایبے دل کا خار ہے اس کی ٹیس اُس وقت تک بیاب رکھے گی جب تک یہ کاٹھا نکل نہ جائے۔

(۶) مسلمانوں کے مذہب نے انہیں یہ بتایا ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرے گا تو یہ ایک ایسا گناہ ہوگا کہ اس سے بڑا گناہ صرف کفر ہی ہے لیکن یہی قتل جب کہ اس وجہ سے عمل میں آئے کہ کسی قوم کا فر کا غلبہ مقصود ہو اور مسلمانوں کے مقبوضات کو محروسات کفار میں شامل کرنا منظور ہو تو یہ نہ صرف گناہ ہے بلکہ کفر ہی ہے۔ ایک مسلمان جب کہ کسی مسلمان کی زمین لیلے یا اُس کے ملک پر فوج کشی کرے تو یہ جرم عظیم ہی لیکن مسلمان سے چھین کر کافر کو متصرف کر دینا نہ صرف ایک مسلمان کی حق تلفی ہے بلکہ حقوق مذہب کا اٹلاف ہے اور اسلام کے تصرف سے نکالنا ہے یہ دین کا ایسا سچا اور کھرا مسئلہ ہے جس کا صریح و بین حکم کلام پاک میں موجود ہے لیکن سلطنت برطانیہ جب کہ خلافت سے برسرِ جنگ ہوئی تو مسلمانوں سے روپیہ قرض کے نام سے لیا انہیں فوج میں بھرتی کیا اور مقامات مطہرہ میں لے جا کر اُس پاک سرزمین کو واجب اللہ کا باشندوں کو جو خلافت کے جاں نثار تھے ان کے ہاتھوں سے قتل کرایا گیا۔

مسلمانان ہند جو مسرتا مرفلاں کے شکار ہو رہے ہیں اگر ان سے روپیہ نہ لیا جاتا اور ان کی جماعت مقناات مقدسہ پر جنگ کے لئے نہ بھی جاتی تو برطانیہ کے فوج و خزانہ میں کیا کمی آجاتی لیکن انھیں مردہ قوم سمجھکر ان سے صریح مذہب کے خلاف تعمیل کرائی گئی یہ اندوہناک غم ہر ذی فہم کے دل پر رہا۔

(۸) سلطنت برطانیہ کے فتح کی خبریں آئیں جشن منانے پر مسلمان بھی مجبور ہوئے بعض ممال سرکاری نے اپنی اظہار کارگزاری کے لئے مسلمانوں کو ایسا مجبور کیا کہ گھی کے چلغے جلائے درگا ہوں پر چادیں پڑھائیں اور روپیہ انھیں مصیبت زدوں سے لیا اخبارات میں یہ واقعات آتے رہتے لیکن کسی افسر اعلیٰ نے یہ نہ پوچھا کہ تم نے کیا کیا اور کیوں کیا۔

رعایا بادشاہ کی خوشی سے خوش ضرور ہوگی بشرطیکہ مذہب تصادم نہوتا ہو بہ خوشی ایسی تھی کہ مسلمانوں کے لئے انتہائی بزم ماتم کا دن تھا رعایا ہونے کی حیثیت سے اگر انھوں نے نالہ و شیون نہیں کیا تو ثبوت وفا داری کے لئے ہی بہت کافی تھا لیکن انھیں عیش و طرب پر مجبور کرنا شاعروں سے قصائد کہنوانا زخمی دلوں پر ناک چھڑکن تھا اہل درد تڑپ کر رہ گئے۔

(۹) یورپ نے اس جنگ کو عرب صلیبی قرار دیا فیصلہ جنگ کرتے ہوئے ترکوں پر ایسے اتہامات و الزامات عائد کئے جس سے سخت توہین مسلمانوں کے مذہب کی گروہ کی ہوتی۔ اس سے مسلمانوں کے دلوں پر ادبھی چوٹ لگی۔

(۱۰) اگر دوران جنگ کے سارے واقعات ایک پلہ میں اور لائڈ جارج کا تلخ جواب بعد مواعید شیریں دوسرے پلہ میں رکھا جائے تو بھی دوسرا پلہ بھاری رہے گا اس حقیقت کو

فراموش کیوں کر کیا جائے کہ ایک انسان اپنے قول و عہد کو سچا اور موثق ثابت کرنے کے لیے جو کچھ کہہ سکتا ہے ایام جنگ میں وزیر انگلستان نے مقامات مقدر کے متعلق وہ سب کچھ کہا پھر ان مواعید کی اس طرح تکرار کی گئی کہ اس سے زیادہ تکرار کسی سلطنت کے ذمہ دار نے کبھی نہیں کی ہے لیکن جنگ کے بعد جو بیگر خراش کلمات کے گئے اور جس طرح اتحادیوں نے خلافت کے ٹکڑے اپنی سلطنتوں میں پیوند کر لئے اس سے جو کچھ اضطراب اور لوازم اضطراب نہ پیدا ہو جائیں وہی تعجب ہی۔

ان مواعید کے علاوہ جو لندن سے پیام و زرا بن کر آئے خود ہندوستان کے سارے ذمہ دار افسروں نے ہر جگہ مسلمانوں کا مجمع کیا اور یقین دلایا کہ اس وقت لڑائی ہو پڑی ہے جب ختم ہو جائے گی تو فیصلہ کے وقت خلافت کا اقتدار اور اس کی قوت علیٰ حالہ برقرار رکھی جائے گی لیکن آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ ناقابل فراموش میرٹھی دے اعتمادی کی خود اپنی نظیر ہے۔

وزیر اعظم کا یہ کہنا کہ مقروضات خلافت جب کہ فاتحانہ حیثیت سے حاصل کے گئے تو پھر ان کی واپسی کیوں کی جائے یہ عجب طرز استدلال ہے۔

کیا مسلمانان ہند سے جو وعدہ ہوا تھا اس کا ایفا اس وقت ہوتا جب کہ ترک غالب فاتح ہوتے منسوب و ہر میت خوردہ قوم کا فاتح و منصور کو ملک واپس کر دینا ایسے عجیب منطق ہے جسے دماغ وزارت ہی سمجھ سکتا ہے۔

تخلف وعدے کی ایک وجہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ اس جنگ میں دیگر دول بڑے ہی شریک و شامل تھے دولت عثمانیہ کے حصے ہر ایک کی قسمت میں آئے ہیں شریکوں میں سے کوئی بھی جب کہ واپسی پر راضی نہیں تو پھر میں اپنا حصہ کیوں واپس کروں۔

اس کے جواب میں یہ بحث فضول ہے کہ واقعہ کیا ہے لیکن اس قدر گزارش کی اجازت دیجئے کہ وعدہ تو آپ کا اور آپ کے ہم قوم حکاموں کا تھا نہ کہ وذر لے فرانس وروس وغیرہ کا ان کے وعدہ بھی آپ ہی کی زبان سے ہم تک پہنچے تھے آپ اپنا وعدہ وفا کریں دوسروں سے آپ کو کیا غرض۔

لائڈ جارج! اس سوال کی اجازت دیجئے کہ ہندوستانیوں نے روپیہ آبنجا کی نذر کیا تھا یا دیگر دول یورپ کے سامنے پیش کیا تھا ہندوستانی آپ کے محکوم ہو کر آپ کی طرف سے گلا گٹانے گئے تھے یا فرانس وروس کے ہمدرد بن کر قربان گاہ میں پہنچتے اس پر فتنہ زمانے میں مسلمانان ہند کی خاموش اطاعت نے آپ کے محروسہ و مقبوضہ ہند کو آپ کے قبضہ میں برقرار رکھا یا اس اطاعت گزار مہ سے فرانس وروس کا کوئی ٹکڑا محفوظ رکھا گیا۔

اگر ان سب فاشعار یوں کا یہی صلہ ہے کہ سات کروڑ مسلمانوں کی مودبانہ اور مبتیانہ التماس اس طرح قدموں سے ٹھکرا دی جائے تو پھر اس ہنگامہ کی ذمہ داری آپ پر ہے نہ کہ کسی اور پر۔

آخر میں اس سوال کی اجازت اور چاہتا ہوں کہ اس وقت تو خلافت کے ابڑا اس جرم میں باہم تقسیم کر لئے گئے کہ سلطنت عثمانیہ نے میدان جنگ میں اپنے کو بحیثیت مقابل شامل و شریک کیا لیکن اہل مصر کب آپ سے برسر پیکار ہوئے تھے جو ان پر برسوں آپ کی نوازش رہی اور آج بھی کرم کا بادل ان سے نہیں ہٹتا۔

جزیرہ قبرص پر قبضہ کس جرم میں کیا گیا اس وقت کس نے آپ سے جنگ کی تھی جو اس جزیرہ کو آپ نے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔

یونان نے سرکشی و شوخ چستی کی غازی ادھم پاشا نے تھسلی پر جا کر اسلام کا ہلال جھنڈا نصب کر دیا اُس وقت کون تھا جو یونان کا دست و بازو بنا جس نے ترکوں کو فتح کئے ہوئے ملک سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔

علم بردارانِ تیلٹ انازع للبقا کا مسئلہ ہی حکم دیتا ہے کہ قوی کی ہستی ضعیف کو مٹنے سے قائم رہیگی مسلمانوں کی توحید و خدا پرستی کی طاقت و قوت کی قدر نہ جانی آخر کمزور و ناتواں ہو کر نمونہ عبرت و بصارت ہو گئے یہ اپنی شامت اعمال اور سوء اعتقاد کا نتیجہ ہے جو سامنے ہی لیکن تم یہ زحمت کیوں اٹھاتے ہو جو اپنے فیصلہ کو اخلاق و انصاف کا مسئلہ ثابت کرنا چاہتے ہو۔

اضطراب و بے چینی کے ایسے واقعات جو بہت ہی اجلی و روشن ہیں انھیں میں نے اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے اب گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ رعایا کی بے چینی جس طرح چاہے دفع کرے مسلمانوں کے مذہب کا یہ نہایت سچا اور مستحکم مسئلہ ہے کہ مسلمان ہر اُس حصہ زمین پر آباد ہو سکتا ہے جہاں ارکانِ دینی میں مزاحمت نہ کی جائے لیکن مرکزی مقام کا کسی کے نظر تو تم پر چھوڑ دینا مسلمانوں کے لئے ایک ایسا گناہِ عظیم ہے کہ جس کا کچھ کفار نہیں اس جگہ کے لئے صرف اسی قدر کافی نہیں کہ ہم وہاں ارکانِ مذہبی بازاوی ادا کرتے ہیں بلکہ اس کو اس حیثیت میں ہونا چاہیے کہ اگر بالفرض کوئی طاقت اُس مقام پر مانع و مزاحم بھی ہونا چاہے تو مزاحمت اُس کے حیطہ و وسعت و امکان سے خارج ہو مرکزی مقام پر مسلمانوں کی ایسی قوت ہر وقت مجتمع و متیار ہونا چاہیے کہ دینی و مذہبی ارکان کی تعمیل ضرور و قوت ہوتی ہو نہ کہ کسی کی عنایت و رعایت کے طفیل میں گورنمنٹ کے سامنے اضطراب کی سچی اور صحیح تصویر پیش کرنے کے بعد مسلمانان ہند سے گزارش ہو

کہ لفظ موالات کی تحقیق و تفسیح جو کچھ بیان کی گئی اُس سے ہر شخص بجائے خود فیصلہ کرے کہ وہ کون سے تعلقات و روابط ہیں جنہیں گورنمنٹ سے رجوعاً وہ کافر ہونے کے فریق محارب بھی ہے (پیدا کرنا یا باقی رکھنا جائز ہے اور کون سے تعلقات کا قطع کرنا واجب۔

مقاطعہ کی تحقیق بھی گزر چکی بخاری و مسلم کی حدیث سے ثابت کر دیا گیا کہ مقاطعہ ہرگز داخل موالات نہیں ایسے فریق محارب کے ساتھ جو خانہ کعبہ پر متصرف تھے مسلمانوں کو عمرہ و حج ادا کرنے سے مانع آنے تھے بیت اللہ کو صنم خانہ بنائے ہوئے تھے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقاطعہ جاری نہ رکھا اور عمل مقاطعہ سے ان پر غلبہ پانے کی کوشش نہ فرمائی تو اب کسی کا یہ کہنا کہ یہ قرآن کا حکم ہے اور مقاطعہ فرض ہو کھلی بیدینی ہے۔ بیابح کا فرض ہو جانا لکھا جاتا ہے کہ اس وقت جب کہ جہاد بائیسف کی طاقت مسلمانوں میں انہیں تو وہ چیز جو مسلمانوں کو دشمن اسلام پر غلبہ عطا کرے وہ قائم مقام جہاد کے ہوگی اور وہ نہیں ہے مگر خاموش مقابلہ دشمن سے مقابلہ کے وقت بہت سے مسائل کی صورت متغیر ہو جاتی ہے مثلاً جاسوسی اخلاقیات و شرفاً مذموم ہے لیکن فریق محارب کے مقابلہ میں جاسوس مقرر کرنا ان کے رائے و مخفیات کا پتہ لگانا مستحسن و ضروریات جنگ میں سے ہے۔

فریق محارب پر بحالت محاصرہ یا مقابلہ فلد اور پانی تک بند کر دینا جب کہ جائز ہے تو اس وقت انگریزوں سے مسلمانان ہند کا جو مقابلہ ہو گیا ہے اگر وہ خیریں جو بحالت امن جائز تھیں اس مقاومت مجہول کی حالت میں جو قائم مقام جہاد ہے نا جائز سمجھی جائیں تو کیا محذور شرعی لازم آتا ہے علی الخصوص ایسی حالت میں جب کہ ہم حکومت کے دست و گریباں نہیں ہوتے بلکہ نہایت خاموش و سکون سے اپنے ہر طرح کے تعلقات ان سے منقطع کر لیتے ہیں

اس انقطاع کا لازم نتیجہ یہ ہوگا کہ حکومت اپنے وطن کا رخ کرے اور گھر پونچر خانہ نشین ہو جائے اس وقت دو فائدے حاصل ہوں گے ایک تو حکومت ہند خود مختار ہو کر سواراج حاصل کرے گی دوسرے مسلمانوں کا بڑا حریف دنیا سے اگر دفع ہوگا تو کمزور ضرور ہو جائے گا لہذا مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ انقطاع کئی کر لیں۔

اس کے جواب میں فقیر نہایت ادب سے گزارش کرتا ہے کہ سوال جواز و عدم جواز کا نہیں گفتگو تو آپ کے اس ادعا میں ہے کہ آنجناب کی تحریکات کی تعمیل مسلمانان ہند پر فرض ہے اور جو شخص تامل و فکر کرے یا اصلاح و ترمیم پیش کرے وہ مرتکب حرام دائرۃ اسلام سے خارج اور سچتہ منافق ہو گیا۔

لیڈران قوم بیشک یہ دین کا مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کو یہ سزاوار نہیں جو وہ اپنی ہستی کو مضمحل و ناتواں بنا کر رکھیں بیشک اصول زندگی مسلمانوں کو ایسا قرار دینا چاہیے کہ دیگر اقوام ان کی طرف محتاج ہوں نہ کہ یہ دوسروں کے دست نگر ہوں یہ ایسی بدیہی باتیں ہیں جن سے کسی کو کسی وقت انکار نہیں لیکن تقویۃ و حصول غلبہ کی جو صورتیں آپ پیش فرما رہے ہیں وہ مسئلہ شرعی نہیں ہے بلکہ وہ آپ کی رائے ہے۔

غایتہ مافی الباب یہ کہہ لیجئے کہ آپ کی رائے ایک مسئلہ شرعی کی تائید میں ہے لیکن اپنی رائے کو شریعت کا فتویٰ اور قرآن کا حکم قرار نہ دیجئے اگر کوئی آپ کی تجویز سے اختلاف کرتا ہے تو اسے فرض کا منکر نہ کیئے فرائض تو وہی ہیں جنہیں حق سبحانہ نے فرض کر دیا کیا آپ کی رائے اور حق سبحانہ کا ارشاد ایک مرتبہ رکھتا ہے ایسا دعویٰ کرتے ہوئے کچھ تو حیا کیجئے۔

جنگ بدر کا موقع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر منزل قرار دیتے ہیں

حضرت جناب ابن المنذر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ اس مقام کو منزل گاہ آپ نے  
 بموجب حکم الہی قرار دیا ہے یا موقع و تدبیر جنگ کا لحاظ ہے آپ نے فرمایا نہیں یہ رائے  
 اور جنگ ہے حضرت جناب عرض کرتے ہیں تو پھر یہ مقام مناسب نہیں بلکہ فلاں مقام  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابن المنذر کی رائے کو شرف قبول فرماتے ہیں۔  
 اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالے کہ ایک امر مذہبی اور فرض دینی کے انصرام و انجام  
 کی جب کہ شریعت نے صورت متعین و مشخص نہ کر دی ہو تو اختلاف رائے کی گنجائش  
 ہے اپنی رائے کو عین فرض اور امر دینی قرار دینا خلاف شرع ہے صحابہ رضی اللہ عنہم  
 بارہا اپنی رائے رسول خدا کر حضور میں پیش کیں جو قبول سرکار رسالت ہوئیں لیکن آپ کا  
 آستانہ ایسا رفیع و بلند پایہ ہے جہاں اصلاح و ترمیم تو مجاہدین و معروض کی بھی مجال یہ  
 جنبش لب پر تکفیر کا قومی موجود ہے نہایت ادب سے چند امور گزارش خدمت ہیں خواہ آپ  
 قبول فرمائیں یا کافر و منافق کہیں اس کی پروا نہیں۔

ترمیم کے پانچ وجوہ اولاً یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ مقاطعہ اُس وقت فرض ہے دوسرا فریق عرض کرتا ہے  
 کہ اس طریق مقابلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرما دیا دلیل میں حضرت ثمالہ  
 بن اثال کا واقعہ پیش کرتا ہے لیکن آنجناب کے پاس بجز فرمان گاندھی اور کیا دلیل فرضیت  
 مسلمانوں کو وہ طریقہ بتائے کہ جس کے عمل کا نتیجہ مطلقاً کفایت سے بے نیازی ہے۔

ثانیاً یہ گزارش ہے کہ مقاطعہ کا دائرہ جب تک اُس حد تک اندر ہے جس کو گورنمنٹ  
 کا کوئی نقصان متنبہ نہیں اُس وقت تک تو آپ خاموش رہ سکتے ہیں لیکن جب اُس کے  
 حدود وسیع ہوں گے اور گورنمنٹ کے منافع سے آپ کی خاموشی کا تصادم ہوگا تو اُس وقت  
 آپ ہزار چپ رہنا چاہیں لیکن یہ بکھر تو مہر سکوت توڑ کر ہی رہیگی آخر اُس موقع کی بھی تو



## سبیل تباہی ۵

لے حضرت مومن یہ مسلم سہم جو ارشاد بھولے سے بھی اب ذکر بتوں کا نہ کریں گے  
لیکن جو بتوں ہی نے کہیں آپ سے کی بات پھر آپ ہی فرمائیں کہ کیا کیا نہ کریں گے  
مثلاً یہ عرض ہے کہ خاموش رہنا بھی ایک زبردست قوت کا خواہاں ہے ہندو شک  
اس قدر طاقت رکھتے ہیں کہ وہ اپنی خاموشی کو نباہ لے جائیں گے بلکہ اگر چاہیں گے تو  
اپنے مقابل کو خاموش بھی کر دیں گے لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں میں کسی طرح کی طاقت  
کا نام و نشان بھی نہیں ہے ان میں نہ مالی طاقت ہے نہ اخلاقی نہ دینی قوت ہے نہ روحانی  
لیڈری کا غرور اگر آپ گرامی قدر حضرات کو ایک لمحہ کی فرصت عطا کرے تو اس حقیقت سے  
انکار نہ کیجئے پہلے اس امر کی کوشش فرمائیے کہ مسلمانوں میں قوت پیدا ہو پھر چاہے خاموش  
مقابلہ کیجئے یا ناطق و گویندہ مقابلہ سے پہلے استطاعت مقابلہ فرض ہے جس طرح نازی  
پہلے وضو۔

رابعاً یہ التماس ہے کہ اصلاح کا موقع ہنوز باقی ہے اگر خدمت اسلام واقعی آپ کا  
مقصد ہے تو وہ کام شروع کیجئے جس سے مسلمانوں میں طاقت و استقامت پیدا ہو اجتماع  
و جماعت کے آثار ان میں پائے جائیں دیکھئے انبؤہ اور بھٹیڑ پر نازاں نہ ہو جسے ان سے خاموش  
مقابلہ کی بھی توقع نہ رکھئے ان کے لئے حکومت کی تھوڑی سختی بھی کفایت کرتی ہے  
خدا نخواستہ اگر آپ اب بھی نہ سمجھے اور اس بھٹیڑ کو اسی حالت سے مقاومت مجہول اور  
خاموش مقابلہ کے سامنے پیش کر دیا تو پھر یاد رکھئے کہ ہر خاموشی اس طرح ٹوٹے گی کہ  
گلے پھاڑ پھاڑ کر اس طرح چمچیں ماریں گے کہ برسوں تک اُس کی گونج فضا میں سے  
عبرت و بصارت کا سبق دیتی ہوگی۔

نامنایہ گزارش ہو کہ اگر آپ حضرات کو اپنے تجاویز پر یوں ہی اصرار ہے تو براہ کما کتاب دست بھی بتا دیجئے کہ مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب تم میں ضعف و ناتوانی ہو تو اس وقت تم خاموش مقابلہ کرو اور فریق مقابل تمہیں قید کرے مارے بے حرمت کرے قتل کر ڈالے تو یہ سب برداشت کر لو اس لئے کہ جب تم فنا ہو جاؤ گے اور تمہاری ہستی ایک وجود موہوم کا مرتبہ پالے گی تو اس وقت دشمن مغلوب و مفتوح ہو جائے گا اور تم غالب فاتح۔

اگر شریعت سے آپ اس کا جواب نہ دے سکیں تو پھر کسی قوم کی تاریخ سے ہی اس کا ثبوت دیجئے کہ مقاومت بھول بغیر قوت و استطاعت کے عمل میں لائی گئی اور کامیاب ہوئی۔ اگر یہ بھی نہیں تو پھر اس درخواست کو قبول فرمائیے کہ یتعلم الجامۃ علی رؤس الیتمیٰ یعنی یتیموں کے سر پر مجامعت کی مشافتی نہ کیجئے۔

اس وقت آپ کی جملہ تحریکات پر تنقید مقصود نہیں بعض ان میں کثیرا صدق و صلاح ملک کے لئے بہت ہی مفید ہیں مثلاً سدیشی یا ترک قوم فروشی و انگریز پرستی وغیرہ لیکن آپ کی وہ تحریک جس سے مسلمانوں کی سخت تباہی ہے اور انگریزوں کا ذرہ برابر نقصان نہیں یعنی مسئلہ تعلیم اس کے متعلق کچھ گزارش ہو شاید آپ حضرات میں سے کسی کی سمجھ میں آجائے۔

مسئلہ تعلیم علوم اسلامیہ کی حفاظت کے لئے جب اپنی سلطنت نہ رہی اور ہندوستان میں ایک اجنبی و بیگانہ قوم کی حکومت فرما رہی ہو اور حکمرانی کرنے لگی تو علوم اسلامیہ کی تحصیل میں مسلمانوں کی سرگرمی سرد مہری سے بدلنے لگی۔

اگرچہ زبان اجنبی محض تھی سیکھنے میں محنت شاقہ برداشت کرنی پڑتی تھی لیکن مجبوراً

یہ تھی کہ اجنبی زبان معاش کا ذریعہ تھی اولین ضرورت جس نے مسلمانوں کو انگریزی کی طرف مائل کیا وہی فکرِ معاش تھی۔

یہ مسئلہ محتاج بیان نہیں کہ مقاصد علومِ تہن ہیں تہذیب، اخلاق، تزکیہ نفس اور تربیت دماغ بلا خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ علوم کے ہر سہ مقاصد کا بدرجہ تمام و کمال تکمیلہ علومِ اسلامیہ سے ہوتا تھا۔

صدیوں تک مسلمانوں نے دنیا پر ایسی حکومت کی ہے جس کی نظیر نہ صفحاتِ تاریخ میں ملتی ہے نہ آئندہ کسی دوسری قوم کی ایسی تاریخ لکھی جائیگی جہاں بانی و فرماؤں کے ساتھ ہی ساتھ علم و فن کی بھی ایسی خدمت کی کہ بہت سے علوم انھیں کے اقدام سے ترقی پذیر ہوئے بہت سے علوم مسلمانوں نے خود ایجاد کئے کتنے مردہ فنون میں جان ڈالی علومِ عقلیہ اور فنونِ حکمیہ کے علاوہ خود ان کی مذہبی تعلیم کا ایسا بیکراں سرمایہ موجود ہے کہ ایک وہ شخص جو اپنے مذہب کو سمجھتا ہے اور اس کے بتائے ہوئے اصول کو اپنی زندگی کا دستور العمل قرار دیتا ہے وہ اس سے بے نیاز ہے کہ اپنے دماغ کی تربیت اپنے اخلاق کی تہذیب اپنے نفس کا تزکیہ کسی غیر زبان یا غیر قوم کے علم و فن سے کرے لیکن جب اپنی سلطنتِ علومِ اسلامیہ کی حمایت و حفاظت کے لئے نہ رہی تو ترقی کے سارے زینے ٹوٹ گئے اور علوم و فنون کی عمارت منہدم ہو گئی دوسری قومیں جو دنیا میں سر پر آرائے سلطنت تھیں انھوں نے علم و فن کی بھی حکومت حاصل کر لی کسی قوم میں جب سلطنت آتی ہے تو اسی کے ساتھ بہت سے محاسن و کمال بھی آجاتے ہیں لیکن جب سلطنت جاتی ہے تو محاسن و کمال صرف اُس قوم سے رخصت ہی نہیں ہو جاتے بلکہ ایک کافی مدت کے لئے اُسے دامِ حیرت میں ایسا گرفتار کر جاتے ہیں کہ

وہ قوم اس انقلاب کئی سے متاثر ہو کر عالم سراسر اگلی میں ششدر و حیران ہوتی ہے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ہندوستان سے مسلمانوں کی سلطنت جب نائل ہوئی اور شہرہ کے واقعہ نے ان کی آنکھیں کھولیں تو انھیں معلوم ہوا کہ سلطنت کے ساتھ کمالات و محاسن بھی ان کی نصیب ہو گئے یہ دوسری وجہ تھی جو علوم مغربہ کی طرف انھیں مائل کرنے والی ہوئی اس وقت مغربی علم و فن کی ضرورت ثابت کرنے کی حاجت نہیں تھی اس پر دلیل لانا ضروری کہ آج مقابلہ محاربہ اور محافظت کے جو سامان سلاطین عالم کے پاس ہیں اگر ہندوستان انھیں اپنے لئے غیر ضروری سمجھتا ہے تو آزاد ہو کر دوبارہ گرفتاری و غلامی کی کسی غیر سلطنت کو دعوت دیتا ہے اس وقت مجھے صرف اس قدر گزارش کرنا ہے کہ جب تک ہندوستان میں حکومت برطانیہ باقی ہے اس وقت تک وہ ضرورتیں بھی باقی ہیں جن کے زبردست مطالبات نے ہمیں انگریزی کی طرف مائل کیا۔

ایسی تعلیم گاہیں جن کی سند و تصدیق مصدقہ و مسلمہ گورنمنٹ ہوں اور ایسے اساتذہ جن سے ملازمت کا استحقاق ہو اس وقت تک ضروری ہیں جب تک حکومت باقی ہے۔

ہندوستانوں کا حکومت کے سارے شعبوں پر اس طرح حاوی ہو جانا کہ ہر رخسہ پر ان کا ہاتھ پہنچ سکے فی الحقیقت سواراج کی تائیس ہر آن پولیس اور فوج میں ہندوستانی چھوٹے عہدوں پر بکثرت ملازم ہیں اگرچہ عہدہ بہت ہی حقیر اور تنخواہ بہت ہی تنگوار ہے، لیکن اس وقت موجودہ تحریک نے جو فوج و پولیس میں بھی ایک تاثیر پیدا کر دی ہے اس سے ہندوستانی ایک قوت محسوس کر رہے ہیں۔

ہم ساری قوم ہندو کو دیکھئے ایک ادنیٰ ملازمت گورنری کے عہدہ تک یہ قوم پہنچی ہوئی

ہر سارے دفاتر و آفس میں ہندو بھرے ہوئے ہیں پھر آج انہیں یہ زور بھی حاصل ہے لیڈران قوم اب بھی سمجھے پہلے اس کی قوت پیدا کیجئے کہ آپ کی خاموشی و یکسوئی سے دشمن چنچ اٹھے اور اس کی جمعیت کا شیرازہ بکھر جائے پھر خاموش ہو جائے۔

فرض کیا کہ آپ میں طاقت خاموشی نہیں لیکن ہندوؤں میں ہے پھر آپ دونوں مل کر دو دل یک شہر بنیں کہ وہ راکا نمونہ پیش کر دیں گے برس روز میں سواراج حاصل ہو جائے گا۔ لیکن اس وقت جب کہ سواراج کا عمل ہو گا عمدہ و مناسب کے مستحق اور حکومت کے وہی شریک ہوں گے جن کے اہمیتوں میں علوم مغربہ کی سندیں ہوں گی۔ انقلاب حکومت کے بعد جب تک جدید حکومت اپنے قوانین وضع نہ کرے علوم و فنون کا تعین و شخص نہ کرے اس وقت تک سواراج کا قانون ہی موجودہ قانون سلطنت ہو گا اور اسے مغربی علم کے جاننے والے اساتذہ ہوں گے اور اسی علم کی تعلیم درگاہ سواراج میں ہی با ہوگی۔ غرض سواراج مل کر بھی اس نسل کے لئے موجودہ تعلیم مفید ہی رہے گی۔

یہاں یہ اعتراض کہ موجودہ تعلیم میں نقائص ہیں ضروریات قومی کے لئے یہ تعلیم محض ناکافی ہے یہ بالکل سجاوہ درست لیکن یہ کوئی نیا خیال نہیں اس کی چارہ جوئی میں بہرہ وران قوم ایک مدت سے سرگرم ہیں ان کے جدوجہد کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

تعلیم انگریزی کا ہندوستان میں جب آفاقی ہوا تو نصاب تعلیم اور اوقات تعلیم میں کچھ اس کا انتظام نہ تھا جس سے قومی و مذہبی معلومات پیدا ہوں ایسے اشخاص جن کا مطلع نظر قوم کو ایک زندہ قوم بنانا تھا انہوں نے اس نقص کو دیکھا اور قومی کالج کی بنیاد رکھی اس میں ہندی میں مسلمانوں نے سبقت کی تعلیم یونیورسٹی کے ساتھ جس قدر قومی و مذہبی تعلیم کا انتظام ہو سکتا تھا اپنی درگاہوں میں اسی قائم کیا لیکن انہوں نے اس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خود مسلمانوں نے

اُس سے مستفید و مستفیض ہونے کی کوشش نہیں کی اس لئے ابتدائی انتظام جو کچھ ہو گیا تھا اُس نے تو کسی طرح کی افزائش ہو سکی نہ اُس میں التزام و انضباط کی شان پیدا ہوئی۔

مثلاً علی گڑھ کالج میں تعلیم دینیات کا جو انتظام رہا ہے مسلمانوں کی اولاد اگر اُس سے نفع حاصل کرنا چاہتی تو آج مذہب کے لئے اُن کا وجود اجنبی نہ ہوتا۔ منتظمین کالج میں بعض ایسے حضرات بھی برابر شریک رہے ہیں جن کی دلی تمنا یہ تھی کہ طلبہ میں ذوق مذہبی کم از کم اتنا توجہ دے پیدا ہو جائے جس کی چاشنی انہیں جہاں کیس بھی رکھے اور جس ماحول میں رکھے خدمتِ اسلام سے فائل بے پروا نہ ہونے دے یہ کوشش اُن کی برابر مسلسل جاری رکھا لیکن ملک و قوم میں مذہب کے بے پروائی کی جو آندھی چل رہی تھی اُس میں یہ مٹی پر گندہ و منظر ہو کر رہی۔

مختصرین کی فرض شناسی | اس جگہ بغیر اس اظہار کے رہ نہیں جاؤ کہ ٹرسٹیان کالج میں سر آج جس کے نام پر سب دستم اور عین وطن کا بھیجا تو مسلم ثواب و عبادت سمجھ رہی ہے اعاطہ کالج میں دین کی خدمت اس وقت تک اسی کی قسمت میں رہی وہ ٹرسٹی صاحبان جنہیں دعوتِ حق نے آج غمور کر رکھا ہے ان کی تشریف آوری جب کبھی اعاطہ کالج میں ہوئی تو کرکٹ کے میدان کی رونق ہو گئی یونین کلب میں گرمی سخن کی دھوم دھام رہی لیکن اسباق دینیات پر ہمیشہ اوس ہی ٹپٹی رہی۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں بھی تین دن تک کالج میں قیام رہا مدت قیام میں کرکٹ فیلڈ اور یونین کی رونق خوب ہوئی لیکن درس تفسیر درس تجوید تین دن تک سونا اور خاموشی رہا کبھی ان میں سے ایک صاحب نے بھی نہ تو تجوید کلاس میں شرکت فرمائی نہ درس تفسیر میں بیٹھے نہ دینیات کے لکچر کالج کلاسوں میں جا کر حاضر کیا نہ کبھی مدرسین دینیات سے کوئی مشورہ کیا نہ طلبہ میں ذوق مذہبی کسی وقت پیدا کرنے کی کوشش کی ہاں جب

مشرکاندھی کا کلرہ پڑھتے ہوئے اُس کی اُمت میں داخل ہوئے تو اس تلقین کی تبلیغ شروع کی کہ نیشنل کالج بناؤ کتابیں طاق نسیان کے حوالہ کر دو بارہ گھنٹے یومیہ پڑھا چلاؤ سیاست سلطنت علم مذہب اور خلافت سب اس پرنے کی گردش و چکر سے تمہیں حاصل ہو جائے گا۔

اس وقت تک قومی اسکولوں اور قومی کالجوں نے جو کچھ خدمت ملک و قوم کی کی ہے وہ آج سامنے موجود ہے لیکن بلند ہمت فراغ حوصلہ ہمدردان قوم نے اسے بھی اپنے اغراض و مقاصد کے لئے محض نا کافی سمجھا اس لئے یونیورسٹی کے خواہاں ہوئے۔ قومی یونیورسٹی کا خیال بھی آج سے ۴۵ برس قبل جس کے دماغ میں آیا وہ اسی مصیبت زدہ قوم مسلم کا ایک فرد تھا اب کہ یونیورسٹیاں مل گئی ہیں اُن کی آزادی کا سوال درپیش ہے غرض تعلیم کے متعلق اس وقت جو کچھ کہا جا رہا ہے یہ وہی صد ہے جس کی منادی تیس برس سے مسلمانوں میں پھاری جا رہی ہے افلاس بے پردائی اور برکات علمیہ سے نا آشنائی کا نتیجہ ہے جو اب اگر مسلمانوں کی ایک یونیورسٹی ہوئی ہے جس کے انجام کا علم عالم الغیب کو ہے۔

ہاں جس آزاد یونیورسٹی کی آواز بندگان گاندھی نے اس وقت بلند کی ہے اس کا خصوصی امتیاز سب و شتم اور لعن و طعن البتہ ہے اس فتنہ انگیز اور دل آزار جز کو اگر ان کی تقریر و تحریر سے الگ کر لیا جائے تو یہ وہی دیرینہ سی سالہ تناہی بلکہ اگر بہ نظر انصاف دیکھئے تو حامیان قوم نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھایا ہے۔

ملک نے کمال غور کے بعد یہ طے کر لیا کہ مسلمانوں کو اگر کسی وقت آزاد یونیورسٹی مل بھی گئی تو معلوم و فنون کا غیر زبان میں پڑھنا عمر کو برباد کرنا ہے کسی قوم کے لئے

یہ بہت بڑی مصیبت ہے کہ علوم کو اصطناعی زبان میں حاصل کر کے اس دشواری کو اُس ذات نے حل کیا جس کے جوہر و کرم کا شفیق و مہر پرور ہاتھ ہمیشہ مسلمانوں کی طرف دستگیری و تسکین کے لئے بڑھتا رہا ہے یعنی خسرو دکن شہنشاہ حیدرآباد نے ایک دارالترجمہ قائم کیا علوم و فنون کے تراجم اُردو زبان میں ہوئے اور ہو رہے ہیں ایک اُردو یونیورسٹی کی بنیاد قائم کر دی گئی جو ابھی اپنے عہدِ رضاعت میں ہے لیکن اپنی رونق و اہمیت سے اپنے شباب کا خوش آئند نظارہ پیش کر رہی ہے بیشک اگر ہندوستان کو آزاد یونیورسٹی کی اجازت ہو گئی یا موقع مل گیا تو اُس وقت یہی اُردو یونیورسٹی آزاد تعلیم کی مربی ہوگی دوستو ناقص کو کامل بنانا کامل کو کامل تر کی حیثیت تک پہنچانا ترقی و کمال پوری ہے مولات و عدم مولات اس کا کیا تعلق اس وقت گفتگو مسئلہ مولات میں ہے نقص اور اُس کے دفاع کا مسئلہ درپیش نہیں نقص تعلیم ایک مسئلہ ہے اور دفاع کی تجاویز بعض زیر عمل اور بعض زیر بحث۔

آپ نے یہ کہا کہ ترک مولات اور نان کو آپریشن باہم مرادف ہیں مگر گاندھی نان آپریشن کے حدود جو کچھ متعین فرمائیں اور جس طرح اس میں توسیع کرتے جائیں وہ سب ترک مولات میں داخل ہوتے جائیں گے۔

اسی بنا پر سب سے پہلے آپ نے اسلامی تعلیم گاہوں کی طرف توجہ فرمائی مسئلہ الحاق اور امداد مالی ان دونوں کو آپ نے فریقِ محارب سے امداد و استمداد قرار دیتے ہوئے ان پر خالص مولات کا حکم صادر فرمایا ایسی درسگاہیں جو گورنمنٹ امدادی روپیہ لیتی ہیں ان میں بڑھنا پڑھنا یا کسی اور صیغہ میں اُس کے ملازم رہنا آپ نے حرام اور کفر قرار دیا حالانکہ بحیثیتِ ٹرٹی آپ خود اُس سے تعلق رکھتے تھے اور اس وقت تک بھی یہ علاقہ آپ کا



باقی ہی شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ آپ اس تعلق سے اصلاح چاہتے ہیں پس آپ کا لائق  
 نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہی لیکن معلمین کا مقصود افسادِ مسلمین و تائیدِ عیسائیت کے سوا کچھ  
 اور ہو ہی نہیں سکتا اس لئے حرام و کفر جیسا کہ سنینِ ماضیہ میں دونوں کے آثارِ خدمت کا  
 تجربہ ہو چکا ہے۔

بہر حال اس بحث کو چھوڑیے اس لئے کہ اس وقت دینِ مذہبِ ایمان اور اسلام  
 صرف آپ کے اعمال و اقوال کا نام ہے۔ عہدِ اسلام و ایمان کی تعریف کچھ اور ہی  
 ہو گئی ہے۔

یہ علمی امداد کا مسئلہ لیکن ادب سے یہ گزارش ہے کہ وہ اشخاص جو ابھی آپ کا وہ مرتبہ تسلیم نہیں  
 کرتے جس منصب کا آپ کو ادعا ہے بلکہ وہ اسی واحد ہمارے ماننے والے ہیں جو آپ کا  
 اور جملہ عالم کا خالق و رب ہے اور اسی نبی کو پیغمبر یقین کرتے ہیں جسے حق سبحانہ نے خاتم  
 فرمایا ہے ایسے اشخاص کے لئے مجرد آپ کا فرمان اُس وقت تک لا سود ہو گا جب تک  
 آپ اُن کے مبعودِ اعلم الحاکمین کا حکم یا اُن کے پیغمبرِ صادقِ مصدوق کا ارشاد پیش نہ فرمائیں  
 لہذا نہایت عاجزانہ آپ حضرات گرامی قدر سے فقیر اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتا ہے کہ  
 از روئے شریعتِ اسلام مالی امداد اور الحاقِ مدارسِ موالات کیوں کر ہے مالی معاوضہ  
 کی حقیقت یہ ہے کہ گورنمنٹ ہم سے تعلیمی ٹیکس وصول کرتی ہے اس کا مالگذاہی اراضی کی کوئی  
 تعلق نہیں یہ تو وہ رقم ہے جسے علاوہ لگان ہم ہندوستانیوں سے وصول کیا جاتا ہے  
 ہندوستانی اپنے کمائے ہوئے اور حاصل کئے ہوئے روپے میں سے ادا کرتے ہیں  
 ٹیکس کے نام سے گورنمنٹ ہم سے لیتی ہے اور مدد کے نام سے ہمیں واپس دیتی ہے اس  
 لین دین اور الٹ پھیر میں نہ عیسائیت کی مدد نہ نصرانیت کی معاونت اپنا لیا دیا ہوا

مالِ دنیا کی تعمیر ہی کے لئے ادا کیا گیا تھا جب اُس کی واپسی ہوئی تو یہ موالات کیوں کر ہو گیا۔  
 ادا کیا کا ذمہ کے ہاتھ میں جب اپنا مال پہنچ جائے تو اُس کی واپسی موالات  
 ہو جائے گی۔

(۲) کیا زبردست کا ذمہ کسی ناتواں سے کچھ چھیننے سے پھر اُسے واپس کر کے  
 اور واپس کرتے ہوئے اپنے احسان و امتنان کا اظہار کر کے تو کیا وہ ضعیف جو اپنے  
 مال کی طرف محتاج بھی ہے بائیں خیال اُس کے لینے سے انکار کرے گا کہ اس طرح  
 مال کی واپسی موالات ہے۔

وہ، خلافت کے متعلق سلطنتِ برطانیہ سے آج جو کچھ طلب کیا جا رہا ہے اگر برطانیہ  
 یہ کہہ دے واپس کرنا چاہتے کہ یہ میرا احسان و کرم ہے جو فتح کے ہوئے ملک کو واپس کر رہا  
 ہوں ساتھ ہی ایک معاہدہ جس میں آئندہ کے لئے اپنے ساتھ عملِ معروف کا خلافت  
 سے مطالبہ ہو پیش کرے تو کیا مسلمان اپنے ملک کو واپس لینے سے اس بنا پر انکار  
 کر دیں گے کہ یہ موالات ہے براہِ کرم قرآنِ حدیث یا فقہ سے اس کا جواب دیجئے اور  
 اسے ثابت کیجئے کہ اپنے مال کی واپسی کا فریقِ محارب سے موالات ہے کفر ہے حرام ہے  
 نفاق ہے۔

تغیرِ عالم کو دیکھتے ہوئے علماءِ کرام نے اپنے دل و دماغ کو سیاسیات کی فکر سے  
 ایسا بے نیاز کر لیا تھا کہ علامہ ابنِ خلدون کو اس مقدمہ گروہ کے حق میں یہ فیصلہ دینا  
 پڑا کہ بعد النام عن المسیئۃ ہما للعلماء یعنی علماء کا دماغ سیاست کے سمجھنے سے  
 بہت ہی دُور ہے یہ فیصلہ کیوں جائز رکھا گیا اور اس کے اسباب و علل کیا ہیں اس وقت  
 اس سے بحث نہ کیجئے صرف اس قدر ملاحظہ فرمائیے کہ آج یہ فیصلہ صدق و حق کے معیار ہے

کیسا کھرا ثابت ہو رہا ہے۔

ہندوستان میں ریفارم اسکیم کا ملنا لفظ سواراج کا شاہی خاندان کے رکن رین کے زبان پر آنا کس کا نتیجہ ہے آیا مدارس عربیہ کے علما اور طلبہ کے فکر و عمل کا نتیجہ ہے یا تعلیم یافتگان علوم مغربیہ کے افہام و تفہیم اور جدوجہد کا ثمرہ ہے۔

علوم عربیہ کے جاننے والے اس وقت جس حال میں ہیں امور دنیاوی اور پولٹیکس حالیہ میں ان کے دماغ کی بلندی حوصلہ و ہمت کا علو قوت فکریہ کی صحت جس درجہ پر ہے وہ محتاج بیان نہیں ہندوستان کے ہر باشندے کو اس دینی گروہ سے روزانہ سابقہ رہتا ہے۔ عیاں را چہ بیاں۔

علوم عربیہ جو جملہ مقاصد تعلیم کو علی وجہ الکمال عادی و محیط آج اُس کے جاننے والوں کی یہ حالت کیوں ہے اس کی تحقیق و تنقیح چھوڑی حالات و واقعات ہند کو دیکھئے کہ کیوں کر ہوئے اور کس کے ہاتھوں سے ہوئے۔

علوم مغربیہ اور مسلمان | انگریزی سلطنت جب اپنی ساتھ علوم مغربیہ ہندوستان میں لائی تو ہندوستانیوں نے دیکھا کہ اب بقا اور نمود کی زندگی بغیر علوم مغربیہ حاصل کئے ناممکن ہے تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور ہندوؤں نے بڑھ کر تعلیم انگریزی کا استقبال کیا خوش آمدید کا نعروں بلند کیا جب اس قوم کے ایک خاص طبقہ میں یہ تعلیم پھیل گئی اور انگریزی کے واقف کار کچھ ہندوؤں میں تیار ہو گئے تو ان میں احساس پیدا ہوا اور حکومت کے انداز فرماں روائی پر نکتہ چینی شروع کی اپنے حقوق کے باب میں صدائے احتجاج بلند کی ہوم رول سلف گورنمنٹ یا سواراج کا تخیل سب سے پہلے علم مغربی سے آشنا دماغ میں آیا حکومت خود مختاری کی صد جس نے اپنے منہ سے نکالی اور ہندوستان کے رہنے والوں کو یہ سامعہ نواز نغمہ جس نے سنا یا وہ

انگریزی دان ہندوستانی تھا۔ کانگریس جو سراج کاسنگ بنیاد ہے اس کی تائیس اور پھر اس عمارت کی تعمیر و تکمیل جن ہاتھوں نے کی ہے وہ سب انگریزی خواں اور انگریزی دان ہیں۔

مسلمانوں میں سب علوم مغربیہ کا آغاز ہوا اور پھر ان میں بھی ایک تعداد تعلیم یافتوں کی تیار ہوئی تو احساس و تاثر میں بھی ظاہر ہونے لگے لیکن افسوس مع  
ہم ابھرتے ہوئے جھوٹے میں خزاں کے آئے

یہ واقعہ ہے حقیقت ہر اس سے انکار کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے کہ ہندوستانیوں کا حکومت کے سامنے آنا اپنے مطالبات کو موثر پیرایہ میں پیش کرنا ثبات و قرار سے اپنے حقوق کے طلب میں مسلسل سرگرم کار رہنا اور پھر اپنی کامیابی کے لئے ایشاد و قربانی سے دریغ نہ کرنا یہ سب تعلیم انگریزی کا ثمرہ ہے۔

آئین سلطنت پر جنھوں نے نکتہ چینی کی ہے وہ انگریزی خواں ہیں حکومت خود اختیار کا جنھوں نے نعرہ بلند کیا ہے وہ انگریزی خواں ہیں علامی کی ذلتوں کا جس نے احساس پیدا کیا ہے وہ انگریزی خواں ہیں قید خانوں میں سے پہلا قدم جن کا پہنچا ہے وہ انگریزی خواں ہیں دار و سن سے جن کے گلے پہلے آشنا ہوئے وہ انگریزی خواں ہیں۔ ایک گوشہ ملک سے دوسرے گوشہ تک جنھوں نے ٹپل مچا رکھی ہے وہ انگریزی خواں ہیں طرفگی یہ کہ سائے انگریزی خواں انھیں کالجوں کے تعلیم یافتہ اور سند باب ہیں جن کا الحاق گورنمنٹ کی یونیورسٹیوں سے ہو سرکاری کالج یا امدادی کالج میں تعلیم پانے سے ان کے جذبات قومی نہ فنا ہوئے نہ مٹے الحاق نے امداد نے اگر ایسی غلامی ایسی محبت قلبی اور ایسی مزدوری کی تعلیم دی ہے جس کا نتیجہ ملک کے پیش نظر ہے تو کیا اچھا ہوتا

کہ سارے مدارس عربیہ کو امداد ملتی اور ان کا الحاق بھی گورنمنٹ کی یونیورسٹیوں سے ہوتا تاکہ آج مسلمانوں کے پاس بھی گروہ عربی خوال میں ایسی ہی آئین سلطنت کے غاشیہ بردار عشق و محبت انگریز میں سرشار اور خدمت سلطنت کے لئے مزدور موجود ہوتے۔

اس وقت علماء سیاسی میں جو خروش و جوش ہے وہ بھی نتیجہ انہیں انگریزی خزانوں کا ہے انہیں کے ہاتھوں نے انہیں جھنجھوڑا جب ان کی آنکھیں کھلیں انہیں کے ہاتھوں نے ہمارا دیا جب ان کے قدم اٹھے انہیں کی آوازوں نے ان کی زبانیں کھولیں جب یہ بولنے لگے رہا گروہ علماء ربانین کا وہ پہلے بھی عقلاء دنیا سے بے نیاز تھا اور آج بھی مستغنی ہے۔

ملک کا جناح اُن کے زیرِ قدم ہے  
عزیزوں کا قدسا نے اُن کے خم ہے

اس وقت بھی اگر انگریزی خوال جماعت ان تحریکات سے الگ ہو جائے تو سارے جمعیت العلماء کے فضلاؤں کی گمانہ اپنی اپنی درسگاہوں میں ہوں گے یا ممبر و محراب میں کسی یتیم خانہ یا مدرسہ یا مسجد یا انجمن اسلامیہ کا و غلط فرما کر آخر میں تحریک چندہ فرماتے ہوئے وزیر اعلیٰ انگلستان کے آرا پر تمقید اور سیاست ہند پر مباحثہ کسی کے وہم میں بھی نہ آئے گا۔  
”عبدالکلام نے گونہ نشینی تو حافظا منروش“ فرماتے ہوئے سیاست کے سارے ابواب طر فرمادیں گے۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ تعلیم انگریزی ہندوستانیوں کے احلاس، ماناؤں اور تقویہ کا واسطہ ہے یا فریق محارب کے لئے اجیر اور غلام وغیرہ بننے کا ذریعہ دو واسطہ مسلمان اپنی ہستی قائم و باقی رکھنے کی غرض سے پڑھتے ہیں یا انگریزوں کی

معاونت و امداد کے لئے تعلیم پاتے ہیں ۱۸۳۵ء میں مسلمانوں نے ایک میموریل گورنمنٹ میں بھیجی تھی جس پر آٹھ ہزار مسلمانوں کے دستخط تھے درخواست یہ تھی کہ انگریزی تعلیم پر کوئی رقم صرف نہ کی جائے۔ اسی رقم کو گورنمنٹ علوم مشرقیہ پر صرف کرے اگرچہ اسی سال راجہ رام موہن رائے کی بسر کروگی جو وفد ہندوؤں کے طرف سے پیش ہوا تھا اُس میں یہ استدعا تھی کہ گورنمنٹ بجائے علوم مشرقیہ کل رقم علوم مغربیہ پر صرف کرے۔ آج گورنمنٹ اُس وقت کو اور مسلمانوں کی میموریل کو یاد کرتی ہوگی کہ کاش مسلمانوں کی درخواست قبول کر لی جاتی تو گورنمنٹ کے سامنے ایسے ہی تعلیم یافتہ ہوتے جیسا کہ درسگاہ مشرقی نے تیار کئے ہیں۔ تارا ڈاکھانہ ریل وغیرہ اگر موالات کے قسم میں اس لئے داخل نہیں کہ اس سے مسلمانوں کا فائدہ ہو تو تعلیم انگریزی اور اسکول و کالج کا الحاق و مالی مدد بدرجہ اولیٰ داخل موالات نہیں۔

مسئلہ موالات کے تحت میں یہ بحث اجمعی طرح صاف واضح کر دی گئی کہ کفر کی حمایت یا کفر کی طرف رجحان کا نام موالات پر مالی امداد جب کہ اپنے ہی مال کی واپسی ہے تو اس میں کفر کی طرف یا کافر کی طرف رجحان کا کیا احتمال پھر جیسا رجحان ہو وہ اس ہنگامہ سے عیاں ہے اس پر بھی الحاق یا امداد مالی کو اگر موالات کہا جائے تو یہ شرعی مسئلہ کا بیان اور احکام دین کی تبلیغ نہیں ہے، یہ تو کھلی ہرزہ سرائی اور فحش گوئی کا ایک جیلہ پیدا کرنا ہے۔

تعلیم متناسب کا اثر یہ مسئلہ بالکل بدیہی ہے کہ ملک موجودہ اصلاح پر کام کرے یا انقلاب کے بعد کوئی اور پہلو اختیار کرے پرسش جب کبھی اور جہاں کہیں بھی ہوگی جماعت تعلیم یافتوں ہی کی ہوگی جس گروہ میں تعلیم یافتہ زیادہ اسی گروہ کا حکومت میں حصہ اور اقتدار زیادہ عہد

موجود میں ہندو تعلیم میں بہت آگے ہیں اسی سبب سے حکومت میں ان کا حصہ بھی بہت ہی غالب ہے عملاً آدھی حکومت اگر اس وقت بھی ہندوؤں کی تسلیم کی جائے تو یہ حقیقت اتنی ثابت ہوگی۔ ہندوؤں نے اس قدر تعلیم حاصل کر لی ہے کہ اگر دس برس تک یکتلم تعلیم سے دست کش ہو جائیں اور مسلمان اس اثنا میں بڑی سرگرمی سے تعلیم حاصل کریں جب بھی ہندو تعلیم یافتوں کا شمار مسلمانوں سے المضاعف ہوگا۔

ہندوستان میں جس قدر کالج یا اسکول سرکاری ہیں اگرچہ نام و تنخواہ کا ان کے تعلق سے ہی لیکن دراصل ان کا فیض ہندوؤں کے لئے مخصوص ہو گیا ہے اختیارات وغیرہ کہیں بلا واسطہ اور کہیں بواسطہ چوں کہ ہندوؤں ہی کے ہاتھوں میں ہیں اس لئے تمتعات بھی اسی قوم کے حصے میں ہیں سارے ہندوستان میں مسلمانوں کے صرف تین کالج ہیں علی گڑھ، لاہور اور پشاور۔

اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو پچیس<sup>۱۲۵</sup> ہے تین مسلمانوں اور ایک سو بائیس ہندوؤں کے ان میں سے اگر سرکاری کالجوں کو جن کی تعداد کل تیس<sup>۱۳</sup> ہے الگ کر لیجئے جب بھی اٹھاسی کالج خاص ہندوؤں کے رہ جاتے ہیں ان میں بائیس کالج ایسے ہیں جس میں گورنمنٹ کی امداد قطعاً شامل نہیں اور چھیانوہ ایسے کالج ہیں جن میں گورنمنٹ کی امداد جاری ہے تین اور اٹھاسی کی نسبت ذرا غور سے ملاحظہ کیجئے پھر تعلیم کے مپامیٹ کرنے کا فیصلہ کیجئے سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلبہ کی چھیالیس ہزار چار سو تیس<sup>۴۶۴۳۳</sup> ہے جن میں سے مسلمان طلبہ چار ہزار آٹھ سو پچھتر<sup>(۴۸۰۵)</sup> ہیں ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو باسٹھ<sup>(۴۱۵۶۲)</sup> ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ہندو چوبیس<sup>۲۴</sup> کروڑ اور مسلمان سات کروڑ ہیں اس تناسب سے جب کہ

مسلمانوں کے تین کالج تھے ہندوؤں کے بارہ ہوتے۔

مسلمان طلبہ کی تعداد کالجوں میں چار ہزار تھی تو ہندو سولہ ہزار ہوتے لیکن جب کہ  
 اقدامونہ عبرت پیش کر رہا ہو تو سلسلہ تعلیم کو تہ و بالا کرنے میں کس کا نقصان ہو۔  
 جس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑ میں سے صرف چار ہزار مشغول تعلیم  
 ہوں اُس قوم کا یہ ادعا اور ہنگامہ کہ اب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں اگر ضبط و سودا نہیں تو  
 اور کیا ہے سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ”رأسے بے طاقت کرو فسون ست و طاقت  
 بے رأسے ہل و جنوں“۔

مشرقی تعلیم کی کس مہر سی | انگریزی تعلیم جس سے معاش و اہلہ تھی اُس کا جب یہ  
 حال ہو تو عربی تعلیم کا کیا انجام ہوا اُسے شہد اور علوم مشرقیہ سے پوچھے علم کی مندیوں پران  
 ہو گئیں مدارس دینیہ سونے پڑ گئے نہ پڑھنے والا ملتا ہے نہ پڑھانے والا۔

مدرسوں کی تلاش میں اعلیٰ مدارس سرگرداں تھیں جو تیار کرتے ہیں میں قرار  
 تنخواہیں دیتے ہیں لیکن مدرسے جو کہ نہیں ملتا سارے ہندوستان میں پھرتے آئے پانچ چھ  
 عالموں کو سوا کوئی ساتواں اور آٹھواں نہ ملے گا۔ یہ تو آپ کے جمعیت العلماء کے اولین برکات  
 ہیں سے ہر جہاں ایک اعلان پر پانچ سو عالم جمع ہو کر فتویٰ مرتب کر دیتے ہیں لیکن انہوں  
 کہ وہ عالم انس میں سے نہیں ہوتے جو ان کا فیض ہم خاک کیوں تک متعدی ہوتا۔

عوام عربیہ و دینیہ سے مسلمانوں کی لا پر والی و توحش کلاس سے اندازہ کچھ کر کہ ندوۃ العلماء  
 کی اس وقت کیا حالت ہو۔

ندوۃ العلماء کی بنیاد جس اصول پر رکھی گئی تھی اُس سے مقاصد تعلیم زمانہ حال کے  
 مطابق ملے و جبہ الکمال پورے ہوتے تھے علماء اہل سنت کا اختلاف نظام تعلیم سے نہ تھا



یہ مسئلہ تو متفق علیہ تھا۔

ندوہ نے نکلہ علوم عربیہ و دینیہ کے ساتھ تعلیم انگریزی بھی داخل نصاب کی تاکہ اس مدرسہ کا فارغ التحصیل طالب العلم اگر انگریزی تعلیم حاصل کیا چاہے تو پانچ برس میں گریجویٹ ہو جائے اور اگر مطالعہ و محنت کے کام لے تو اس قدر استعداد اس میں موجود ہے کہ بغیر داغہ کلج قوت مطالعہ سے ہر طرح کا فائدہ کتب انگریزی سے حاصل کر سکے۔

ندوۃ العلماء کے سند یافتہ اس وقت ملک میں موجود ہیں ان کی لیاقت و فضل کا ثبوت ان کی مصنفہ کتابوں سے ملتا ہے قوم میں اگر علم کی تشنگی ہوتی تو اس وقت ندوۃ العلماء میں کم از کم دو ہزار طلبہ مشغول درس و تدریس ہوتے مالی حالت اس کی ایسی ہوتی کہ دربد کا سہ گدائی لے کر اسے پھرنا نہ پڑتا لیکن اس وقت جو خستہ و شکستہ حالت اس کی ہو رہی ہے وہ اہل بصیرت سے مخفی نہیں۔ سب مدارس اہل سنت ان سے چشم پوشی کا یہ حال ہے کہ آج اس کی بھی خبر و تیز نہیں کہ اہل سنت کیا معنی ہیں اور اس کی صحیح تعلیم کہاں ہو سکتی ہے۔ دستو جا بجا نیشنل کلج اور اسکول قائم کرنے سے تو یہ کہیں بتر ہوتا کہ اولاً تم اپنی مجموعی قوت سے ندوۃ العلماء کی تائید و تقویۃ کرتے جو باکمال ہستیاں کہ اس وقت علوم عربیہ کی امین و خازن ہیں انھیں ندوۃ العلماء میں لا کر جمع کرتے اور اس اجتماع سے لائق ترین فضلا ایک کافی تعداد میں ملک و قوم کے لئے تم تیار کر لیتے۔

الحاق کا سوال تو ندوہ میں تھا ہی نہیں امداد لیتا تھا سو اس نے بند کر دی انگریزی

تعلیم پہلے سے موجود ہے عربی و دینی علوم تو اس کا اصل جوہر ہے اس سے بتر اور کیا نیشنل کا نمونہ تمہارے ذہن میں ہے ہاں چرچہ چلانا مسلمانوں کو کافر کہنا دین کسی کافر سے سیکھنا رامین کی پوجا میں شریک ہونا بیشک وہاں کے نصاب سے خارج ہے۔

عزیزانِ وطن لیے وقت میں جب کہ اسلام اپنے متبعین کو آخری پیغام بیداری کا  
سے رہا ہو کیا یہ اسی کا موقع تھا کہ مسلمانوں کی جماعت اس طح پر اگندہ کر دی جائے  
ان میں ایسا افتراق ڈالا جائے کہ گھر گھر نزاع قائم ہو جائے۔

کیا یہ اسی کا وقت تھا کہ مسلمانوں کے رہنے سے اخلاق بھی تباہ و برباد کر دیے  
جائیں کیا یہ اسی کا محل تھا کہ ان کی بچی بچائی ہستی یوں کفار میں مدغم کر دی جائے۔

اسلامی تاریخ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ بعد شہادت شہزادہ کونین حضرت سیدنا امام حسن  
رضی اللہ عنہ مختار بن ابی عبید ثقفی نے دعویٰ تو یہ بلند کیا کہ مظالم اہل بیت کا عوض لینا  
چاہتا ہوں لیکن جو خیال کہ اُس کے دل میں مکنون تھا بعد کامیابی اُس کا ظہور ہوا

پھر جو نتیجہ مختار کا ہوا صفحات تاریخ میں وہ عبرت و بصارت کا سبق آج بھی موجود ہے۔

نوحہ خوانانِ خلافت اسلامیہ کی سوگواری مختار ثقفی کی ختم اندازی اور ذاتی

جلوہ آرائی کی ہو تو تصویر ہے ان کی جبروتی و خود نمائی ان کے مضمرات کا پردہ فاش

کر رہی ہے لیکن اس وقت ان کے شرکِ تقویٰ نام کو تو حوالہ سجد کرتا ہوں مسکروا

ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین ؕ

لیکن مسئلہ تعلیم جس پر ساری قومی ترقیوں کی بنیاد ہے اس کے متعلق ان بلند بانگ

حضرات کے تباہ کن فرمانوں کی حقیقت کا اظہار منظور ہے۔

عزیزانِ وطن اگر ان حضرات کو خلافت کی ہمدردی ہوتی اور دل میں اسلام کا درد

ہوتا تو خدمتگزاری دین کی وہ روش اختیار کرتے جو صلحائے اُمت کی سنتِ سفیہ

اقوام و اہم کی تاریخ موجود ہے اُت دیکھو لو۔

مصلحین اُمت اُصول تدریج و آہستگی کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا مصلح کی

تقریباً ہفت دہرودی سے لبریز ہوتی ہے وہ قوم کے ہاتھوں سے جنائیں اٹھاتا ہے۔ مہبتیں جھیلتا ہے لیکن غمگاری و رافت کی روش سے متجاوز نہیں ہوتا اس کے جلال میں ایک شان جمال ہوتی ہے اور اس کے قہر میں رحمت کا جاں نواز پیام ہوتا ہے۔

اس کی زندگی میں مظلومیت کے واقعات بکثرت ملتے ہیں لیکن ظالمانہ حرکات کا اس کے اعمال میں نام و نشان بھی نہیں ہوتا قوم سے وہ فحش و دلخراش الفاظ سنتا ہے لیکن جواب میں قول معروف اس کی زبان پر ہوتا ہے وہ اپنی ہستی مٹاتا ہے اور قوم کی اخلاقی و مذہبی ہستی قائم کرتا ہے اس کی پاک و بے ریا زندگی منکرین و معاندین کے گروہ کو بھی آخر کار رستی کا گرویدہ اور حق کا جویندہ بنا دیتی ہے۔

سو ختم خود را و طرز سخن

شمع را پروانہ را آموختم

لیڈران قوم کی عجیب و غریب تحریکات پر نظر ڈالنے ان کے تشکلات کی بوقلمونی دیکھنے پھر باوجود اس کو رائے لیڈری کے ان کی اس شدت و سختی کا لحاظ فرماؤ جسے مسلسل ہر کس و ناکس کے ساتھ عمل میں لایا جا رہا ہے اس کے بعد یہ فیصلہ سہولت کی بجائے کہ یہ مصلح ہیں یا مفسد و اشرار۔

قومی قوت کے ارکان | قومی طاقت کا انحصار تین چیزوں میں ہے مادی اخلاقی اور روحانی اس وقت نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ مسلمانان عالم ہر طرح کی طاقت اپنے ہاتھوں سے کھوپے کے ہیں مادی قوت کا فقدان تو روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے یہی قوت اخلاقی و روحانی اس کے متعلق شاید بعضوں کو یہ دھوکا ہو کہ مسلمانوں کے پاس ابھی یہ سرسبز باقی ہے لیکن اگر آپ بحیثیت انصاف ملاحظہ فرمائیں گے تو خود معلوم ہو جائیگا کہ مسلمانوں کی

یہ متاع بے بہا بت پہلے ٹوٹی جا چکی ہے ہاں کچھ دُھندلی سی نشانی رہ گئی تھی اس صدی میں مسلمانوں نے اُسے بھی اپنے ہی ہاتھوں مٹا دیا۔

میں اس کی تفصیل و تثبیت کرتا نہیں چاہتا کہ مسلمانوں کے اخلاق میں اس درجہ تنزل آگیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ عیارِ اسلامی پران کے اخلاق کھرے ثابت نہیں ہوتے نہیں بلکہ دیگر غیر مسلم اقوام کے اخلاق سے بھی ان کا اخلاق کہیں فروتر ہو گیا ہے یہی روحِ ناست وہ عقائد و سیرا نام ہے۔

اگر کوئی مسلمانوں کی اخلاقی و روحانی کمزوری اس درجہ تسلیم نہیں کرتا تو اسے یہ خطاب بھی نہیں ہو لیکن حقیقت میں حضرات سے گزارش ہے کہ جس قوم کے پاس نہ دولت ہو نہ اخلاق نہ علم ہو نہ تمدن ایسی گری ہوئی مُردہ قوم کے سامنے وہ پیش کرنا جو کسی زندہ قوم کے لئے سزاوار تھا خیر خواہی نہیں بلکہ بدخواہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ ایک طفل نوزائیدہ کو ایک وقت میں دو دھ چھوڑنا پڑے گا اور غلہ کھانا ہو گا لیکن اگر کوئی بہ لحاظ آئندہ آج ہی اُسے روٹی کھلائی شروع کرے اور دو دھ چھوڑا دے پھر دلیل یہ لائے کہ جو غذا دو برس بعد اس کی ہوگی اُسے آج ہی اختیار کیا جائے۔

اور جو چیز دو برس بعد غلہ و چھوڑنی ہوگی اُسے آج ہی ترک کیا جائے توئی آج ہی اسے عمل کرنے والا اُس طفل نوزائیدہ کا خیر خواہ نہیں ہے بلکہ قاتل ہے اپنی بد نصیبی کو اپنی سلفطائیت سے منہ پی رکھنا چاہتا ہے۔

انسان نظر سے کام لیجئے تو لیڈرانِ موسمی کی تحریک کی سزا سرفطائیت معلوم ہو جائیگی وہ باتیں جو بعد قوت و طاقت کے کہ جانے اور کئے جانے کے قابل تھیں

انہیں حالت ضعف میں اس شد و مد سے پیش کرنا فی الحقیقت ناتواں قوم کو مٹا دینا ہے۔ ہندوؤں کی تعلیم گاہوں کی خبر نہیں اس لئے ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں کس قدر طاقت ہے لیکن مسلمانوں کی تعلیم گاہوں کا ضعف واضح حال ہر پہلو سے واضح ہے باوجود اس جدوجہد کے جس میں تیس برس سے درمندان قوم مسلسل مصروف ہیں مسلمانوں کے پورے ہندوستان میں تین کلچ قائم ہو سکے یونیورسٹی کا غلغلہ جب اس زور شور کے ساتھ اٹھا کہ خواندہ و ناخواندہ اور محتاج و امیر دونوں یکساں جوش سے لبریز معلوم ہو رہے تھے تو اُس وقت جو سرمایہ جمع ہو سکا اُس کی مقدار تیس لاکھ سے کچھ زیادہ ہی اسی کے مقابلہ میں ہندو یونیورسٹی کو دیکھنے اس کے لئے جو سرمایہ فراہم ہوا ہے اُس کا اندازہ ہندو یونیورسٹی کو دیکھنے سے کیا جاسکتا ہے لیکن مثال کے لئے ایک واقعہ پر اکتفا کیجئے۔

انہیں ایام میں جب کہ کالجوں کے الحاق و ترک امداد مالی کا مسئلہ اٹھایا گیا پینڈ مالویاجی ایک ہفتہ کے لئے بمبئی کا سفر کرتے ہیں اور سات دن میں اُس قدر روپیہ لے آتے ہیں جس قدر مسلمانوں کا کل سرمایہ یونیورسٹی ہے۔

تعداد کلچ اور تعداد طلباء مسلمین ابھی گزارش کر چکا ہوں مالی حالت کے لئے ایک واقعی مثال پیش کر دی گئی اگر اس سے زیادہ واضح بیان کروں تو اس کا خوف ہے کہ شاید بایوسی کوئی اور مضر نتیجہ پیدا کرے لہذا ناظرین سے یہ گزارش کہ وہ اپنی توجہ مسئلہ مدارس کی طرف مبذول فرمائیں۔

اسلامی درسگاہوں میں منتظمین کالج و اسکول نے ابتدا میں بعض ایسے امور اختیار کئے کہ جن سے اپنی تعلیم گاہ کو فروغ دینا اور طلبہ میں بلند جوصلگی کا پیدا کرنا منظور تھا اعلیٰ

دیکھ کر سرکاری کا آنا تقسیم انعام میں شریک ہونا چاہئے کی دعوت میں مجتمع ہونا وغیرہ وغیرہ ان سب کی غایت یہ تھی کہ طلبہ سے جھجک دور ہو اور استعجاب و استغراب مٹ جائے تاکہ آئندہ زندگی میں انہیں ہر طرح کی سہولت ہو سکے۔

لیکن افسوس کے ساتھ یہ کٹنا پڑتا ہے کہ ان امور نے جو مقاصد کے لئے محض ذریعہ واسطے تھے مسلمانوں کی بہت تہمتی اور حوصلہ کی شکستگی تو مقصود بالذات کا مرتبہ حاصل کیا اس کی بجائے منزل رساں ہونے کے پاؤں کی زنجیر ہو گئی۔ اس کی ایسی مثال ہونی کہ ایک شخص کے دل میں یہ ذوق پیدا ہوا کہ وہ فلک میں صنعت خالق السماوات کا مطالعہ کرے اس مقصد کے لئے ایک دور بین کی تیاری شروع کی لیکن اس کے کل پُرزے کے تزیین و تجمین میں ایسا مصروف و مشغول ہوا کہ عمر اس کی تمام ہو گئی اور کبھی اُسے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا نصیب نہوا و دستوب کبھی واسطہ کو مقصود بالذات سمجھ لیا جائے گا تو اس سے یہ محرومی حاصل ہوگی۔

ایسے درد مند مسلمان جنہیں یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمانوں کو من حیث قوم مسلم اسی وقت ترقی نصیب ہوگی جب کہ ان میں حقیقی معیار قومی پر تعلیم کا اجراء ہوگا انہیں حضرات فقیر بنوا کی یہ التماس ہے کہ یہ موقع ایک لمحہ تغافل کا بھی متحمل نہیں ضرورت ہے کہ جلد سے جلد ترقی باہمی مشورے سے تعلیم لگائیں گا ہوں گا ایک صحیح نصب العین قرار دیا جائے۔

پہلے واقعات ماحول پر گہری نظر ڈالی جائے مسلمانوں کی موجودہ مادی اور مذہبی استطاعت کا صحیح اندازہ کیا جائے اس کے بعد ایک ایسی شاہ راہ کی طرف رہبری کی جائے جو فی الحقیقت منزل رساں ہو نیز اس پر کثیر تعداد کا چلنا سہل و آسان بھی ہو

اصول شریعت غراہ و ملت بیضا، کو مد نظر رکھ کر یہ گزارش ہے کہ طلبہ میں احساس و  
ایشیا پیدا کیا جائے بظاہر یہ دونوں امور محض ہی خفیف معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت  
تمام ترقیوں کا راز انہیں دو باتوں میں مخفی ہے۔

موجودہ ہنگامہ آرائی کو دیکھتے ہوئے احساس کی تحریک اور بڑی نظروں سے  
گزر جاتی ہے لیکن اس وقت فقیر کا خطاب لیڈر حضرات سے نہیں ہے بلکہ اُس گروہ سے خطاب ہے  
جو بیچ بیچ مذہب کا درد رکھتا ہے اور دین کی خدمت اپنی سعادت جانتا ہے ایسے نیک  
نیت مخلص بزرگوں سے مودبانہ التماس ہے کہ اس دور شور و فتن میں زبان درازی اور  
فحش گوئی جو مسلمانوں کے درد زبان ہو رہی ہے اس تباہ کن حصہ کو علیحدہ کر دیجئے پھر  
اُس سوز قلبی اور جوش دلی سے مقابلہ کیجئے جو موقع جنگ بلقان پر ہر قلب مسلم میں  
تھا تو چند ہی لمحات کے تفکر میں آپ کہہ اٹھیں گے ع

اے طبل بلند بانگ در باطن پہنچ

اس بحث کو نہ چھیڑیے کہ مسلمانوں کا موجودہ جوش مذہبی ہے یا سیاسی ملکی ہے یا  
دینی مصنوعی ہے یا فرضی واقعی ہے یا وہی۔

اس وقت تو اس التماس کو قبول کیجئے کہ طلبہ میں احساس پیدا کرنے کی ضرورت  
ہے یہاں یہ سوال کہ احساس کیوں کر پیدا کیا جائے اور پھر اُس احساس سے کس طرح مفید  
نتائج پیدا کئے جائیں اسے اُس وقت تک ملتوی رکھئے جب کہ آپ حضرات کی منتخب  
جماعت اس فیصلہ کے لئے مجتمع ہو۔

راہ دوسرا مرعنی ایشیا اُس کا درگاہوں میں ایسا نقدان ہے کہ عربی مدارس بھی  
اس سے محروم ہو گئے مدارس میں اولاً کس طرح کے ایشیا کی حاجت ہے مختصر الفاظ میں ایشیا

گزارش کئے دیتا ہوں عموماً درگاہ کے تین ارکان ہوا کرتے ہیں پندرہ رکن تنظیم کی جماعت ہے دوسرا رکن جماعت معلمین و اساتذہ ہے تیسرا رکن جماعت طلبہ و معلمین ہے طالب علموں کو یہ پابندی ہے کہ تحصیل علم میں ہر وہ چیز جو سٹنگ راہ ہو اسے بالکل نظر کر دین وقت کی بربادی مطالعہ سے محرومی کتاب تحصیل سے بے نصیبی جس معاشرت و عادت کا اثر پہنچتا ہے اسے یکسو خود سہو کر دینے کا عزم بالجزم کر لیں۔

اساتذہ کو بھی اس ایثار میں طلبہ کا شریک حال ہونا چاہیے وہ وضع اور طرز زندگی جو منافی تعلیم ہے اس سے دست بردار ہوں معلم صرف اسی وقت استاد و سبق آموز نہیں ہے جب کہ وہ مندرس اور کرسی تعلیم پر باکر بیٹھے بلکہ اس کی پوری زندگی ایک خاموش درس اپنے تلامذہ کو ہر وقت دیا کرتی ہے نقوش و حروف کا درس دینا بت آسان ہے لیکن اپنی عملی زندگی سے علمی و اخلاقی اسباق کی تعلیم حقیقی تعلیم ہے۔ تنظیم کی جماعت کو بھی اس قدر ایثار سے ضرور کام لینا ہو گا کہ وہ اساتذہ کو اپنا شریک عمل سمجھ کر مساویانہ حیثیت سے تعلیم اور اس کے متعلقات کی طرف مشغول رکھیں ان کی افسری و حکمرانی میں بھی ایک شان برادر نوازی اور عزت افزائی کی ہو وہ صحبتیں اور ملاقاتیں جو ضابطہ و قانون سے ماوراء ہیں ان میں اخلاق و تواضع کا اور بھی دیکھنا چاہئے۔

اس وقت اس سے زیادہ تفصیل ایثار کی مقصود نہیں مصلحین قوم غور فرمائیں اور خود فیصلہ کر لیں کہ تعالیٰ کا ہوں کے لئے کس طرح کے ایثار کی حاجت ہو گی جو نمونہ ایڈوانس موٹی ایثار کا پیش کر رہے ہیں اس پر تو ہزار تین پروری و عشرت پرستی قرآن سے موٹا کرہ اپن لینا بلا تنخواہ کسی کام کا ذمہ اپنے متعلق کے لینا نہایت سہل آسان ہے



لیکن جس خدمت کا بار اپنے ذمہ لیا جائے اُسے خدمت سمجھ کر صحیح اور سچی محویت سے انجام دینا نہایت ہی اہم و محرکہ الٰہی ہے۔

مسلمانان ہند کو یہ موقع ضائع نہ کرنا چاہیے اگر اس وقت بھی انہوں نے اپنی تعلیم گاہوں کا صحیح نصب العین قرار نہ دیا تو پھر آئندہ کے لئے ذلت و خواری سے رستگاری کی کوئی سبیل نہیں بہت سی لایعنی و فضول باتیں بہ تعلیم یورپ مدارس میں اس طرح داخل ہو گئی ہیں جو خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے حق میں تباہ کن ہیں اس وقت ہمت و دردمندی اور اخلاص کی سخت ضرورت ہے قدیم طرز کی گرویدگی اور یورپ کے ہر ادا پرستیگی سے اب کچھ ماہل نہیں۔

قطع نظر اس تہذیب و اعلام کے جو یورپ کے میدان جنگ سے ہوناک باز پرسوں اتنی کی اطلاع مسلمانوں کو دے چکے خود لیڈران موسمی نے علماء سیاسی سے مل کر مسلمانان ہند کو ایسے کفر و شرک کے بھنور میں پھنسا رکھا ہے کہ دو ہی تین برس بعد ہندوؤں کی ایسی متعصبانہ حکومت ان پر شروع ہو جائے گی کہ فرار کی راہ بھی نہ ملے گی اس لئے آخر میں پھر نہایت تیار زندانہ التماس ہے کہ تعلیم گاہوں کی طرف سے غفلت نہ کیجئے۔ الحاق و امداد مالی نے نہ مسلمانوں کو تباہ کیا ہے نہ آئندہ کی تباہی کا ان سے خطرہ بلکہ مقصد تعلیم و تعلم سے بے پروائی کا یہ نتیجہ ہے جو پیش نظر ہے۔

لیڈران موسمی جو ترک الحاق و امداد مالی پر اپنا زور صرف کر رہے ہیں اس کی یہ علت نہیں کہ ان دونوں امور کو وہ سنگ راہ مقاصد تعلیم یقین کرنے ہیں بلکہ انہیں تو مسلمانوں کا گھر تباہ کر کے ہندوؤں سے غفلت تشریف پانا ہے۔

ان کی جاہ طلب نگاہوں نے جب یہ دیکھ لیا کہ سلطنت برطانیہ کی روز افزوں

پشیم عنایت نے ہندوؤں کو اس قابل بنا دیا کہ اب ہوم رول اور سواراج کا مطالبہ ان کی زبان سے ایک صحیح ہو چکی تمنا کا اظہار ہے تو وہ اشخاص جن کی طبیعت میں حکومت کی غاشیہ برداری خمیر تھی انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ ساعت دور نہیں جب کہ انگریز ہندوؤں کو ان کا منہ مانگا سواراج دے کر خود اپنے ملک و وطن کو چلے جائیں اس وقت ہندوؤں کی اطاعت و فرماں برداری اضطراری و بے اختیار ہی ہوگی جس کی آستانہ سواراج پر نہ کوئی قیمت ہوگی نہ کسی طرح کی قدر دانی۔

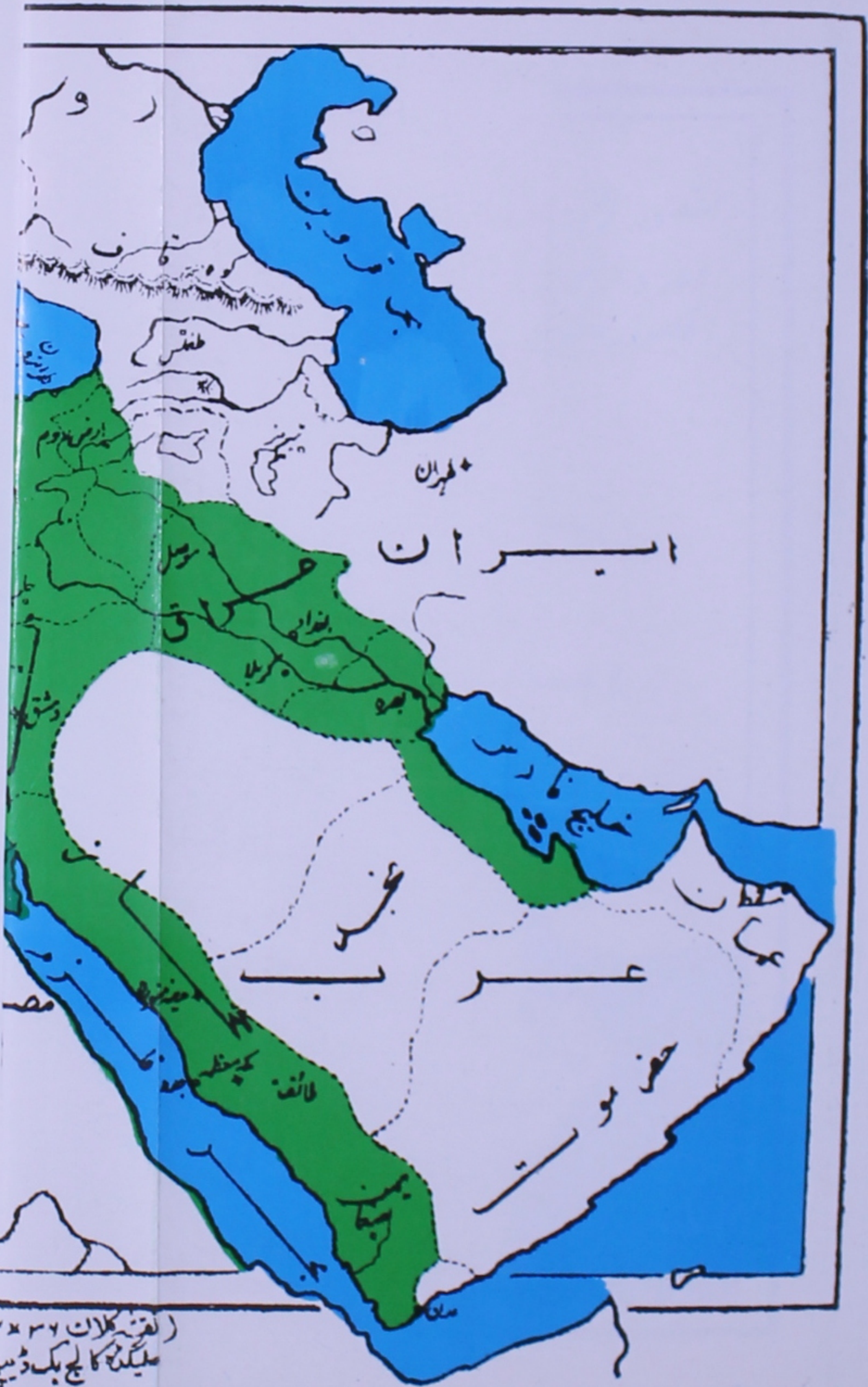
لہذا یہی مناسب ہے کہ قبل اس کے کہ ہندوؤں کو حکومت مل جائے اور انگریز حکومت ہند سے دست کش ہوں نئی ہونے والی حکومت کے ساتھ ابھی سے ارادت مندی و عقیدت کیشی کی سلسلہ جنابانی اُمید افزا ہے اسی ضمن میں انگریزوں سے بیزاری کا بھی اظہار کر دیا جائے تو کچھ غیر مناسب نہ ہوگا۔

اسی نقطہ خیال نے پرستاران حکومت کو غلامی ہنود پر مجبور کیا یہ خیال جس تہمت و جرات کی تصویر پیش کر رہا ہے اور قوت ایمانی کی جیسی شکل دکھا رہا ہے اُسے چھوڑنے صرف از روئے دیانت و انصاف یہ فیصلہ کیجئے کہ اسلام و مسلمین کی اس میں کیا فلاح و بہبود ہے آج انگریزوں کی حکومت ہر کل ہندوؤں کی ہوگی تبدیلی حکومت اور غیر خودی ملت میں کیا علاقہ ہے اسے حضرات لیڈر ہی ارشاد فرمائیں۔

ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن اس وقت انگریزوں اور انڈیا کی قوت ہندوستان کی بدولت ہے جب انگریزوں کی حکومت ہندوستان میں نہوگی تو اُس وقت مسلمانوں کا خلافت کا ترکوں کا سب سے بڑا دشمن کمزور ہو جائے گا یا عداوت کے قابل نہ رہے گا اس عجیب مغالطہ آمیز منطوق کا جواب کیا دیا جائے۔

اس موقع پر ایک نقشہ پیش کرتا ہوں جو عالی جناب پروفیسر قاضی جلال الدین صاحب مراد آبادی کے قلم کا نتیجہ ہے اُسے ملاحظہ فرمائیے سنیہ کا نقشہ پہلے ملاحظہ ہو اسی کے مقابل سنیہ کا نقشہ ہی اُسے دیکھئے جنگ طرابلس کا آغاز سنیہ میں ہوا ہی اور سنیہ میں جنگ یورپ کا خاتمہ ہے اسی آٹھ برس کی مدت میں ترکی سلطنت کیا سے کیا ہو گئی یورپین طاقتوں نے کس طرح اپنے ہتھے بخرے کر لئے اسے نقشہ میں پھر ملاحظہ کر لیجئے کہ وہ ارضی کے وہ مقدس حصص جن پر صدیوں تک احد قدوس کا نام لیا گیا تھا جہاں سے بحیرہ اہلیل کی صدا بلند ہو کر کفار کے دل کپکپا دیا کرتی تھی آج وہاں تثلیث کا علم بلند اور کفر کا بازار گرم ہے اس خاکدان عالم میں اسلام کو سلطنت کرتے ہوئے چودہ صدیاں گزریں اس اثنا میں متعدد خاندان اسلامی کے ہاتھوں میں شمشیر اسلامی کا قبضہ رہا بہت ملک فتح ہوئے بہت سی قومیں اسلام کی اطاعت میں آئیں لیکن قلب یورپ کو جس کی برہنہ شمشیر نے صلیب پرستوں سے قطع کر کے خدا پرستوں کے مقبوضات کے حاصل کر دیا وہ ترک ہیں۔

یہی وجہ ہے جو یورپ کا ہر عیسائی ترکوں کو دیکھ کر اپنی انسانیت اپنی مدنیت اپنی شان علمی اور اپنی تہذیب بھول جاتا ہے ترکوں کی تاریخ جنہوں نے مطالعہ کی ہے ان کو لگے یہ کوئی راز نہیں کہ یورپ میں جس سلطنت نے طاقت و قوت حاصل کی وہی سلطنت ترکوں کی سب سے بڑی دشمن رہی ہے ایک زمانہ روس کی عداوت و بے حیثیت کا تھا اب انگریزوں کا وقت آیا ہی ابھی تیس برس کا بھی زمانہ نہیں گزرا جو اٹلی کا وجود محض تھسیر و کس پیر میں سمجھا جاتا تھا لیکن جوں ہی کہ اُس نے قوت حاصل کی اپنی حوصلہ آزدائی کے لئے اُسے طرابلس کا میدان سب سے پہلے دکھائی دیا۔



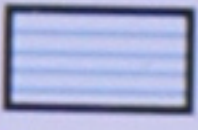
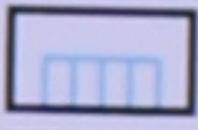
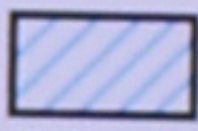
(نقشه کلان ۳۶ ۳۷  
 میلاد کالج بک و سیو)



## نقشہ سلطنت عثمانیہ نمبر ۱۔

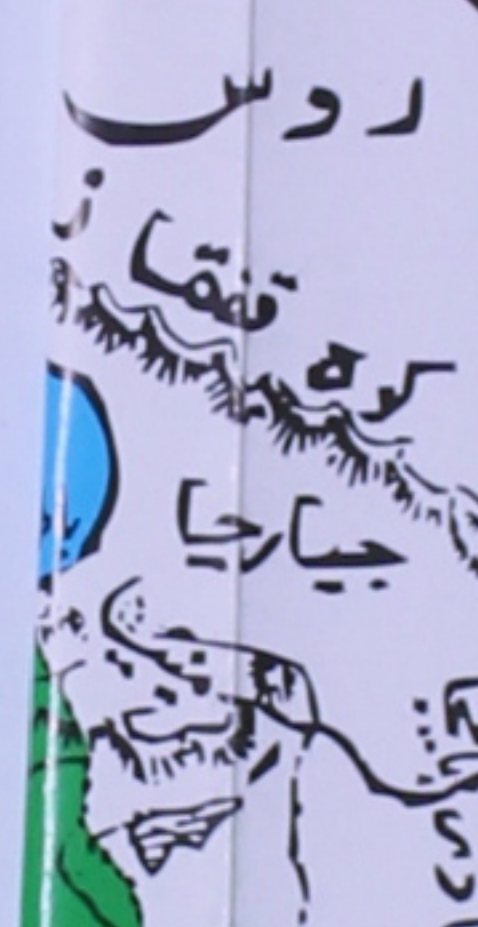
- ۱۔ انہاے عروج سلطنت دنگین چودہ سے دکھلا گیا ہے۔
- ۲۔ جس قدر علاقہ قبل از جنگ بلقان و طرابلس ترکوں کے قبضہ اقدار میں تھا وہ پُرزنگ کر دیا گیا ہے۔

مقصور برتنيه  
 مصر و فرانس  
 مقصور يونان



+ طران

# ايران



ربع الحاربي  
 حضرموت



روس

قفقاز

جورجيا

ارمنيا

آذربايجان

عراق

سوريا

ايران

افغانستان

عراق

سوريا

ايران

افغانستان

عراق

سوريا

ايران

افغانستان



نقشہ سلطنت عثمانیہ نمبر ۲  
 ۱۔ جس قدر حصہ ترکوں کے قبضہ میں فی الحال  
 باقی چھوڑا گیا ہے وہ پُرمانگ ہے۔  
 ۲۔ نکالے ہوئے ملک کی طرف جدید رنگین ہیں۔  
 (پہلی تاریخ ۱۹۲۱ء)

دوستوں انصاف شرط ہے اس وقت زار روس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا روسی سلطنت  
 ایک عجیب اُمید و بیم کے عالم میں ہے لیکن روس کی تباہی سے ترک کہاں سلامتی کے  
 برکات پہلے کے اسی طرح اگر انگریز تباہ ہو گئے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ترکی اقتدار  
 قائم ہو جائے گا روسیوں کے بعد انگریز نمودار ہوئے تو ان کے بعد کوئی اور دوسرا  
 حریف پیدا ہو جائے گا۔

اس حقیقت سے انکار کی تمہیں کیوں کہ جرات ہوتی ہے کہ قوم ہو یا شخص اپنی تاب  
 توانائی سے قائم و باقی رہ سکتا ہے نہ کہ دشمن کے ضعف و ہلاکت کے کیا ایک مریض و نحیف  
 اُس وقت تندرست و قوی ہو جائے گا جب کہ اُس کے دشمنوں میں سے ایک قوی دشمن  
 ہلاک ہو جائے اور اپنی نیابت اُس کے دوسرے دشمن کے سپرد کر جائے۔

عزیزان وطن! پاک مذہب اسلام جس کی ساری تعلیمات کا جوہر توحید خدا پرستی ہے  
 اُس کا دشمن تم صرف انگریزوں کو کیوں قرار دیتے ہو ہر وہ مذہب باطل جو دنیا میں موجود  
 ہے یا کسی وقت اختراع کیا جا سکتا ہے وہ اس دینِ قویم اور عراط مستقیم کا دشمن جانی ہے  
 کفر و اسلام میں جب کہ تضاد ذاتی ہے پس یہ مجال عقلی ہے کہ کوئی مذہب کفر ٹھنڈی  
 آنکھوں سے اسلام کو دیکھنا گوارا کرے ہاں مجبوری معذوری کی اور بات ہے قرآن کریم نے  
 سیکڑوں جگہ اسی کی خبر دی ہے پس مسلمانوں کو خود اپنے آپ میں قوت پیدا کرنے کی  
 ضرورت ہے نہ کہ غیر قوم میں جذبہ مدغم ہونا۔ یہی شریعت کا فتویٰ ہے اور یہی عقل سلیم کا حکم  
 ایک دشمن سے نجات پانے کی تدبیر میں دستگیری سے قبل دوسرے دشمن کے ہاتھوں  
 میں گرفتار ہو جانا عقل کا فتویٰ ہے نہ تمہیں حکم شریعت الہی ہے۔

تخصیص ایضاً اگر یہ قدر ضرات شور و غوغا اور جنگ و جدال کا موقع نہیں انصاف کے ساتھ



امریکہ کے مذاکرے کو طے فرمایا ہے آپ نظام تعلیم میں تبدیلی چاہتے ہیں یہ کوئی نئی تمنا نہیں  
 مدتوں سے اس کی سہی جاری ہے کلکتہ یونیورسٹی باوجود ان تمام تعلقات کے جو گورنمنٹ سے  
 اُسے حاصل ہیں باعتبار دیگر یونیورسٹیوں کی بہت زیادہ قوم اور ملک کے حق میں مفید ہوتی  
 جاتی ہے سر آشوتوش کرجی نے ریفارم ایکٹ منے سے قبل اور اس سے پیشتر کہ صیغہ تعلیم کا منسٹر  
 ہندوستانی ہوا اپنے زبردست مدبرانہ تدابیر سے اس حد تک سہولت پیدا کر لی ہے  
 کہ بقیہ چار یونیورسٹیوں کا نتیجہ ایک پلہ میں اور کلکتہ یونیورسٹی کا نتیجہ دوسرے پلہ میں رکھا  
 جائے تو پھر بھی کلکتہ یونیورسٹی کا پلہ بھاری رہے گا۔

پس اگر آپ کا مقابل فریق یہ عرض کرتا ہے کہ موجودہ تعلیم گاہوں کو تباہ نہ کیجئے  
 بلکہ اپنے زبردست دلائل اور قوی براہین سے انہیں بھی فائدہ بخش بنائے چار ہزار  
 طلبہ جو اس وقت مصروف تعلیم ہیں انہیں ترک تعلیم کا وعظ نہ فرمائیے۔ ہاں چھ کڑوٹھناؤں  
 لاکھ چھیاؤں سے ہزار مسلمانوں کے لئے جیسی تعلیم گاہ آپ چاہیں قائم کریں پس یہ التماس  
 کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۲) انگریزی تعلیم یا انگریزی ملازمت یا مہری کونسل مسلمانوں نے تائید و حمایت  
 و استحکام حکومت انگریزی کے خیال سے نہ اختیار کی تھی نہ اس وقت اس خیال سے  
 اس کی تائید کر رہے ہیں بلکہ مقصود اس سے اپنا اور اپنی قوم کا نفع اور قیام تھا ہندوؤں  
 کا بھی یہی مقصد تھا لیکن مسلمان اپنی سہل انگریزی و تن آسانی کی بدولت مقصد سے غافل  
 ہو گئے اور ہندوؤں نے مطلب و غایت کو ایک آن بھی فراموش نہ ہونے دیا پس اس وقت  
 مسلمانوں کو صحیح مقصد و مطلب کی طرف متوجہ کرنا مفید ہے یا ہر ایک امر کے ترک کی  
 تلقین منفعت رساں ہے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۳) آپ مسلمانان ہند کو ہر طرح کی قوت و طاقت سے بھر پور تسلیم کرتے ہیں دوسرا فرقہ ان کے ضعف و ناتوانی کا یقین رکھتا ہے اس لئے اُس کی درخواست یہ ہے کہ پہلے قوت پیدا کیے پھر اسی مقدار کی مناسبت انہیں عمل کا حکم دیکھے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۴) آپ اس پہلو کو بالکل نظر انداز فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال و تباہی کی حقیقی علت کیا ہے اسی لئے اُس جانب چشم پوشی ہے لیکن آپ کا فرقہ مقابل یہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کی بعقیدگی تو حید سے بے نصیبی عبادات سے بے تعلق معاملات میں شریعت کی خلاف ورزی کا یہ نتیجہ ہے جو سامنے آیا ہے پس اصلاح مسلمین میں اس پہلو کو نظر انداز نہ فرمائیے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۵) آپ دین و مذہب کی حقیقت صرف اس قدر قرار دیتے ہیں کہ دنیا کمانے کا سب سے زیادہ موثر آلہ ہے ان کو مطیع فرماں بردار بنانا اور انہیں جوش میں لانا نام کا نام لے کر بہولت حاصل ہوتا ہے اسی غرض سے دانشمندیوں نے مذہب کا ایجاد کیا لیکن آپ کا فرقہ مقابل یہ کہتا ہے کہ مذہب کے متعلق ایسا عقیدہ سخت الحاد و زندقہ ہے دنیا محض بے حقیقت شے ہے اس جب کبھی اہل حق کے پاس یہ آئی ہے تو اس کے متعلق دین کی فحش گزارى ہوتی ہے فادم کو مخدوم سمجھنا نہ صرف نادانی ہے بلکہ جنون دیوانگی ہے یہ التماس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

(۶) آپ یہ کہتے ہیں کہ دین و مذہب باقی رہے یا مٹ جائے لیکن دنیا کسی طرح ہاتھ لئے اسی خیال سے آپ ایک ہندو کو امام مہدی علیہ السلام کا رتبہ دیتے ہیں حدیث میں مخریف کہتے ہیں تفسیر کی ناتمام عبارت نقل فرماتے ہیں لیکن آپ کا فرقہ مقابل یہ کہتا ہے

کہ ساری دنیا بھی اگر ایمان فریضی پر مل جائے تو وہ ملعون ہے ہاں دین کی شوکت و توت کے لئے اگر دنیا شرعی طور پر حاصل کی جائے تو وہ دنیا نہیں بلکہ محافظ دین ہے جس طرح رُوح جب تک کسی جسم میں باقی ہے تو اُس کے لئے ماکل و مشارب مسکن و ملابس و دیگر ضروریات زندگی کا سامان درکار ہوتا ہے لیکن ایک قالب بیجان جس سے رُوح نے مفارقت کر لی ہو تو اُس کے لئے صرف لحد کا گوشہ کافی ہے پس اگر مسلمانوں نے اپنی قومی رُوح یعنی مذہب ہی کھو دیا تو پھر اس سر دلاش کے لئے پیوند خاک ہی ہونے کا فتویٰ ہے یہ اتھاس کفر و حرام کس دلیل شرعی کی بنا پر ہے۔

جوش کی تعلیم لیتے ہوئے خیر اس تمام شدت و استبداد کا یہ عذر فرض کر لیا جاتا کہ اس وقت الہتاب

اندرونی نے گرامی قدر لیڈروں کو ایسا مضطرب کر دیا ہے کہ آنکھوں سے نیک و بد کی تمیز اٹھ گئی ہے، مضطرب بے قرار پر الزام کیا لیکن جب اس حقیقت پر نظر پڑتی ہے کہ یہ سارا جوش و خروش طرف اس لئے ہے کہ کفر کی گرم بازاری اور کفار کی چیرہ دستی ہو تو پھر سارا الفاظ کھل جاتا ہے اور آپ کے خود ساختہ مذہب کی حقیقت بالکل ہی بے نقاب ہو جاتی ہے

اہل بصیرت و ارباب خبرت سے یہ راز مخفی نہیں کہ بلند بانگ لیڈر کے قلوب آج بھی یورپ و انگریزیت کے محبت کے لبریز و مالامال ہیں لیکن باوجود اس کے جو انگریزوں کو اس پابندی و التزام سے ہر روز بُرا کہا جاتا ہے کہ نمازیں ادا ہوں یا قضا تلاوت کلام مجید سے آنکھیں سعادت اندوز ہوں یا بے نصیب و محروم مگر یہ ورد قضا ہونے پائے اس کی علت نہ تو انگریزوں سے بیزاری نہ نفرت ہے نہ اسلام کی ورد سندی و خیر خواہی بلکہ یہ بھی تقلید اہل ہنود و کفار میں ادا کی جا رہی ہے۔

ہندوؤں کو انگریزوں سے نفرت ہے، بلند بانگ لیڈر بھی نفرت کا اظہار انگریزوں سے

کرتے ہیں ہندوؤں کو سواراج چاہیے بلند بانگ حضرات بھی سواراج کے لئے صدائے  
 احتجاج بلند کرتے ہیں ہندوؤں کو انگریزوں سے عداوت ہے اور وہ ان کے درپے  
 اخراج ہیں بلند بانگ لیڈر بھی اس کی نقل اُتارتے ہیں خلاصہ یہ کہ انھیں تو ہنود کی  
 رضا و خوشنودی مطلوب ہے جو وہ کہیں گے یا کریں گے بلند بانگ لیڈر اسی کی محاکات  
 کر دیں گے۔

صلح نامہ ترکی میں اگر تبدیلی نہ ہوئی تو ایشیا میں برٹش گورنمنٹ کا اقتدار خیال  
 سواراج کو باطل کر دے گا اس لئے ہندو متیاب ہیں بلند بانگ لیڈر بھی باتباع ہنود  
 مصروف مرتبہ خوانی ہیں۔

ہاں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ محبوب کا ذکر ایسا بناو سلباً ہر طرح لذت بخش ہوتا ہے  
 خاص کر شاعرانہ تخیل معشوق کو قاتل ظالم سفاک بیوفا اور بہ عمد کے بغیر حق عاشقی سے  
 ٹکدوش ہی نہیں ہوتا اسی مناسبت سے اسے قبل انگریزوں کے مناقب و اوصاف کے  
 زبان لطف لیتی رہی اب ان کی ہجو و ذم کی باری ہے۔ شاعرانہ مذاق پر انھیں کی یا  
 ہو رہی ہے اور انھیں کے نام کا درد ہے۔

یہی کے تمام اس وقت صلح لیڈری پر جن کا وجود سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ دو قسم کے  
 اشخاص ہیں ایک تو وہ ہیں جن کی ہستی اور نمود کا مدار اسی لیڈری پر ہے مسلمانوں کے  
 سامنے اشغال انگیز تحریکیں یکے بعد دیگرے پیش کرتے رہنا ان کی لیڈری کی جان ہے  
 ایک امر تباہ کن کا سامنے لانا اور پھر قبل اس کے کہ مسلمان اس تباہی سے باخبر ہوں  
 دوسری تباہی ان کے سروں پر لاکر، میجان میں ڈال دینا ان کی لیڈری کا جوہر ہے  
 اسی کے ساتھ جلب مال کا اصول کسی حال میں نہ بھولنا لیڈری کی روح رواں ہے۔

دوسری قسم کے وہ اشخاص ہیں جن کی گورنمنٹ میں جب زیادہ قدردانی نہ ہو سکی دربار  
 وغیرہ کے مواقع پر معمولی اشخاص کے ذیل میں ڈال دیئے گئے تو پھر مجبوراً  
 دیکھا کہ وہ ملتا ہی نہیں کعبہ کو ہوئے

اس میں ایک سریہ بھی تھا کہ شاید حکومت پر ایسی دھمکی پڑ جائے کہ جس سے خائف  
 ہو کر تلافی مافات کرے اسی کے ساتھ اگر دین پر بھی مفت کرم و شستن کی رسم ادا ہو جائے  
 تو کیا مضائقہ غرض نمایاں لیڈ کی حقیقت ان دو صورتوں سے خالی نہیں رہے ان حضرات  
 سے ماورا ان کے حسب حال غالب کا یہ مصرعہ سچ

مجھے تو خوف ہے کہ جو کچھ کہو بجا کیئے

حضرات لیڈر انصاف شرط ہے موقع جنگ بلقان پر وفد طیبہ جانے کی تجویز ہوئی  
 بلا اختلاف مسلمانان ہند نے اس تحریک پر لبیک کہا دل کھول کر چندہ سے وفد کی اعانت  
 کی آپ اس کا حساب نہیں لیکن اس قدر بتائیں کہ وفد طیبہ کے مصارف کا آٹھ کھاس وفد  
 اپیل سے جوابی لائڈ جاری کی خدمت میں پیش ہوا تھا کیا مقابلہ ہے جب کہ مسلمان  
 ایک موقع پر رقم منظر خدمت خلافت کے لئے پیش کر چکے تھے جب کہ مسلمانوں کے روپے  
 سے مسجد کانپور کے متعلق آپ کو زیارت عروس البلاد لندن کا لطف مل چکا تھا تو پھر اس  
 موقع پر بھی اگر اس خدمت دینی کی سعادت صرف مسلمانوں کے حصہ میں مخصوص رکھی جاتی  
 تو کیا کفر و حرام ہوتا اگر مسلمان کافی سرمایہ آپ کی عشرت پرستی کے لئے جمع کر کے آپ کی  
 اپنے بعض لذتوں کو قربان کر دیتے اور کتاب محرمات شرعیہ اور اسراف بجا سے محفوظ بھی  
 رہتے اور ہندوؤں کو استعانت بھی نہ ہوتی جو موالات حقیقی ہے۔

حضرات لیڈر اہل حق کی آپ کے اختلاف کی اصلی وجہ یہی ہے کہ آپ اہل ہندو سے

دوسرے تعلقات پیدا کر رہے ہیں جنہیں حق سبحانہ نے حرام فرمایا ہے۔ موالات و داد اور کون، یہ تین ایسے امور ہیں جنہیں ایک مومن کسی حال میں بھی کسی کافر کے ساتھ بستے اور پیدا کرنے کا مجاز نہیں بنا یا گیا آپ حضرات انہیں منہی عنہ امور کو نہ صرف جائز بلکہ واجب و فرض قرار دے رہے ہیں۔ کمال فلو اور انتہائے انہماک سے کفر کی ابراد اور مسلمانوں کے حقوق مذہبی کا اطلاق کر رہے ہیں اگر یہ نہوتا تو آپ کے کچھ بھی اختلاف تھا۔ آپ جائز تعلقات کو انگریزوں سے موالات کہتے تھے ضعف کو قوت سمجھتے تھے فطرت کو تیاری جانتے تھے اہل حق آپ کے ان خیالات کو جوش مضطر پر محمول کر لیتے پھر آپ نے مخلصانہ عرض کرتے کہ جائز امور کو موالات کہنا شارع علیہ السلام اور شریعتہ الزام ہے۔ لفظ موالات کا استعمال نہ کیجئے ضعف کو قوت سمجھنے میں مسلمانوں کی تباہی ہے فطرت کو تیاری سمجھنا دشمن کے ہاتھوں میں گرفتار ہونا ہے امید تھی کہ آپ گرامی قدر حضرات بھی سمجھ جاتے اور باہمی مفاہمہ و تبادلہ خیال سے اصلاح مسلمین کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی۔

لیکن ستم تو یہ ہے کہ آپ گاندھی کو اپنا امام بناتے ہیں اور مسلمانوں کو اس کی اقتدا پر مجبور کرتے ہیں آپ کفر کی حمایت کرتے ہیں اور مسلمانوں پر اعانت کفر کے لئے زور دالتے ہیں۔ زبردستی کرتے ہیں اہل حق قرآن کریم کا فتویٰ سناتے ہیں آیت کریمہ کی تلاوت کیجئے۔

لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء مسلمانوں کو نہیں پہنچتا کہ وہ مومنین کے سوا کافر  
من دون المؤمنین الخ کو اپنا دوست یا مدگار بنائیں۔

موالات کی تفسیر گزر چکی ہندوؤں کے کافر ہونے سے آپ کو بھی انکار نہیں پھر نہ صرف یہ کہ

آپ اپنے دینی امور میں ان سے مدد لے رہے ہیں بلکہ خود ان کے دین کی آپ مدد کر رہے ہیں یہ موالات نہیں تو کیا ہے۔

ہندو گائے کی قربانی اٹھانا چاہتے تھے حضرات لیڈرنے اس غلو کے ساتھ ہندوؤں کی تائید میں اپنی آواز بلند کی کہ حدیث شریف میں تحریف تک کر گزرے علماء سیاسی نے بھی اس تحریف سے چشم پوشی کی اور یہی فتویٰ دیا کہ مسلمان بکرے یا مینڈھی کی قربانی کر لیں گائے کی قربانی سے باز آئیں۔

رامائن کی پوجا میں مسلمان شریک ہوئے کالکاپریوریٹیاں مسلمانوں نے پڑھائی رام لچمن کوتاج مسلمانوں نے پنا یا سنگم و پریاگ کو مقدس معبد مسلمانوں نے کہا یہ سب ہنود کی مساوت نہیں تو کیا بن سکتی ہے۔ کعبہ یہ کہ جس نے ان اعمال خبیثہ سے منع کیا شریعت اسلام کا حکم سنایا تو حضرات لیڈرنے اس مخلص ناصح کو کافر، منافق، خیر خواہ انگریز اور مذہب فروش کہا سچ ہے ہندو مسلمانوں کو لچھ جانتے ہیں اس لئے وہ فرقہ جو اب ہندوؤں میں شامل اور ان کے دین میں داخل ہوا ہے اگر پتے اور سچ مسلمانوں کو کافر نہ کہے تو خود کافر ہو جائے۔

(۲) ہندوؤں سے آپ و داد رکھتے ہیں اور اسی کی تلقین مسلمانوں کو کرتے ہیں اہل حق و داد کفار کے ساتھ حرام بتاتے ہیں قرآن کریم کا فتویٰ پیش کرتے ہیں آیت کریمہ کی تلاوت کیجئے۔

لا تجلد قومًا یؤمنون باللہ  
والیوم الآخر یوادون من  
حداد اللہ ورسولہ ولو كانوا

تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتا ہو اللہ  
پر اور قیامت کے دن پر کہ وہ دوستی کرے  
ان سے جنہوں نے مقابلہ کیا اللہ کا اور اس کے

اباءهم و ابناءهم و اخوتهم رسول کا اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی  
او عشرتھم الخ

یا رشتہ دار ہی کیوں ہوں۔

آیت کریمہ پچا پچا کر کہہ رہی ہے کہ مخالفین اسلام سے ودا کشیوہ اہل ایمان  
نہیں ہیں قلب میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت ہو وہاں کسی کافر کی محبت کا ہونا  
محال ہے حضرات لیڈر! آپ نہ صرف گاندھی کے نشہ الفت میں سرشار ہیں بلکہ اُس کے  
بادۂ عظمت سے آپ کے قلوب یہ مست ہو رہے ہیں۔

حبیب کبریا فاتمہ البیتین علی اللہ علیہ وسلم کے ارفع و اعلیٰ جناب میں کھلی گالیاں  
دینے والا حق سبحانہ کی طرف کذب جیسے قبیح امر کا منسوب کرنے والا آپ کی آنکھوں  
کا نور اور دل کا سرور ہے لیکن اگر کوئی گاندھی کو کافر کے جو محض واقعہ ہے تو آپ کیا  
تاب سننے کی نہیں مہتی۔

دُنیا دیکھ رہی ہے کہ اس وقت گاندھی کی عظمت و محبت لیڈر حضرات کس کس  
نوعیت سے مسلمانوں کے دل میں پیدا کر رہے ہیں یہ صریح خلاف درزی حکم الہی  
نہیں تو کیا ہے۔

(۳) آپ حضرات نے ہندوؤں کا سہارا پکڑا ہے اہل حق اس سے منع کرتے  
ہیں اور قرآن کریم کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔ آیت کریمہ کی تلاوت کیجئے۔  
وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا  
مَسْلَمَانُونَ ظَالِمُونَ (کافروں) کی طرف نہ جھکو  
فتملك النار الخ  
ورنہ تمہیں آگ پکڑے گی۔

امام راغب اصفہانی رکون کے معنی یہ بتاتے ہیں۔

رکن الشی جانِبہ الذی لیکن کسی شے کا رکن اُسے کہیں گے جس کی طرف



الیہ ویتعار للقوۃ شے آکر ٹھیرے اور ستار معنی اُس کی قوت کے ہیں۔  
 آپ نے ہندوؤں کا سہارا پکڑا اُن کی قوت کو اپنی قوت سمجھا ابتدا میں جس قدر  
 مسلمان داشتہ شائع ہوئے اُن میں یہ ہوتا تھا کہ مولانا عبد الباری صاحب کا فتویٰ  
 اور ہاتھ گاندھی کا حکم لیکن اب تو صرف گاندھی صاحب کا حکم ہی حکم رہ گیا فرمان گاندھی  
 نے اب ایسی قوت حاصل کر لی کہ اُس کی غاشیہ برداری کے لئے مولانا صاحب کے  
 فتوے کی بھی حاجت نہ رہی اس وقت گاندھی نہ صرف آپ کا رکن بلکہ مار لیڈری  
 ہے اگر گاندھی آپ کا ساتھ چھوڑ دے تو آپ کی لیڈری کی عمارت دھم سے زمین پر  
 آدھیگی۔

سچے مسلمانوں کے مزید اطمینان کی غرض سے چند احادیث شریفہ نقل کرتا ہوں  
 تاکہ انھیں اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ دینی امور میں جب کہ کفار سے مدد لینا مکروہ ہے  
 تو دین کا فر کی مدد مسلمان کے لئے کب جائز ہو سکتی ہے۔

(۱) عن حبیب بن اساف قال ایتنا انا  
 ورجل من قومی رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم وهو یرید غزوا فقلت یا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم انا نستغی ان یشہد  
 قومنا مشہد الا نستعین معہم فقال  
 السلماء فقلنا لا قال فاننا لا نستعین  
 بالمشرکین قال فاسلمنا و شہدنا معہ  
 الی آخر الحدیث رواہ الحاکم وصحہ  
 حضرت حبیب بن اساف کہتے ہیں کہ کسی غزوہ پر  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے میں  
 اور ایک شخص اور میری قوم کا حاضر خدمت ہو کر ملتے ہوئے  
 کہ ہمیں شرم آتی ہو کہ ہماری قوم ایک معرکہ پر  
 جا رہی ہو اور ہماری مدد اُس کے شامل نہ ہو۔  
 ارشاد ہوا کہ کیا تم دونوں اسلام لائے حبیب  
 کہتے ہیں میں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ  
 ارشاد ہوا ہم مشرک کی مدد نہیں لیتے حبیب کہتے  
 ہیں پھر ہم دونوں مسلمان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے ساتھ شریک غزوہ ہوئے۔

(۲) ان عبادۃ بن الصامت کان لہ  
 حلفاء من اليهود فقال یوم الاحزاب  
 یا رسول اللہ ان معی خمس مائۃ من الیہود  
 وقد رایت ان استطعمتہم علی العذر  
 فنزلت هذه الایة لا یخذ المؤمنون  
 العاقبین اولیاءہ

عباد بن صامت کے حلیف یہودی تھے غزوہ  
 خندق کے موقع پر عبادہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ  
 میرے ساتھ پانسو یہودی ہیں میری رائے ہے  
 کہ دشمن کے مقابلہ پر ان سے مدد لوں تو اس وقت  
 یہ آیت نازل ہوئی کہ مومنین کو یہ نہیں ہونا چاہیے  
 وہ کافروں کو اپنا مددگار بنائیں۔

(۳) امام مسلم صحیح مسلم شریف میں ایک باب منع فرمانے ہیں باب کلاہتہ الاستغاثۃ  
 فی الغزوہ کا فر یعنی اس باب کے تحت میں وہ حدیث بیان ہوگی جس سے یہ ثابت ہوگا  
 کہ غزوات میں کافر سے مدد لینا مکروہ ہے۔

عن عائشۃ نروح البنی صلی اللہ  
 علیہ وسلم انها قالت خرج رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم قبل بدر فلما  
 کان بمرۃ الوبراء درکہ رجل  
 قد کان یدکر منہ حجرۃ ونجد  
 فخرج اصحاب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم حین سراوۃ فلما  
 ادرکہ قال لرسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنگ بدر  
 کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مقام حرة الوبراء  
 پر پہنچے تو ایک ایسا شخص حاضر ہوا جس کی بہادری مسلم تھی جیسا  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ کر خوش ہوئے جب وہ رسول  
 کے پاس پہنچا تو اس نے حضور عرض کیا کہ میں اس غرض سے حاضر  
 ہوا ہوں کہ اس کام میں آپ کی اتباع کروں اور آپ کے ہمراہ لڑوں  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا اللہ اور  
 اس کے رسول پر تو ایمان لاتا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے  
 ارشاد فرمایا کہ ہٹ جا میں ہرگز مشرک سے مدد نہ لوں گا۔

جئت لا تبعک واصیب معک قال لہ  
 پھر جب ہم مقام شجرہ پر پہنچے تو اس نے اپنی خدمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو من  
 باللہ ورسولہ قال لا قال فارجع  
 فلن استعین بمشرك قالت ثم مضی حتی  
 اذا كنا بالشجرة ادرکہ الرجل فقال له  
 كما قال اول مرة فقال له النبي صلی اللہ  
 علیہ وسلم كما قال اول مرة قال فارجع  
 فلن استعین بمشرك قال ثم رجعت فادركہ  
 بالبیداء فقال له كما قال اول مرة ثم  
 باللہ ورسولہ قال نعم فقال له رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق (مسلم)

پیش کی اور دربار رسالت سے وہی پہلا  
 جواب ملا کہ پلٹ جا میں ہرگز مشرک کی نہ  
 نہ لوں گا۔ پھر ہم مقام بیدا پر پہنچے تو  
 اُس نے پھر انہیں کلمات سابقہ کے ساتھ  
 اپنے کو پیش کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے پھر پوچھا کہ کیا اللہ اور اُس کے رسول  
 پر تو ایمان لایا اب تیسری دفعہ اُس نے  
 عرض کیا ہاں ایمان لایا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا پھر ساتھ چلو۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحت آیتہ کریمہ لا تتخذوا الیہود والنصارا  
 اولیاء لفظ اولیاء کی تفسیر بایں الفاظ کرتے ہیں ائحی لا تعتمدا علی الاستنصائهم  
 ولا تتوددوا الیہم یعنی اُن کے مدد کرنے پر اعتماد نہ کرو اور اُن سے دوستی  
 پیدا نہ کرو۔

فاروق اعظم کا ایک فتویٰ نقل فرماتے ہیں۔

اس موقع پر اُسے بھی سُن لیجئے بصرہ پر حکومت مسلمانوں کی قائم ہو چکی ہے ابو موسیٰ  
 اشعری وہاں کے عامل یعنی گورنر ہیں۔ وہ اپنا دیوان جسے اُس وقت کاتب کے لقب سے خطاب  
 کرتے تھے ایک نصرانی کو مقرر کرتے ہیں فاروق اعظم کو جب اس کی خبر ہوئی تو اپنے اہل  
 سے فرمایا کہ اُسے معزول کر کے کسی مسلمان کے سپرد یہ عہدہ کرو مسلمانوں کے کام میں

ایک نصرانی سرعانت نہ لینا چاہیے۔ ابو موسیٰ نے کمالہ دینہ ولی کتابتہ یعنی ان کا مذہب اُسے مبارک ہو مجھے تو اُس کے فن سے مطلب و غرض ہے کہ امیر المؤمنین نے فرمایا لا الہ الا اللہ و لا اعزہم الا اللہ و لا اعزہم الا اللہ و لا اذنیہم الا اللہ و لا اذنیہم الا اللہ یعنی میں اُس کی توقیر نہیں کرتا جس کی خدا نے توہین کیا، ہو میں اُسے عزت نہیں دیتا جسے خدا نے ذلیل کیا ہو میں اُسے قریب نہیں کرتا جسے خدا نے دور کیا ہو ابو موسیٰ کہتے ہیں مجبوری یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی اس کام سے واقف نہیں بغیر اُس نصرانی کے بصرہ کا کام چل نہیں سکتا ابو موسیٰ کے خاص الفاظ یہ ہیں لا یتتم امر البصرۃ الا بہ یعنی بصرہ کا کام نہیں پورا ہوگا مگر اسی نصرانی سے فاروق اعظم فرماتے ہیں مات النصرانی والسلام یعنی فرض کر لو کہ وہ نصرانی مر گیا اُس کے مرنے کے بعد آخر گورنری کے دفتر کا کچھ انتظام ہو گا وہی انتظام جو اُس وقت کیا جاتا اب کر لیا جائے۔

فاروق اعظم پر یہ امر تمام تھا کہ دفتر کے کام میں کوئی مسلمان ماہر نہیں نصرانی کی واقفیت و مہارت بھی معلوم تھی لیکن ایک کافر کا تسلط اسلامی گورنری میں غیرت فاروقی کے برداشت میں نہ تھا۔

نصرانی محکوم تھا مطیع اسلام تھا ابو موسیٰ کا ماتحت تھا لیکن دیوان ہو کر ساسے دفتر پر حاوی ہو جاتا تھا کافر کا ایسا تیر علیہ ہونا فاروق اعظم کو گوارا نہ تھا احتمال تھا کہ جب قلم اُس کے ہاتھ میں ہی تو اپنے فن کو اگر مضرت رسانی میں مسلمانوں کے استعمال کرے تو کچھ بعید نہیں۔

نصرانی کا کمال اور مسلمانوں کا اس فن سے نا آشنا ہونا ابو موسیٰ کو اس پر مائل کرتا

تھا کہ نصرانی عمدہ کتابت پر برقرار رہے امیر المومنین کو اسی وجہ سے اُس کے معزول کرنے پر اصرار تھا کہ ایسا کام جس پر مسلمانوں کو دسترس کامل نہیں اور کافر میں اُس کی صلاحیت کامل موجود ہے مسلمانوں کے ضرر و نقصان کا اندیشہ ہے۔

ابوموسیٰ اپنے خیال کی بنا پر کہتے تھے۔ لایتم اہم البصرۃ الا بالہ یعنی بصرہ کا کام بغیر اُس نصرانی کے پورا نہ ہوگا۔ فاروق اعظم نے اپنے خیال کی بنا پر فیصلہ صادر فرمایا مات النصرانی والسلام نصرانی مر گیا اور اُس کا کمال دفن ہو گیا۔

اس عمل فاروقی نے یہ نکتہ بھی حل کر دیا کہ جب تک اپنا کام آپ نہ سنبھالا جائے گا اُس وقت تک نہ تو کام کرنا آئے گا نہ تن آسانی چھوٹے گی دوسروں کی محنت پر بھروسہ کرنے کا ہی تو یہ نتیجہ ہے جو آج مسلمان ہر چیز میں محتاج اغیار ہیں انتہا یہ کہ دین بھی ایک کافر سے سیکھتے ہیں۔

(۱) فاروق اعظم کے فتوے نے یہ ثابت کیا کہ کافر اگر فریق محارب نہ ہو جب بھی اُس پر ایسا اعتماد نہ کیا جائے کہ مسلمانوں کے کاموں کی کفالت اُس کے سپرد کر دی جائے کیا گرامی قدر حضرات سنت فاروقی پر عمل آرا ہوں گے مات الکافر کلمکرا بنی جمعیت المسلما اور مجلس خلافت کو گاندھی سے پاک کریں گے۔

(۲) احادیث ثلاثہ جنہیں فتویٰ فاروقی سے قبل لکھا گیا ہے اُن سے یہ معلوم ہوا کہ کافر کی مدد امور دینی خصوصاً جہاد میں قبول کرنے سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے باصرہ تمام انکار فرمایا ہے کیا گرامی قدر حضرات اپنے پیغمبرِ روحی فداہ کی سنت پر عمل آرا ہوں کہ یہ کہیں گے لن نستعین بمشرك ہرگز مشرک سے مدد نہ لیں گے۔

(۳) آیات الہیہ نے صاف و صریح الفاظ میں ظاہر کر دیا کہ موالات و داد اور رکن

مطلقاً کفار کے ساتھ حرام ہے خواہ لائڈ جارج ہو یا مسٹر گاندھی کیا گرامی قدر حضرات  
تعمیل حکم قرآن پر آمادہ ہیں۔

گرامی قدر حضرات کفار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدد قبول فرمائی ہے  
مثلاً جنگ حنین کے موقع پر صفوان بن امیہ سے مجاہدین کے لئے زرہیں عاریتاً لی گئی تھیں  
آپ کو بھی اختیار ہے کہ کفار سے اسلحہ وغیر عاریتاً لیجئے۔

یاجنگ خیبر میں یہودیوں بنو قینقاع کو داخل لشکر فرمایا تھا بنو قینقاع کے یہودی  
اسلام سے مغلوب اور اس کے محکوم ہو چکے تھے مسلمان ان پر غالب دستوری تھے قدر کا  
اڈیٹ نہ تھا آپ بھی کفار ہند پر غلبہ حاصل کیجئے پھر انہیں داخل لشکر کیجئے۔

فتح القدییر اور بسوط علامہ سرخسی میں کتاب التیر ملاحظہ ہونا یہ صاف الفاظ ہیں  
یہ مسئلہ مسطور ہے اگر کافر اپنی رضا و رغبت سے داخل لشکر اسلام ہو اور مسلمانوں کا مقابلہ  
کفار سے ہو کافر اسلامی میں اپنا اختصاصی امتیازی علم نہ رکھے بلکہ مسلمانوں کے  
جھنڈے کے نیچے رہ کر دشمنان اسلام سے مقابلہ کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں  
مال غنیمت میں کافر کا حصہ ہوتا ہے کچھ ہاتھ اٹھا کر حطا کر دیا جائے تو اس کی اجازت ہے  
لیکن غالب گروہ کفار کو اپنی معیت میں اس طرح لینا کہ کفر کا علم بلند ہو اور مسلمان  
اس کے تحت میں لڑ رہے ہوں یہ قطعی حرام ہے۔

نصوص صریحہ کے بعد کسی صاحب ایمان کے لئے فریڈ بحث و گفتگو کی حاجت نہیں  
رہتی اگر علماء سیاسی و جنٹلمین لیڈر کو دعویٰ ایمان ہے تو وہ کفار و مشرکین کی معیت امور دینیہ  
میں ترک کریں اور مذہب کفر کی اعانت و تائید سے جو صریح حرام ہے توبہ کریں۔

مسٹر گاندھی اور ان کی پارٹی کے ساتھ مدارات، فعل معروف اور رزم و شفقت

کہے ضروریات زندگی میں اُن کی مدد کیجئے اگر اُن میں سے کوئی بیمار ہو تو بیمار پُرسی کیجئے دوا و علاج سے ہمدردی فرمائیے حیات تمدنی اور معاملات دنیوی میں خرید و فروخت بیع و رہن اور اجارہ وغیرہ بے دغدغہ بشر و طہا جاری رکھئے اس لئے کہ یہ امور نہ موالات ہیں نہ و داد و رکون بلکہ جائز و مرضی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس ان امور کو عزت عمل عطا فرمائی ہے۔

لیکن خدا کے لئے یہ مصیبت مسلمانوں پر نہ لائیے کہ جلسہ جمعیتہ العلماء کا منعقد ہوا اور مسٹر گاندھی اُس میں خطیبِ مذکور بن کر علماء اور عامہ مسلمین سے خطاب کرے جلسہ خلافت و اماکن مقدسہ ہو اور مسٹر گاندھی اُس کی صدارت کریں علماء زیر صدارت گاندھی تحریک شرعی پیش کریں بڑے مسلمانوں کی دینی مجالس کو کفار و مشرکین سے پاک کیجئے۔ اس سے بڑھ کر مصیبتِ عظمیٰ یہ ہے کہ آپ اسلامی خصائصِ مبارک سے ہیں تشقہ پوجا حل جنازہ مشرک وغیرہ سے عوام بے علم بہت کچھ گمراہ ہو چکے اب بھی انھیں توبہ و انابت کی طرف متوجہ کیجئے میں ایک فقیر بے نوا ہوں کسی طرح کی بضاعت اپنے پاس نہیں رکھتا ایک گوشہ تنہائی ہے اور محنت کی زندگانی نہ تولیڈری کا ساز و سامان رکھتا ہوں نہ رسمی پیری و مریدی کا ڈھب جانتا ہوں نہ مریدوں کی کوئی فرد اپنے پاس ہی نہ تلامذہ کی کوئی جماعت انگریزی مدارس میں اُستادی و شاگردی ع

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا

پھر آپ جیسے گرامی قدر اشخاص کا کیا مقابلہ کر سکتا ہوں لیکن ہاں یہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ حق و صداقت میرے ساتھ ہی لیڈری کاغز و راگر چند لمحات کی فرصت آپ حضرات کو عطا کرے تو فقیر کی معروضات پر توجہ فرمائیں۔

آج سے دس برس قبل فقیر نے جو کچھ عرض کیا تھا آپ حضرات نے اُس وقت قبول فرمایا لیکن بات حق تھی اور وہی راہ سیدھی تھی اب اگر آپ حضرات نے انہیں باتوں کو کہا اور انہیں کاموں کو کیا لیکن حمایت اسلام و خلیفۃ المسلمین کے لئے نہیں بلکہ سواراج اور گاندھی کے لئے پس ان نیک کاموں کی بھی صورت آپ کے طرز عمل سے مسخ ہو گئی۔

انا لله ثم انا لله ۛ

(۱) فقیر نے اتناں کیا تھا کہ ہر مسلمان سالانہ اپنی آمدنی کا ایک سہل حصہ التزماً خدمات اسلامیہ کے لئے نکالا کرے اور ایک جگہ تجویز کر لی جائے جہاں سب کے مرسلہ روپے جمع ہوا کریں ایک صدر مجلس ہو جس کے تحت میں تمام قصبات و دیہات کی مجلسیں کام کرتی ہوں خرچ کے قواعد ایمنوں اور اراکانوں کے اختیار و خصوصیات مقرر کر لئے جائیں اُس روپے میں سے ایک معینہ رقم سلطان کی خدمت میں مصارف حرمین کے لئے بھیجی جائے باقی دیگر ضروریات مذہبی کر لئے محفوظ رہے۔

کیا خلافت کیسی آج اپنا ہی مقصد نہیں بتاتی ہے لیکن افسوس آٹھ نو برس بعد قائم بھی ہوئی تو ہندو کی سرپرستی میں نہ خرچ کے قواعد نہ مصارف کا حساب اس بیدردی سے مسلمانوں کا روپیہ عیش پرستی اور ہواؤ ہوس میں لیدر حضرات اڑا رہے ہیں کہ کسی کافر نے بھی مسلمانوں کا گمراہ کر اس طرح داد عشرت نہ دی ہوگی۔

(۲) فقیر نے اتناں کیا تھا کہ مصلحین اُمت میں سے بعض افراد بلا دعرب کا دُورہ

فرمائیں امعان نظر سے یہ اندازہ کریں کہ کس خطہ عرب میں کس طرح کی تعلیم مفید ہوگی بعد خورد فکر تعلیم کا ہیں قائم کریں نیز عربوں کو اپنی طرح سمجھا دیں ۛ

پائے ہد زنجیر پیش دوستاں + بہ کہ بابگنا نگاں در بوستاں



یہ تحریک بہت وسعت و وضاحت سے بیان کی گئی تھی اگر اس پر لیڈر حضرات غور فرماتے تو عربوں کا شیرازہ ترکوں سے جدا ہو کر نہ بکھرتا نیز جس قسم کے ہندوستانی اہل صنعت و حرفت یا صاحب علم و فن کی حاجت دیا عرب میں ہوتی انھیں وہاں جانے کی ترغیب دی جاتی خطہ عرب کو استوار کرنا اور پھر ہندی مسلمانوں کا بقدر حاجت و وسعت عربوں سے جا کر لانا استوار بنیاد پر خدمت اسلام کا انجام پانا تھا۔

آٹھ نو برس بعد آپ نے اس التماس کو تسلیم کیا لیکن ہجرت کی نفیض عام پکار کر مسلمانوں کو تباہ اور ہندوؤں کو مالا مال کر دیا اب چندہ ہوتا ہے اور مہاجرین کو بھیجا جاتا ہے اس طرح ایک مستقل تحریک تحصیل زر کی تو بیشک قائم ہو گئی لیکن مسلمانوں کا ذرہ برابر بھی فائدہ ہوا۔

(۳) فقیر نے یہ التماس کیا تھا کہ علماء کا باہم ایک تعلق قائم ہونا چاہیے جس طرح سلاطین کے سفر ایک دوسرے کی سلطنتوں میں مقیم رہا کرتے ہیں اسی طرح چند علماء جو شیخ الاسلام کے نائب ہوں افغانستان و ہندستان وغیرہ میں اقامت اختیار کریں باہمی جمعیت و مشورہ سے دینداری مسلمانوں میں پیدا کریں الخ اس گزارش کو بھی نہایت بسط و ایضاح سے عرض کیا تھا آٹھ نو برس بعد آپ نے اسے تسلیم فرمایا جمعیت علماء کی مجلس منعقد فرمائی لیکن وہاں مسٹر گاندھی تعلقین و ہدایت کے لئے بلائے گئے ان کے مناقب کا خطبہ پڑھا گیا۔

مدینہ انجاء بجنور ۲۱ جنوری سن ۱۹۱۱ء میں مسٹر شوکت علی کی تقریر شائع ہوئی تھی اس کے دو فقرے نقل کرتا ہوں ”زبانی جو پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا کو راضی کرو گے“ بھائیوں خدا کی رستی کو مضبوط پکڑو اگر ہم اس رستی کو مضبوط پکڑ لیں گے تو چاہے دین ہمارا خدا سے

جاتا رہی مگر دنیا ہمیں ضرور ملے گی“ یہ فقرات جہاں یہ بتا رہے ہیں کہ مطمح نظر ان حضرات کا کیا ہی مذہب کی حقیقت اور وقت ان کے نزدیک کس قدر ہی دینی مذہب کا نام کیوں لیا جاتا ہے وہاں یہ بھی بتاتے ہیں کہ ہنود کے ساتھ انہیں کیسی عقیدت و ارادت ہے۔ چنانچہ جلسہ جمعیتہ العلماء میں جس کا انعقاد بہ ماہ نومبر دہلی میں ہوا مسٹر شوکت نے صاف الفاظ میں یہ کہا ”کھائے اللہ ہم سے ایک نیک کام ہو گیا ہے کہ میں اور ہاتھ ما گاندھی یقینی بھائی ہو گئے ہیں“ (فتح دہلی ۲۲ نومبر ۱۹۲۲ء) پھر ایک عالم نے یہ کہا ”خدا نے ان کو (گاندھی کو) ہمارے واسطے مذکر بنا کر بھیجا ہے قدرت نے ان کو سبق پڑھانے والا مذکر بنا کر بھیجا ہے“ (فتح دہلی ۲۲ نومبر ۱۹۲۲ء) ایمان سے کیئے یہ جمعیتہ العلماء ہے یا امت گاندھی کا حلقہ یہ اسلام اور شارع علیہ السلام کی طرف اللہ کے بندوں کو دعوت دے رہی ہے یا گاندھی کی نبوت تسلیم کر رہی ہے یہ حضرات اسلام کی دردمندی میں انگریزوں سے لڑنا چاہتے ہیں یا دین گاندھی کے حمایت میں پھر اگر کسی نے ان کی بات نہ سنی تو کافر، منافق، زید می، ملعون اور جہنمی کیوں کر ہوا۔ لیڈران قوم آج اخبار و جرائد ہمارے ہاتھوں میں ہیں جسے چاہو گالیاں دو کافر کو حق کو باطل اور باطل کو حق کہو اور چھاپ کر شائع کرو اس وقت تو ہماری بات بن آئی ہے مخلوق اندھی ہو گئی ہے لیکن ایک وقت آئیگا اور ساری حقیقت عریاں ہو جائے گی۔

میدان کر بلا میں زیدیوں نے بعد شہادت شہزادہ کوین سیدنا امام حسین علیہ السلام فتح کے نثارے بجائے دود دمان نبوت کو جس طرح چاہا ایسے کیا لیکن آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ زیدیوں پر خدا نے ایسی لعنت بھیجی کہ آج تک اس کا سلسلہ نہ منقطع ہوا نہ قیامت تک منقطع ہو

اس وقت اہل حق کے مقابلہ میں تمہیں اپنے انہوہ پر ناز، دوسے چاہتے ہو عوام سے  
فضیحت و رسوا کرتے ہو اہل حق نصبر جمیل کہہ کر ضبط کر جاتے ہیں۔

اہل حق کے مقابلہ میں مثل یزید دعویٰ اجماع پیش کرتے ہو صریح نص قرآن اور  
نص حدیث کی مخالفت اور پھر اجماع کا دعویٰ کیا احکام قرآن کا نسخ اجماع سے جائز  
ہے اور پھر اجماع بھی ایسے علماء کا جن کے پاس خدا نے گاندھی کو مذکور بنا کر بھیجا ہے  
جو علماء ہیں و گاندھی ہیں جس طرح قرآن مجید تورات و انجیل کا نسخ ہی اسی طرح گاندھی کا  
فرمان آیات الہیہ کا نسخ ان مدعیان علم و اجتہاد کے عقیدہ میں ہے۔

ایسے نجس و ناپاک عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے کچھ تو شریائے الحیاء مشعبہ  
من الایمان۔

یزیدیوں نے جب یزید کی امامت و خلافت کا علم بلند کیا تو اہل حق کے مقابل  
میں انہوں نے یہی دلیل پیش کی تھی کہ سارے ملک نے یزید کی امامت تسلیم کر لی اجماع ہو گیا  
صرف چار شخص ہیں جو اس کی امامت تسلیم نہیں کرتے یعنی عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ  
ابن زبیر، عبداللہ ابن عمر اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دیکھتے ہو وہ اجماع جو یزید کی امامت پر ہوا تھا کیسا کھائب و خاسر ہوا عبرت پکڑو  
اور اہل حق کو گالیاں دینے سے باز آؤ ان کی تکلیف زانیت رسائی سے اپنے ہاتھ  
اور زبان کو منع کر دو تمہاری دشنام دہی کی یہ ہمہ گیری ہے کہ جہاں تم نے ایک رکن دین عالمی  
شرع متین امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ مودیتہ طاہرہ پر سب دشمتم کیا وہاں اس  
فقیر بیوا کو بھی بار بار متعدد جہرا مد میں تم نے گالیاں سنائیں میں نے تمہارا کیا بھڑا تھا  
بلشک یہ تصور ہوا کہ جس وقت ساری زبانیں گنگ تھیں مجھ گنگار کی زبان کلمہ حق کہہ رہی

تھی جس وقت سارے اقلام خشک تھے مجھ بے بضاعت کا قلم مصروف تحریر تھا جس وقت سارے پاؤں مفلوج تھے مجھ ضعیف کا پاؤں منزل رساں راستہ پر تھا انصاف کرو اس میں میری کیا خطا ہوئی یہ تو اللہ کا فضل تھا تم ہلال احمر کے نام سے چندہ تحصیل کرتے تھے اور داد عیش و نشاط دیتے تھے زرکشی کے لئے جس طرح کے مضامین ضروری تھے تم انہی کو لکھتے انہی کو کہتے تھے لیکن اس فقیر کو خلافت کی لوٹی تھی اس لئے ترکوں کی مختصر تاریخ پھر ان کی خلافت ان کی اطاعت اور ان کے حقوق دلیل و برہان کے ساتھ لکھا مسلمانوں کے سامنے پیش کر دو (دیکھو فقیر کا رسالہ البلاغ)

تمہیں مسئلہ خلافت کی اب آکر جو دھن بھی بندھی تو ایک کافر کے تذکیر و تلقین سے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت کی جگہ سواراج نے، خلیفۃ المسلمین سے کہیں ارفع و اعلیٰ مقام کا مذہبی نے ادیشیخ الاسلام کا لقب شیخ المذنب نے لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ غرق ہو کر طوفان اور ہماز کے تباہی کا علم عامی و اعلیٰ سمجھی کو ہوتا ہے لیکن جہاز کا ناؤ طوفان کو بہت پہلے اور بہت دور سے دیکھ لیتا ہے جن کے دماغ اس علم و تجربہ سے خالی ہوتے ہیں وہ ناؤ کے تہ امیر و اضطرار پر ہنستے ہیں لیکن وہی تمہیں آنر کار نالہ و شیون ہو جاتا ہے۔

مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا ہزار احسان اور اس کے اس خاص کریم کا ہزار ہزار شکر کہ جس چیز کو آج آپ قوم کے سامنے پیش کر رہے ہیں فقیر کو دس برس قبل قوم کے سامنے پیش کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

جس جگہ آج لیڈروں کے اقدام جانا چاہتے ہیں وہاں کی سیر ربوں قبل اس مسکین و عاجز کو دکھائی گئی جس راہ پر آپ لیڈروں کو کچھ ڈور چل کر رجعت ہو گئی الحمد للہ کہ

اُسی راہ سے منزل مقصد تک یہ بے بضاعت پہنچا اور استقامت کے لطائف سے سعادت اندوز ہوا۔

گرامی قدر حضرات اعمال نامہ آپ کے سامنے پیش نہ ہو گا نہ محاسبہ و فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہو گا پھر اپنے رب کریم کے اُن احسانات و انصاف کو کیوں پیش کروں جن کی بدولت توفیق خدمت دین و ملت کی پائی۔

گذشتہ سال بہ ماہ دسمبر سندھ اور الہ آباد میں ایک عظیم الشان مجمع کو خطاب کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے اُسے الہ آباد کے اُنہیں اشخاص سے پوچھے جو اس وقت خلافت کیسی ٹکے سرگرم رکان ہیں۔

مولوی بشیر الدین احمد صاحب اڈیٹر البشیر اٹاواہ سندھ کے جلد میں شریک تھو اُن سے دریافت کیجئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ دعوتِ حق کے کہتے ہیں۔

اگرچہ مجھے اپنی یہ کاریوں کا اعتراف ہی کوئی عمل شرکت نفس سے خالی نہیں کوئی فعل ریا و سمعہ سے صاف نہیں اپنے حسبِ حال یہ رُباعی ہے

اے فسق و فجور کار ہر روزہ ما سے پرزگناہ کاسر و کوزہ ما

می خند و روزگار و میگریہ عمر بر طاعت و بر نماز و بر روزہ ما

لیکن اسی کے ساتھ اس کا شکر کہاں ادا ہو سکتا ہے کہ حق سبحانہ نے محض اپنے

فضل عمیم سے بطفیل آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دینِ فروشی و گمراہ سازی سے

مصنوں و محفوظ رکھا اُسی اپنے مولیٰ تعالیٰ سے خواستگاری و تمنا کہ صدقہ تاج دارینہ

کا حق تقصیر اور مغفرت معاصی کے ساتھ اتنا اور کرم کہ اس رُوسیاہ کی زندگی کا باقی حصہ

غلامی و اطاعت میں سرکارِ مدینہ کے بسر ہو جائے

دارم دکنے غیبی بیامرز و پیریں صد واقعہ درکین بیامرز و پیریں  
 شرمندہ شوم اگر یہ پرسی مسلم یا اکرم الاکرمیں بیامرز و پیریں  
 حالات دائرہ کے متعلق فقیر کو جو کچھ عرض کرنا تھا بھونہ تعالیٰ اُس سے فارغ  
 ہو چکا رہی مہفوات حضرات لیڈر یا علماء سیاسی کے اُن کا کہاں تک جواب دیا جائے  
 یہ سلسلہ تو غیر متناہی ہے مجھے اس قدر فرصت کہاں حج جواب و سوال کے پیچھے پڑوں لیکن  
 تحریر کا خاتمہ اس پر کرتا ہوں کہ اگر فقیر کے جواب میں آپ نے اسی رسم کٹن دشنام کا  
 اعادہ فرمایا تو فقیر کی طرف سے سکوت محض ہو گا ہاں جو امور مشورہ کے طور پر پیش کئے  
 گئے ہیں اُن کا اگر آپ رد فرمائیں گے تو یہ فیصلہ اربابِ حل و عقد پر موقوف کہ صحیح مشورہ  
 کس کا ہی لیکن اگر مسائل شرعیہ میں آپ نے کلام کیا تو اُس کا فیصلہ ابھی کئے دیتا ہوں عوام  
 بھی سمجھ جائیں گے اور انہیں اس کی دشواری پیش نہ آئے گی کہ کس کی سنوں ہر ایک  
 قرآن و حدیث ہی پیش کرتا ہے۔

(۱) میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مطلقاً کفار و مشرکین سے موالات و داد اور رکون  
 حرام ہے منہی عنہ ہے اور ہر ایک کا ثبوت کلام اللہ سے پیش کیا ہے آپ براہ کرم اُس آیت  
 کی تلاوت فرمائیں جس میں حق سبحانہ نے یہ حکم دیا ہو کہ ایسی حالت میں یا اس طرح کے  
 کافروں کے ساتھ موالات یا داد یا رکون کی مسلمانوں کو اجازت ہے اگر آپ نے  
 آیت پیش فرمائی اور مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ لفظ تو لوہم یا تو دوہم یا ترکوا  
 الیہم کا موجود ہے تو پھر میں بھی توبہ کر لوں گا اور اپنی جہالت کا اعتراف۔

(۲) میں نے عرض کیا ہے کہ کفار و مشرکین سے جہاد میں مدد لینا ممنوع و مکروہ ہے  
 ہاں اگر کفار مسلمانوں سے مغلوب ہوں یا اُن کے محکوم ہوں تو اُن سے استعانت جائز ہے

اس لئے کہ یہ استعانت فی الحقیقت استخدام و خدمت گزارى ہے یا محکوم تو ہوں لیکن مسلمانوں کے جھنڈے کے نیچے رہ کر دشمنان دین کا مقابلہ کریں علم مسلمانوں کا ہو اور لشکر پر حکومت مسلمانوں کی ہو تو ایسی صورت میں بھی کافر کا شریک کرنا جائز ہوگا اس دعوے کے ثبوت میں تین حدیثیں پیش کی ہیں فقہائے کرام کی تحقیق کا حوالہ دیا ہے۔

آپ کوئی حدیث ایسی لکھیں جس میں یہ حکم ہو استعینوا بالکفار والمشرکین (یعنی کفار و مشرکین سے مدد لو) یا فقہائے کرام کا کوئی فتویٰ نقل فرمائیے جس میں یہ ہو کہ کافر کو علم بردار اسلام اور فوجی سپہ سالار بنا کر مسلمانوں کو عبادت لڑانا جائز ہے۔ (۳) میں نے یہ عرض کیا ہے کہ آیت لا ینھکم اللہ الخ کو قتادہ نے منسوخ فرمایا ہے اور یہی مذہب امام عطاء بن رباح کا ہے آپ کسی مفسر یا محدث یا فقیہ کا ایک قول بھی ایسا نقل فرمادیں جس میں یہ ہو کہ آیت لا ینھکم اللہ الخ ان ساری آیتوں کی نام سے جن میں مطلقاً کفار سے موالات و داد، اور رکون حرام فرمایا گیا ہے۔

(۴) میں نے یہ عرض کیا ہے کہ اگر آیت لا ینھکم اللہ الخ کو منسوخ نہ بھی مانیں جیسا کہ علامہ ابن جریر طبری کا مسلک ہے جب بھی ایسے کفار سے جو مسلمانوں سے دین کے معاملہ میں نہ قتال کریں نہ انھیں ان کے گھروں سے نکالیں صرف برواقساط کی اجازت پائی جاتی ہے نہ کہ موالات اور داد کی آپ کسی مفسر یا محدث یا فقیہ کا ایک قول ایسا نقل فرمائیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ برواقساط مراد موالات و داد ہے یا برواقساط کی اجازت سے موالات و داد اور رکون کی بھی اجازت ہو گئی آپ کا لکھنا اور فقیر کا تسلیم کرنا انشاء اللہ معاً علی الفور ہوگا۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا

فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين. ہاں اس قدر اور عرض کر دوں کہ یہ تکلیف مستغنی عن الالقباب حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب ٹیپ دہلی کو نہ دی جائے ورنہ حدیث و تفسیر دونوں سے ثبوت چشم زدن میں پیش کر دیا جائیگا۔ اس لئے کہ وہاں تصنیف کا دروازہ بہت وسیع و کشادہ ہی حالانکہ مجھے نقل درکار ہے نہ عبارت مصنفہ۔

مسئلہ قربانی میں حکیم صاحب حدیث تصنیف فرما چکے تھے نو برس ۱۹۲۲ء میں جو جلسہ جمعیتہ العلماء کا دہلی میں منعقد ہوا وہاں بحیثیت صدر استقبالیہ کیٹی آپ نے اپنا خطبہ صدارت پڑھا تفسیر ابن جریر کی اس قدر عبارت پڑھ کر کہ آیتہ الامتھلکم اللہ الخ منسوخ نہیں ہے فوراً اس نتیجہ پر حکیم صاحب پہنچ گئے کہ ہندوؤں سے موالات جائز ہی طرفگی یہ کہ استخراج نتیجہ اس شان سے فرمایا جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حکیم صاحب کا اجتہاد و استنباط نہیں ہی بلکہ ابن جریر کی تحقیق ہی۔

پھر ایک حدیث بیان کرنے کی بھی زحمت گوارا فرمائیے اور حسب معمول تحریف و افرا کا ایک دوسرا نمونہ آپ نے پیش فرمایا ارشاد ہوتا ہے۔  
 ”احد کی لڑائی میں قرمان جو ایک مشرک تھے رسول مقبول کی طرف سے لڑے اور انھوں نے بنی عبد الدار کے ان تین آدمیوں کو قتل کیا جو فریق مخالف کے علم بردار تھے یہاں تک کہ رسول مقبول نے خوش ہو کر فرمایا۔ ان اللہ لیا نہر، ہذا الدین بالرجل الفاجر“ (بیشک اللہ اس دین کی مرد فاجر سے مرد کرتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو فاجر فرمائیں حکیم صاحب مشرک کہیں کیا فاجر و مشرک دونوں الفاظ مراد ہیں سب مسلمان جانتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہی صلوا خلف کل بر وفاجر



یعنی نیکو کار اور بدکار دونوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت ہے پس اگر فاجر و مشرک باہم مرادف ہیں تو کل سے گاندھی کے پیچھے آپ نماز پڑھنے کا اجتہاد فرمائیں گے اور کیا عجب کہ آپ حضرات نے یہ سعادت حاصل کی ہو۔ کس دلیری سے حکیم صاحب یہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے مقاتلہ سے خوش ہو کر آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ اس دین کی مرد فاجر سے مدد فرماتا ہے حکیم صاحب! یہ مصیبت کیا کم تھی کہ ہندوؤں کی محبت آپ کے دل میں جاگزیں ہو گئی اب حدیث صاحب لولاک میں انفراد تعریف کی بلا کیوں اپنے سر لیتے ہیں۔ زیادہ بحث کی گنجائش و ہمت نہیں براہ کرم اس کا ثبوت پیش کیجئے کہ قرآن مشرک تھا اور قرآن سے خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تھا۔

حکیم صاحب! قرآن منافق تھا اور اس عیاری سے اپنے نفاق کو اُس نے مخفی رکھا تھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے مومن صادق جانتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے متعلق یہ پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہ دوزخی ہے صحابہ کرام میترتے معرکہ قتال میں جب کہ اُس کے سرگرم مقابلہ و مقاتلہ کی خبر ہوئی اُس وقت بھی آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ دوزخی ہے۔ قرآن مجروح ہوا زخم کی تھلیف برداشت نہ کر سکا آخر اُس نے خود کشی کر لی اور اس طرح اپنے دوزخی ہونے کو پتہ کر دکھایا اُس وقت جب کہ اُس کی

خودکشی کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشین کوئی پوری ہوئی تب ارشاد ہوا کہ اللہ اپنے دین کی مدد مرد فابری سے فرماتا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ منافقین کے ساتھ برتاؤ مثل مسلمان جاری تھا وہ مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے نمازیں پڑھتے تھے عزوات میں مسلمانوں کے ہمراہ ہوتے تھے۔

اللہ اللہ کفر کے ساتھ کیسی شیفتگی و فریفتگی ہے کہ کذب و افترا کا ارتکاب ایسے سنجیدہ و متین اشخاص کس اطمینان و سکون سے کرتے ہیں۔  
 جمعیتہ العلماء کے ہانسو فضلاء کیسے متحرک و متدین عالم ہیں کہ تفسیر میں حدیث میں افترا ہوتا ہے لیکن اصلاح کی قسم ہے۔

مسلمانوں! آنکھیں کھولو علماء سیاسی یہ کہتے ہیں کہ "خدا نے گاندھی کو مذکور بنا کر بیجاہت" "پس وہ گاندھی صاحب کا ہوں" "علوم مشرقیہ کا فرد فرید اس طرح تخریف کرتا ہے بنٹلین لیڈر یہ کہتا ہے کہ اگر "ہندو بھائیوں کو روغنی کرو گے تو خدا کو روغنی کرو گے" عوام گاندھی کی جو بچا رہتے ہیں مع تنہا وہ دماغ شدہ پنہ بجا کجا نہم جب دیانت و تقویٰ کا یہ حال ہو کفر کی اس بیباکی سے حمایت کی جا رہی ہو تو پھر یہ خدمت خلافت ہو یا ہلاکت مسلمان ایسی مجلس میں شریک ہونا چندہ دینا ثواب ہے یا گناہ عظیم خدا مسلمانوں کو ہدایت فرمائے یہ فقیر گنہگار بھی دل سے اولاد مسلمان کے حق میں دعا و ہدایت کرتا ہے اور لیڈران قوم سے نہایت

نیا زندانہ التماس پیش کرتا ہے کہ دروازہ توبہ کا ہنوز بند نہیں ہوا ہے پاک  
مذہب اسلام تم سے کہہ رہا ہے کہ ۵

بمزرگانِ یہ کہ دی ہزاراں رختہ دہ دینم

بیا کہ چشم بیا رت ہزاراں در دہ پرچیم

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلٰى

خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٌ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَعَلَيْتُمْ مَعَهُمُ بِنَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

حررہ بقلہ

فقیر محمد سلیمان اشرف عفی عنہ

محلہ میرداد

بہار شریف ضلع پٹنہ

## لوبح مزار

حضرت پروفیسر سید محمد سلیمان اشرفؒ قدس سرہ العزیز

صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ



کھجور کا ایک قدیم درخت جسدا احترام سائے فگن ہے۔

اذا لا ناکفنا ناسی لہو